

عجائب سیریز

کوہستان

WWW.PAKSOCIETY.COM

COURTESY SUMAIRA NADEEM

چند باتیں

معزز قارئین۔ سلام مستنون۔ نیا ناول "کوہراں" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس ناول میں مرکزی کردار سٹیک کلرز جوہانا اور جوزف کا ہے البتہ عمران نے ان کی رہنمائی کی اور ٹائیگر نے بطور معاون کام کیا ہے۔ کوہراں ایک ایسی بین الاقوامی مجرم تنظیم ہے جس کے چہرے پر خلاق خدا کی امداد کرنے والوں کا چہرہ لگا ہوا ہے لیکن درحقیقت یہ مختلف ممالک سے نوجوان عورتوں کو اغوا کر کے بڑے منظم طریقے سے دوسرے ملکوں میں فروخت کر دیتے تھے۔ پاکیشیا میں بھی وہ اس مذموم اور سنگین جرائم میں پوری طرح ملوث تھے۔

یہاں ان کے تین اڈے تھے جن پر دنیا بھر کے غنڈے اور بد معاش لوگ قابض تھے لیکن ان اڈوں کا اصل مقصد یہاں اغوا شدہ عورتوں کو اکٹھا کرنا اور دوسرے ملکوں میں فروخت کرنا ہوتا تھا۔ یہاں جب سٹیک کلرز کو اس مذموم کاروبار کا علم ہوا تو وہ حرکت میں آ گئے اور پھر بد معاشوں اور غنڈوں کو ایسا سبق پڑھا دیا گیا کہ شاید اس کا انہوں نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔ اغوا شدہ لڑکیوں کو چھڑوا کر ان کے گھروں تک پہنچا دیا گیا۔ اس کاروبار کے مکمل خاتمے کے لئے سٹیک کلرز نے عمران کی رہنمائی اور ٹائیگر کے تعاون سے

جملہ حقوق بحق ناشران محفوظ ہیں

اس ناول کے تمام نام مقام کردار واقعات اور پیش کردہ پھوٹو قلمی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزدی یا کئی مطابقت محض اتفاق ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز مصنف پر قلمی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشران ----- محمد ارسلان قوٹشی

----- محمد علی قوٹشی

ایڈیٹر ----- محمد اشرف قوٹشی

طابع ----- سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

Price Rs 140/-



ایک چور پی ملک میں کوہراں کے بیٹہ کوادر پر حملہ کر دیا۔ ایسے ہیڈ کوادر پر جسے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا اور کوہراں نے سٹیک کلرز کے خاتمے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ اپنے گروپس کو سامنے لایا گیا لیکن سٹیک کلرز کی پیش قدمی نہ روکی جاسکی۔

اس ناول میں قارئین کو وہ سب کچھ ملے گا جن کی وہ اپنے خطوط میں قربان کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ناول کے بارے میں اپنی آراء سے ضرور مطلع کریں گے۔ البتہ ناول پڑھنے سے پہلے چند خطوط اور ان کے جوابات بھی پڑھ لیں کیونکہ دلچسپی کے لحاظ سے یہ بھی کم نہیں ہیں۔

رحیم یار خان سے آصف اسد اللہ لکھتے ہیں کہ میں گذشتہ بیس سالوں سے آپ کے ناول پڑھ رہا ہوں۔ مجھے آپ کے ناول بیحد پسند ہیں اور اس طرح مجھے آپ سے ہمکلام ہونے کا شرف بھی حاصل ہو رہا ہے۔ آپ کی خرابی صحت کا علم ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔

محترم آصف اسد اللہ صاحب۔ خط لکھنے اور ناول بے حد پسند کرنے کا شکریہ۔ آپ نے مجھے جن دعاؤں سے نوازا ہے میں اس کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اسلام آباد سے غلام کبیر یا خان نیازی لکھتے ہیں۔ طویل عرصہ بعد آپ کو خط لکھ رہا ہوں کیونکہ میں اپنی بیوی کے ہمراہ عرصہ پر گیا

تو میں نے سوچا کہ اب ناول نہ پڑھے جائیں لیکن پھر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اور یہ سوچ کر کہ ناول پڑھنا تو کوئی گناہ نہیں ہے میں نے ناول پڑھنے شروع کر دیے اور آپ کا ناول سنگین جرم پڑھا جس میں نوجوان عورتوں کے انخوا اور پھر دوسرے ملکوں میں بیلای کے حقیقی سنگین جرم پر آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ واقعی قابلِ داد ہے۔ پڑھنے والوں کو حقیقتاً اس جرم کی شدت اور گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے لیکن اس سے کچھ عرصہ پہلے آپ نے اس موضوع پر ایک ناول 'بلیک کرائم' لکھا تھا وہ بھی پڑھا۔ شاندار ناول تھا۔ لیکن شاید یہ واحد موضوع ہے جس کی شدت کو سمجھتے ہوئے آپ نے اس پر دو ناول لکھے۔ امید ہے آپ جواب ضرور دیں گے۔

محترم غلام کبیر یا خان صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپ نے یقیناً اپنے طور پر سوچ لیا ہو گا کہ عمرہ سے واپس آنے کے بعد ناول نہ پڑھے جائیں۔

آپ کو میرے پہلے ناول سے لے کر آج تک ساڑھے چھ سو سے زائد لکھے گئے ناولوں میں نہ ہی کوئی فاشی ملے گی اور نہ ہی کوئی ایسی بات جس سے انسان گناہ گار ہوتا ہے۔ میرے ناولوں میں کردار کو بلند رکھنے کا غیر شعوری سبق ملتا ہے اور دلوں سے پیار اور محبت کے جذبات کے ساتھ ساتھ مسلسل محنت اور جدوجہد کا سبق ملتا ہے۔ اس طرح مسلسل پڑھنے والے قارئین جن میں ان پڑھ سے لے کر اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد، عورتیں اور نوجوان شامل ہیں میرے

ناولوں سے محبت کرتے ہیں۔ بے شمار افراد ایسے ہیں جو ناول خود نہیں پڑھ سکتے تو کسی پڑھنے والے کے ساتھ بیٹھ کر ناول سننے ہیں۔ لیکن ان میں سے بعض افراد نے میرے ناول پڑھنے کے لئے پڑھنا اور لکھنا سیکھا۔ ہزاروں نوجوانوں نے اچھے کردار کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو گندگیوں اور گناہوں سے دور رکھا۔ اسی طرح میرے ناول دینی مدارس کی لائبریریوں میں بھی رکھے جاتے ہیں۔ جہاں دینی تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان اور بزرگ باقاعدگی سے انہیں پڑھتے ہیں۔ ایک دینی مدرسے کے مبلغ نے مجھے بتایا کہ آپ کے ناولوں سے بھری ہوئی دو الماریاں میرے مدرسے کی لائبریری میں موجود ہیں البتہ ہم ان کے ٹائٹل پھاڑ کر علیحدہ کر دیتے ہیں کیونکہ ٹائٹل پر تصویریں ہوتی ہیں۔ آپ نے بڑا اچھا فیصلہ کیا کہ دوبارہ میرے قارئین کی صف میں شامل ہو گئے ہیں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام
مظہر کلیم ایم اے

سر عبدالرحمن اپنے آفس میں بیٹھے ایک ضروری قائل کے مطالعے میں مصروف تھے کہ بیرونی دروازے پر موجود پردہ ہٹا اور ان کا دیرینہ چڑا ہی امام الدین اندر داخل ہوا تو سر عبدالرحمن نے سر اٹھا کر اسے استہمامی نظروں سے دیکھا۔

”سلیمان حاضری چاہتا ہے صاحب“..... امام الدین نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”سلیمان۔ کون سلیمان“..... سر عبدالرحمن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”چھوٹے صاحب کا پادری سلیمان“..... امام الدین نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اسے کیا ہوا۔ بلاؤ اسے اندر“..... سر عبدالرحمن نے چونک کر کہا تو امام الدین سر ہلاتا ہوا مڑا اور آفس سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد پردہ ہٹا اور سلیمان اندر داخل ہوا۔ اس کے

B

چہرے پر گہری پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔ اس نے سر عبدالرحمن کو مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

"ولیکم السلام۔ کیا ہوا ہے سلیمان۔ خیریت تو ہے نا۔ عمران کہاں ہے؟" سر عبدالرحمن نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

"صاحب ٹھیک ہیں۔ میں ایک ذاتی پریشانی کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں بڑے صاحب۔ آپ کے علاوہ مجھے اور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔" سلیمان نے تقریباً دو دینے والے لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا ہے کرسی پر بیٹھو اور بتاؤ۔ میرے لئے جس طرح عمران ہے اسی طرح تم بھی ہو۔ بتاؤ کیا ہوا ہے اور اطمینان رکھو تمہارا کام میں ذاتی سمجھ کر کاؤں کا۔" سر عبدالرحمن نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تو سلیمان جو سر جھکائے کھڑا تھا آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ سر عبدالرحمن نے سامنے کھلی فائل بند کر کے اسے میز کی سائیڈ میں موجود نوکری میں رکھ دیا۔

"صاحب۔ میری شادی شدہ بڑی بہن فاخرہ پنڈ گھرام میں رہتی ہے۔ اس کی دو بڑیاں بیٹیاں ہیں۔ اس وقت وہ دونوں میٹرک میں پڑھ رہی ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہاں سے فون آیا ہے کہ اچانک دو بڑی بھیبوں میں سوار افراد نے میری بہن کے گھر پر حملہ کر دیا اور میری دونوں بھانجیوں کو زبردستی اغوا کرنے لگے۔ شور پر دیہاتی اکٹھے ہو گئے تو وہ صرف ایک کولے کر بھیبوں میں بیٹھ کر فرار ہو گئے۔ گاؤں سے قریب ہی تھانہ ہے وہاں جا کر میرے

9

بہنوئی اور اس کے رشتہ داروں نے ایف آئی آر کرائے اور پٹی کو برآمد کرنے کے لئے کہا تو پولیس نے انہیں ٹال دیا ہے۔ پولیس چاہتی تو ناک بندی کر کے بھروسوں کو گرفتار کر سکتی تھی لیکن انہوں نے ہماری رشوت طلب کی جو ہم نہ دے سکتے تھے۔ اس لئے وہ ہراساں کر رہے ہیں۔ میری بہن اور بھانجی کا رد و مدد کر برا حال ہے۔ مجھے کچھ دیر پہلے فون پر یہ سب کچھ بتایا گیا ہے۔ مجھے سوائے آپ کے کوئی نظر نہیں آیا اس لئے میں حاضر ہوا ہوں۔" سلیمان نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"دیہاتی، جھٹی کا چکر تو نہیں ہے؟" سر عبدالرحمن نے کہا۔

"نہیں جناب۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اغوا کرنے والے پینتیس اور شرٹوں میں لمبوس تھے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ شہری انداز میں ہاتھیں کر رہے تھے۔ دیہاتی لوگوں نے ان کو گھیرنا چاہا تو وہ قاتلنگ کرتے ہوئے میری بھانجی کو جپ میں ڈال کر لے گئے البتہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ جلدی کرو چیف ساگی نے حکم دیا ہے کہ دونوں لڑکیوں کو اغوا کیا جائے۔" سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"گاؤں کا نام مجھے لکھواؤ۔" سر عبدالرحمن نے سامنے موجود رائٹنگ پیڈ کو اٹھا کر سامنے رکھتے ہوئے کہا اور قلمدان سے پین نکال کر کھول لیا۔ سلیمان نے تفصیل بتاتی شروع کر دی۔ سر عبدالرحمن اس کی بتائی ہوئی ہاتھیں لوٹ کر رہے تھے۔

”ختم کر دے کر سلیمان۔ تمہاری بھانجی ہماری بھی بیٹی ہے۔ میں ابھی اس کی برآمدگی کا بندوبست کرتا ہوں۔“..... سر عبدالرحمن نے کہا اور انٹرکام کا ریسپورڈ اٹھا کر ایک ٹیبلٹ پر لیس کر دیا۔

”حکم سر“..... دوسری طرف سے لپا اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”آئی جی سے میری بات کراؤ۔ ابھی فوراً“..... سر عبدالرحمن نے کہا اور ریسپورڈ رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سر عبدالرحمن نے ریسپورڈ اٹھا لیا۔

”لیس“..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

”سر۔ آئی جی صاحب سے بات کریں۔ وہ لائن پر ہیں۔“..... اے کے لپا اے کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔ عبدالرحمن بول رہا ہوں“..... سر عبدالرحمن نے کہا۔

”سلام سر۔ میں آئی جی نوادش بول رہا ہوں۔ کوئی حکم سر۔“ دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”آئی جی صاحب۔ آپ کے ٹکڑے پولیس کو کیا ہو گیا ہے۔ کچلے عام گھروں میں گھس کر فوجوان بچیاں اٹھائی جا رہی ہیں اور پولیس والے الٹا رشوت طلب کرتے ہیں۔“..... سر عبدالرحمن نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سوری سر۔ مسئلہ کیا ہے؟“..... آئی جی نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا تو سر عبدالرحمن نے سلیمان کی بتائی ہوئی تفصیل بتا دی۔

”کون سی جگہ ہے سر؟“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو سر عبدالرحمن نے پیڈ پر نظریں جماتے ہوئے تفصیل بتا دی۔

”کون سا تھانہ لگتا ہے سر اس گاؤں کو؟“..... آئی جی نے پوچھا۔

”سلیمان۔ کون سا تھانہ لگتا ہے گاؤں کو؟“..... سر عبدالرحمن نے سامنے بیٹھے ہوئے سلیمان سے کہا تو سلیمان نے تھانے کا نام بتا دیا جو سر عبدالرحمن نے دہرا دیا۔

”آپ بے فکر رہیں سر۔ میں ابھی پورے ضلع کی تاکہ بندی کرا دیتا ہوں۔ ہم نیکی کو برآمد کر لیں گے اور متعلقہ پولیس افسران کو بھی غفلت کا بھرپور سبق دیا جائے گا۔“..... آئی جی نے کہا۔

”آئی جی صاحب۔ روایتی باتیں نہ کریں۔ مجھے دو گھنٹے کے اندر اپنی نیکی واپس چاہئے ورنہ میں پولیس ڈیپارٹمنٹ کو سیک کرا دوں گا۔“..... سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آپ بے فکر رہیں سر۔ میں روایتی باتیں نہیں کر رہا۔ کام ہو گا اور فوری ہو گا۔“..... دوسری طرف سے آئی جی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اور ہاں۔ اس واردات میں کوئی ساگی گروپ ملوث ہے جسے مجرم چیف ساگی کہہ رہے تھے۔“..... سر عبدالرحمن نے اس انداز میں کہا جیسے انہیں اچانک یاد آ گیا ہو۔

”لیس سر۔ یہ اہم پوائنٹ ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں جلد ہی آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔ اللہ حافظ۔“..... آئی جی نے کہا اور پھر

رابطہ ختم ہو گیا تو سر عبدالرحمن نے بھی رسیور رکھ دیا۔
 ”آپ کا شکریہ بڑے صاحب۔ آپ نے میرے لئے اتنا

کیا..... سلیمان نے کہا۔

”ایسی باتیں مت کیا کرو۔ میں اور میری بیگم دونوں تمہیں
 عمران سے کم نہیں سمجھتے۔ تم نے اس احمق اور لالو سے تو نہیں کہا وہ
 بس باتیں کرتا چلتا ہے۔“ سر عبدالرحمن نے کہا۔

”نہیں سر۔ وہ قلیٹ میں موجود نہیں تھے۔ کہیں گئے ہوئے

تھے..... سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آوارہ گردی کرتا پھر رہا ہوگا۔ سوائے آوارہ گردی کے اسے
 آتا ہی کیا ہے۔ ٹائٹس.....“ سر عبدالرحمن نے نوکری سے قائل
 نکال کر سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

”میں جاؤں بڑے صاحب.....“ سلیمان نے کہا۔

”نہیں۔ بیٹھو.....“ سر عبدالرحمن نے کہا اور پھر ان کے ڈور بل

کا بٹن پر پریس کرنے پر امام الدین پردہ ہٹا کر امداد آ گیا۔

”سلیمان کے لئے ایک بوتل لے آؤ.....“ سر عبدالرحمن نے

کہا۔

”نہیں سر.....“ امام الدین نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

”بوتل پی کے بے شک چلے جاتا اور ایک دو گھنٹوں میں ضرور

بہتری کی اطلاع آئے گی تو میں تمہیں تمہارے قلیٹ پر اطلاع دے

دے دے گا۔“

دے دینا.....“ سر عبدالرحمن نے کہا۔

”جی بڑے صاحب.....“ سلیمان نے کہا۔ اسی لمحے امام الدین
 اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں مشروب کی ایک بوتل موجود تھی
 جس میں سٹرا بھی موجود تھا۔ اس نے بوتل سلیمان کے ہاتھ میں
 دے دی۔

”امام الدین.....“ سر عبدالرحمن نے کہا۔

”جی صاحب.....“ امام الدین نے چمک کر کہا۔

”ڈرامیور کو کہہ دو کہ سلیمان کو اس کے قلیٹ پر چھوڑ کر آئے۔“
 سر عبدالرحمن نے کہا۔

”جی صاحب.....“ امام الدین نے کہا اور مڑ کر آفس سے باہر
 چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سلیمان بھی اجازت لے کر آفس سے باہر آ
 گیا اور پھر سرکاری کار میں بیٹھ کر وہ واپس قلیٹ پر پہنچا تو یہ دیکھ کر
 چمک پڑا کہ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اس
 دوران عمران واپس آ چکا تھا۔ اس نے کال تیل کا بٹن پر پریس کر
 دیا۔

”کون ہے.....“ تھوڑی دیر بعد اندر سے عمران کی آواز سنائی
 دی۔

”سلیمان ہوں صاحب.....“ سلیمان نے جواب دیا تو دروازہ
 کھلا اور عمران، سلیمان کو دیکھ کر چمک پڑا۔

”کیا ہوا ہے تمہیں۔ کہاں گئے تھے۔ اس وقت تو تمہارا باہر

جانے کا وقت نہ تھا اور تمہارے چہرے پر بارہ کیوں بچ رہے ہیں؟..... عمران نے کہا اور واپس سٹنگ روم کی طرف مڑ گیا۔ سلیمان بھی دروازہ بند کر کے سٹنگ روم میں آ گیا اور اس نے تمام تفصیل اسے بتا دی۔

”اوہ۔ ویری سیڈ۔ پھر تم کہاں گئے تھے؟..... عمران نے کہا۔“
”میں بڑے صاحب کے پاس گیا تھا۔ انہوں نے آئی جی کو فون کر کے حکم دیا ہے کہ فوری پٹی کو برآمد کرایا جائے۔ انہوں نے مجھے ہتھ پلائی۔ اپنا کام چھوڑ کر میرے لئے فون کیا۔ مجھے اپنی سرکاری کار میں یہاں فلیٹ پر پہنچایا۔ وہ واقعی بڑے دل کے بڑے صاحب ہیں؟..... سلیمان نے غلوں بھرے لہجے میں کہا۔“
”ساگی کون ہے ٹائیگر سے معلوم کرنا چاہئے؟..... عمران نے کہا اور فون کا ریسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پرپس کرنے شروع کر دیے۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں ہاں؟..... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔ عمران نے ٹائیگر کے سیل فون کا نمبر پرپس کیا تھا۔

”ٹائیگر۔ کوئی ساگی ہے جس کے آدمی جبرا لڑکیاں ان کے گھروں سے اغوا کرتے ہیں۔ کیا تم اس کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟..... عمران نے کہا۔

”مجھے معلوم تو نہیں ہے لیکن تفصیل بتا دیں تو میں اسے پولیس کر

لوں گا۔“..... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے سلیمان کی ہانگی کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔

”اوہ۔ ویری سیڈ۔ یہ تو ظلم ہے میں اسے زمین کی آخری تہ سے بھی برآمد کر لاؤں گا۔“..... ٹائیگر نے کہا۔

”جلدی اسے تلاش کرو؟..... عمران نے حکمانہ لہجے میں کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

”میں اپنی بہن کے مگر فون کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس سے مزید صورتحال معلوم ہو سکے؟..... سلیمان نے کہا۔

”ہاں ہاں ضرور کرو۔ بیٹھ جاؤ؟..... عمران نے کہا تو سلیمان سائیڈ پر ہو کر کالین پر بیٹھ گیا اور فون کا ریسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پرپس کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے خود ہی لاؤڈر کا بٹن بھی پرپس کر دیا تاکہ دوسری طرف سے جو کچھ کہا جائے وہ عمران بھی سن لے۔

”ہیلو افضل بول رہا ہوں؟..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”سلیمان بول رہا ہوں مہر افضل۔ کیا ہوا فرخندہ کا؟۔ سلیمان نے ڈرتے ڈرتے لہجے میں کہا۔

”تم نے تو کمال کر دیا سلیمان۔ تمہارا اتنا رعب ہو گا ہمیں تصور تک نہ تھا۔ یہاں تو ہمارے گاؤں میں پورا پولیس ڈیپارٹمنٹ بکچ گیا ہے۔ ڈی ایس پی، ایس پی، ایس ایس پی، ڈی آئی جی،

چیز میں دلچسپی نہیں محسوس کرتا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”علی عمران بول رہا ہوں۔۔۔۔۔“ عمران نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ واقعی خشک تھا۔ اسے شاید ہنستا تو ایک طرف مسکراتا بھی بھول گیا تھا۔

”عبدالرحمن بول رہا ہوں۔ سلیمان کہاں ہے؟“۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے سر عبدالرحمن کی آواز سنائی دی۔

”موجود ہے ڈیڈی۔ یہ لیں بات کریں۔“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور سلیمان کی طرف بڑھا دیا اور ساتھ ہی دوسرے ہاتھ سے لاؤڈار کا جین بھی پریس کر دیا۔

”سلیمان بول رہا ہوں بڑے صاحب۔“۔۔۔۔۔ سلیمان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”مبارک ہو۔ پولیس نے ہنگی برآمد کر لی ہے۔ اصل مجرم ساگی اپنے ساتھیوں سمیت کافرستان فرار ہو گیا لیکن اس کے آٹھ ساتھی پولیس مقابلے میں مارے گئے ہیں اور تمہاری بھانجی کے ساتھ آٹھ اور اغوا شدہ لڑکیاں ملی ہیں اور ہاں پولیس نے یہ بھی معلوم کر لیا ہے کہ تمہاری بہن کے ہمسائے کا ایک لوٹر بیٹا ہے روٹن۔ اس نے دونوں لڑکیوں کے بارے میں ساگی کو اطلاع دی تھی۔ ساگی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ بین الاقوامی انسانی سمگلروں کے گینگ سے تعلق رکھتا ہے۔ بہر حال یہ پولیس کا کام ہے کہ اس کے خلاف

حتیٰ کہ سب سے بڑا انسرا آئی جی خود یہاں پہنچ گیا۔ ایس ایچ او سمیت پورے تھانے کے عملے کو معطل کر کے لائن حاضر کر دیا۔ پورے ضلع کی ٹاکہ بندی کر دی گئی ہے اور اب جلد ہی ہماری ہنگی واپس مل جائے گی۔“۔۔۔۔۔ مہر افضل نے جواب دیا۔

”یہ میرا رعب نہیں بڑے صاحب کا رعب ہے۔ انہوں نے براہ راست آئی جی صاحب کو فون کر کے دیا ڈالا ورت پورے پولیس لیپارٹمنٹ کو سپیڈ کرنے کی دھمکی دی تھی۔“۔۔۔۔۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ہاں بڑے صاحب کی بہت مہربانی ہے کہ اپنے ملازم کے لئے اتنا کچھ کر رہے ہیں۔“۔۔۔۔۔ مہر افضل نے کہا۔

”وہ ملازموں کو ملازم نہیں اپنے بچوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ میں کچھ دیر بعد دوبارہ فون کروں گا۔“۔۔۔۔۔ سلیمان نے کہا اور رسیور دکھ دیا۔

”مجھے یقین ہے کہ پولیس اسے ڈھونڈ نکالے گی۔ پولیس کو ہر مجرم کے بارے میں پوری معلومات ہوتی ہیں۔ صرف وہ کام نہیں کرتی۔“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اللہ کرے ایسا ہی ہو۔“۔۔۔۔۔ سلیمان نے کہا اور آٹھ کھڑا ہوا۔

”کہاں جا رہے ہو؟“۔۔۔۔۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”آپ کے لئے چائے بنا کر لاتا ہوں۔“۔۔۔۔۔ سلیمان نے کہا۔

”ارے نہیں۔ جب تک اچھی اطلاع نہ آ جائے میرا دل کسی

کا دردناک کرے۔ ہمیں مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کی اور بچی
سج سلامت اور باعزت انعام میں واپس آگئی۔۔۔۔۔ سر عبدالرحمن
نے سرست بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ سب آپ کی مہربانی ہے بڑے صاحب درد پولیس والے
تو ہماری بات تک نہ سن رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا
دے گا۔۔۔۔۔ سلیمان نے کہا۔

”میں مہربانی کی کوئی بات نہیں یہ میرا فرض تھا۔ اللہ حافظ۔
سر عبدالرحمن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سلیمان
نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر نمبر پرپس کرتے
شروع کر دیے۔

”مہر الغزل بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے مرادہ آواز
سنائی دی۔

”سلیمان بول رہا ہوں مہر الغزل۔ بڑے صاحب نے بتایا ہے
کہ بچی برآمد کر لی گئی ہے۔۔۔۔۔ سلیمان نے کہا۔

”ہاں۔ مبارک ہو۔ یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ تمہاری
بہن اور ہم سب تم سے خوش ہیں۔ پولیس والے بچی پہنچا گئے
ہیں۔۔۔۔۔ مہر الغزل نے کہا۔

”یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ میری طرف سے سب کو مبارک
باد اور سلام کہہ دیتا۔۔۔۔۔ سلیمان نے سرست بھرے لہجے میں کہا اور
ریسور رکھ دیا۔

”مبارک ہو سلیمان۔ اللہ تعالیٰ نے واقعی کرم کر دیا ہے لیکن یہ
بین الاقوامی گینگ کے انسانی سنگڑ اس طرح کے کام بڑے دھڑلے
سے یہاں کرتے پھر رہے ہیں اور کوئی ان کے خلاف کارروائی نہیں
کرتا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ سلیمان اس کی
بات کا جواب دیتا فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو عمران نے
ریسور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

”علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)۔۔۔۔۔ عمران
نے دوبارہ اپنے ٹریک پر آتے ہوئے کہا۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں ہاس۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ٹائیگر کی
آواز سنائی دی۔

”ہاں ٹائیگر۔ اس ساگی کے بارے میں کیا معلوم ہوا ہے۔
عمران نے کہا۔

”ہاس۔ پولیس نے اس کے اڈے پر چھاپہ مارا ہے وہ خود تو
وہاں سے نہیں ملا البتہ اس کے آٹھ ساتھیوں کو مقابلے میں ہلاک کر
دیا گیا ہے۔ وہاں سے انخوا شدہ لڑکیاں بھی پولیس کو ملی ہیں۔
ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ ابھی ڈیڈی نے بھی فون کر کے سلیمان کو یہ سرست
بھری خبر دی ہے اور ساتھ ہی مبارک باد بھی دی ہے۔ انہوں نے
بتایا ہے ساگی اپنے کئی ساتھیوں سمیت کافرستان فرار ہو گیا ہے اور
اس کا تعلق ایک بین الاقوامی انسانی سنگڑوں کے گینگ سے ہے۔

تم اس کے بارے میں مزید انکوائری کرو۔ ایسے لوگ دہریے
 ساپوں سے بھی زیادہ معاشرے کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ان کا سر
 جس قدر جلد کچلا جائے اتنا ہی بہتر ہے۔۔۔ عمران نے کہا۔
 "لیس ہاس"۔۔۔ دوسری طرف سے ٹائیگر نے کہا تو عمران نے
 رستہ روک دیا۔

رانا ہانس کے وسیع و عریض برآمدے میں کرسیاں ڈالے
 جوزف اور جانا بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں کی کرسیوں کے ساتھ
 چھوٹی میز پر پڑی ہوئی تھیں جن پر ٹاشٹے کا سامان اور اخبار پڑا
 ہوا تھا۔

"یہ کیا زندگی ہے جوزف۔ تمہیں اور مجھے بھانے کس جرم کی سزا
 مل رہی ہے کہ ہم پوری دنیا سے لائق ہو کر اکیلے پڑے ہیں۔
 اب تو دس پندرہ دن سے پہلے ماسٹر بھی ادھر نہیں آتے۔" اچانک
 جانا نے کہا تو ساتھ بیٹھا ہوا جوزف بے اختیار ہنس پڑا۔ اسے ہنسنے
 دیکھ کر جانا کے چہرے پر طعنے کے تاثرات ابھر آئے۔
 "تم ہنس رہے ہو کیوں؟۔۔۔ جانا نے غصیلے لہجے میں فرماتے
 ہوئے کہا۔

"تم پر پھر اکیلے ہن کا دورہ پڑا ہے۔ اچھے بھلے بیٹھے ہوتے ہو
 کہ بھانے تمہیں کیا ہو جاتا ہے؟۔۔۔ جوزف نے سمجیدہ لہجے میں

کہا۔
 ”تمہیں احساس نہیں ہوتا اکیلے پن کا۔۔۔۔۔ جانا نے کہا۔
 ”کتنی بار بتایا ہے میں نے تمہیں کہ تمہارے آنے سے پہلے
 میں بالکل اکیلا رہتا تھا۔ پھر تم آ گئے اور ہم دونوں یہاں رہ رہے
 ہیں اور آقا کے حکم کی تعمیل غلام کا فرض ہوتا ہے۔ اس میں رونا کس
 بات کا۔۔۔۔۔ جوزف نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ”کیا مطلب ہوا۔ مجھے ذرا آسان زبان میں سمجھاؤ۔۔۔۔۔ جانا
 نے کہا تو جوزف ایک بار پھر نہیں پڑا۔
 ”میں نے افریقی زبان تو نہیں بولی کہ تمہیں سمجھ نہیں آ سکی۔
 سیدھی سی بات ہے عمران صاحب میرے آقا ہیں اور میں ان کا
 غلام۔ انہوں نے مجھے یہاں رہنے کا حکم دیا ہے اور میں ان کے حکم
 کی تعمیل کر رہا ہوں۔ اگر وہ مجھے حکم دیں کہ جا کر سڑک کے
 درمیان کھڑے ہو جاؤ تو میں وہاں جا کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ میری
 ڈیوٹی آقا کی غلامی ہے۔۔۔۔۔ جوزف نے کہا۔
 ”لیکن میں تو غلام نہیں ہوں۔۔۔۔۔ جانا نے احتجاجی لہجے میں
 کہا۔
 ”تم ہاس کو ماسٹر کہتے ہو یا نہیں۔ اس کا کیا مطلب ہوا۔ ماسٹر
 آقا کو کہا جاتا ہے نہ کہ غلام کو۔۔۔۔۔ جوزف نے کہا تو جانا نے بے
 اختیار ایک طویل سانس لیا۔
 ”گڈ۔ تمہاری دلیل نے مجھے لاجواب کر دیا ہے لیکن یہاں

آنے سے پہلے میں نے پوری زندگی انتہائی گھما گھمی میں گزاری
 ہے۔ اب تو یوں لگتا ہے جیسے میں کسی قبرستان کا مجاور ہوں۔۔۔۔۔ جانا
 نے کہا۔
 ”میں ہاس سے بات کرتا ہوں۔ تمہارا یہ ڈپریشن کا دورہ وہی
 ختم کر سکتے ہیں ورنہ پھر دیوار میں ٹکریں مارنے کے سوا اور کچھ نہیں
 کر سکتا۔۔۔۔۔ جوزف نے کہا اور ہاس پڑی چھوٹی میز پر موجود فون
 کا ریسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پرپس کرنے شروع کر دیئے۔ جانا
 خاموش بیٹھا رہا۔
 ”علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا
 ہوں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے عمران کی واضح آواز سنائی دی۔ یقیناً
 جوزف نے خود ہی لاؤڈار کا ہنر بھی پرپس کر دیا تھا۔
 ”جوزف بول رہا ہوں ہاس رانا ہاؤس سے۔۔۔۔۔ جوزف نے
 انتہائی سؤدھانہ لہجے میں کہا۔
 ”کوئی خاص بات جوزف۔ کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ
 لہجے میں کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جوزف بغیر انتہائی ضرورت کے
 فون نہیں کرتا تھا۔
 ”ہاس۔ جانا کو پھر ڈپریشن کا شدید دورہ پڑا ہے۔ وہ کسی
 پھنسی ہوئی کونج کی طرح بیٹھا رہ رہا ہے کہ اسے اکیلا چھوڑ دیا گیا
 ہے ورنہ یہاں آنے سے پہلے وہ بے حد گھما گھمی میں رہنے کا عادی
 تھا اور ہاس وہ آپ کے بارے میں بھی گلہ کر رہا ہے کہ آپ نے

بھی رانا ہاؤس آنا چھوڑ دیا ہے۔۔۔۔۔ جوزف نے جہانا کی طرف دیکھتے ہوئے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”اس کا دورہ درست ہے۔ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ بھی درست ہے۔ اس سے پوچھو کہ اگر وہ واپس انگریزیا جانا چاہتا ہے تو میں اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں بننا چاہتا۔ اسے انگریزیا جانے اور وہاں ایلی جسٹ ہونے کے تمام اخراجات بھی میں ادا کروں گا لیکن اگر کچھ عرصے بعد وہ واپس آنا چاہے گا تو پھر واپس ناممکن ہوگی۔ دوسری صورت میں تم دونوں ایسی مصروفیات ڈھونڈ لو جس سے ڈپریشن کا خاتمہ ہو سکے۔ ہاں تم دونوں نے ایک تنظیم بنائی ہوئی تھی سٹیک بکروز۔ ٹائیکر بھی تمہارا ساتھی تھا۔ اس تنظیم کو تم نے ختم کر دیا حالانکہ تمہارے کہنے پر میں نے سر سلطان سے کہہ کر اسے باقاعدہ سرکاری تنظیم قرار دلوا دیا تھا۔ معاشرہ میں نہ صرف سانچوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے بلکہ وہ زیادہ بڑے اور زیادہ ڈپریشن ہوتے جا رہے ہیں اور ہمارے ملک میں ان کو کچلنے والے ادارے جیسے پولیس اور آئیلی جنس ہے بھگ بی کر سو رہے ہیں۔ بے چارے سلیمان کے ساتھ ایک البیہ ہوا۔ اگر وہ ڈیلی کے پاس نہ پہنچ جاتا اور ڈیلی آئی جی پولیس کو سختی سے حکم نہ دے دیتے تو اس کی بھانجی اس طرح واپس برآمد نہ ہوتی لیکن ہر شخص تو ایسی اپدوخت نہیں دیکھتا۔ وہ تو بے چارہ باقی زندگی رو رو کر ہی گزارتا ہوگا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ کیا ہوا ہے سلیمان کے ساتھ۔۔۔۔۔ جوزف نے پوچھا تو جہانا بھی چونک پڑا۔ جواب میں عمران نے انہیں تفصیل بتا دی۔

”اوہ۔ اوہ ہاں۔ آپ درست کہہ رہے ہیں۔ ہمیں ان ڈپریشن سانچوں کا سر کھٹنا چاہئے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جہانا اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکتا۔ یہ ایک آدمی کو ہلاک کرنے کے لئے کلب کے ہال میں بیٹھے تمام افراد کو مشین گن سے ہلاک کر دیتا ہے جس پر حکومت، پولیس، میڈیا سب چیخ مچتے ہیں۔۔۔۔۔ جوزف نے کہا۔

”وہ شروع شروع کی بات تھی اب جہانا پہلے سے زیادہ سمجھ دار ہے۔ پھر تم جیسی ٹیم بریکیں اس کے ساتھ ہیں اور سنو میں تمہاری کال آنے سے پہلے سوچ رہا تھا کہ ان کے خلاف فور سٹارز کو حرکت میں لاؤں لیکن اب تمہاری بات سن کر مجھے خیال آیا ہے کہ یہ تمہارے لئے بہترین کام ہے اور صرف اس سانگی کو ہلاک کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا اس کی جگہ کوئی اور سانگی پا پاگی آ جائے گا اس پر دے ریکٹ کا خاتمہ ہونا چاہئے اس کے لئے چاہے تمہیں انگریزیا جانا پڑے یا یورپ۔ خرچہ چیف کا ہوگا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ماسٹر۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں ان سب کا خاتمہ کر کے دم لوں گا۔۔۔۔۔ جہانا نے جوزف کے ہاتھ سے ٹون کا دستار لیتے ہوئے کہا۔

”جوزف کو کہہ کر ٹائیکر کو وہاں کال کر کے بلا لو۔ وہ بھی سٹیک

بھگد میں جوزف اور تمہارے ماتحت کے طور پر شامل ہے۔ اسے کہو کہ وہ تمہیں ساکنی کو تلاش کرنے میں مدد دے۔ اس ساکنی سے اس کے تمام ریکٹ کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور پھر ان سب کا خاتمہ کرو اور انہو شدہ لڑکیوں کو واپس ان کے گھروں یا متعلقہ پولیس اسٹیشنوں پر پہنچا دو پھر آگے بڑھو۔ مجھے ساتھ ساتھ حالات بتا دینا۔ ڈس بچ گڈ ٹک۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جوزف نے بھی رسیور دکھ دیا۔

”ماسٹر کی مہربانی اور تمہاری بھی۔ چلو اب زیادہ نہ سکی کم سکی کچھ تو حرکت ہوگی۔ اب ساکنی کو تلاش کرنا ہے ٹائیگر کو کال کرو۔“ جونا نے سرت بھرے لہجے میں کہا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ایک بار پھر فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پرپس کرنے شروع کر دیے۔ وہ ٹائیگر کے سیل فون کے نمبر پرپس کر رہا تھا۔

”پس۔ ٹائیگر بول رہا ہوں جوزف۔ غیریت کیسے کال کی ہے۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔“

”ٹائیگر۔ پاس عمران نے سٹیک بھگد کو ایک ٹاسک دیا ہے۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ انسانی سنگروں کا خاتمہ سٹیک بھگد کرے گی اور ٹائیگر تم بھی اس کے رکن ہو اس لئے میں تمہیں کال کر رہا ہوں۔ تم رانا ہاؤس آ جاؤ تاکہ تم سے تفصیلی بات چیت کرنے کے بعد ہم اس کیس کو باقاعدہ اوپن کر سکیں۔“ جوزف نے کہا۔

”اس کا چیف تو جونا ہے۔ مجھے یاد ہے میں پہلے بھی سٹیک بھگد کا نمبر دیا ہوں اور اب بھی تیار ہوں۔ ٹھیک ہے۔ میں آدھے گھنٹے میں پہنچ رہا ہوں۔“۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”اوکے۔“۔۔۔۔۔ جوزف نے کہا اور رسیور دکھ دیا۔

”ماسٹر نے کمال کر دیا ہے۔ پوری دنیا میں ان سانپوں کا پتہ چا کرنے اور انہیں ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔“۔۔۔۔۔ جونا نے کہا۔

”وہ اس بین الاقوامی گینگ کے بڑوں کا خاتمہ چاہتے ہیں ٹاپ کے بڑوں کا۔ عام ہدمعاثوں کا نہیں تاکہ یہ ہیٹ ورک مکمل طور پر ختم ہو جائے۔“۔۔۔۔۔ جوزف نے کہا۔

”تم تو ایسے ہاتھ کر رہے ہو جیسے تم ماسٹر سے بھی زیادہ تربیت یافتہ ایجنٹ ہو۔ کیا افریقہ میں بھی سیکرٹ سروں ہوتی ہے۔“۔۔۔۔۔ جونا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو جوزف بے اختیار ہنس پڑا۔

”میں نے پہلے بھی تمہیں بتایا تھا کہ غلام کا کام آقا کی بیروی کرنا ہے۔ آقا کیسے سوچتا ہے، کس انداز میں سوچتا ہے، کیا سوچتا ہے اور کیوں سوچتا ہے، اس پر غلام غور کرتا ہے اور پھر آقا کی بیروی کرتا ہے۔ اسی طرح آقا اپنے کام کس طرح انجام دیتا ہے غلام نے اس کی بیروی کرنی ہے۔ سلیمان کو دیکھو آقا کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ سوچنے اور بات کرنے میں آقا سے بھی دو قدم آگے ہے۔“۔۔۔۔۔ جوزف نے کہا تو جونا نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹائیگر وہاں پہنچ گیا اور تینوں نے

بیٹھ کر ہاتھوں میں اس سلسلے میں کانٹھیں کی۔
 "ماٹرنے حکم دیا ہے کہ پہلے کوئی ساگی ہے اس کا اڈہ اور گروہ
 ختم کیا جائے اس لئے باقی ساری باتیں بعد میں دیکھیں گے پہلے
 اس ساگی کا خاتمہ کرنا ہے۔۔۔۔۔ جھانٹنے کہا۔
 "ویسے ساگی کا نام سنیک سے کس قدر ملتا ہے۔ ساگی اپنے
 آٹھ ساتھیوں کے ساتھ کافرستان فرار ہو گیا ہے اور وہ اس وقت
 واپس آئے گا جب پولیس سب روایت کچھ عرصہ بعد ٹھنڈی پڑ
 جائے گی۔ سلیمان کے کہنے پر عمران صاحب کے ڈیڑی نے آئی جی
 کو جو دھمکی دی تھی کہ اس سمیت پورے پولیس ڈیپارٹمنٹ کو سیک
 کر دیا جائے گا اس نے آئی جی سمیت اس بار پولیس ڈیپارٹمنٹ کو
 ہلاک کر رکھ دیا ہے ورنہ پولیس تو لاکھوں روپے رشوت لیتی ہے اور
 پھر بھی آدھا کام کرتی ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔
 "یہ سیک کر دینے کا کیا مطلب ہوا ٹائیگر۔۔۔۔۔ جوزف نے
 کہا۔

"سیک کرنے کا مطلب ہے کہ بھڑی میں بند کر دیا جائے گا
 اور آئی جی کو معلوم ہے کہ سیکرٹری داخلہ سردار اش حسین، سردار رحمن
 کا کہا کبھی ہال ہی نہیں سکتا۔ اس لئے تمام بڑے پولیس افسر واقعی
 سیک کر دیئے جاتے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
 "ٹائیگر۔ یہ ساگی کافرستان میں کہاں گیا ہے اور کس راستے
 سے گیا ہے یہ تو معلوم کرو کیونکہ ہم یہاں بیٹھ کر اس کا انتظار نہیں

کر سکتے۔ ہمیں پوری دنیا میں جانے کی ہاس نے اجازت دی ہے
 اس لئے ہم کافرستان جا کر اس کا سر کچل دیں گے۔۔۔۔۔ جوزف
 نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں نے بھی اس سلسلے میں معلومات حاصل کر لی
 ہیں کیونکہ عمران صاحب سے اجازت لے کر میں خود اس کی سرکوبی
 کرتا چاہتا تھا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"کیا تفصیل ہے۔۔۔۔۔ جوزف اور جونا دونوں نے اشتیاق
 بھرے لہجے میں کہا۔

"راجستھان، پاکیشیا سے ملحقہ ایک بڑا علاقہ ہے جہاں
 ریگستان اور پہاڑیاں ہیں۔ راجستھان کے لوگ بے حد بہادر
 ہوتے ہیں اور وہ نوائی کے خلاف ہمیشہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں لیکن
 اب یہ بات پرانی ہو چکی ہے۔ اب آدھے سے زیادہ راجستھان کی
 آبادی بدعاشوں، سنگروں اور مجرموں پر مشتمل ہے۔ بہر حال
 راجستھان کا ایک بڑا شہر ہے جسے پراگنا کہا جاتا ہے۔ پراگنا ایک
 گنجان آباد اور خاصا وسیع شہر ہے۔ وہاں سیاحوں کے لئے کلب،
 جوئے خانے، شراب خانے، ہوٹل سب کچھ خاص تعداد میں اس
 لئے موجود ہے کہ پراگنا کے نواح میں ریت میں پہاڑیوں کی
 صورت میں کافرستان کے قدیم ترین آثار قدیمہ ہیں جس کے
 بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کافرستان کے سب سے بڑے راجا
 کبیر راجیت کے دور کے ہیں جس کے نام سے ہجری سال بھی چل

رہا ہے۔ یہ ہمارے ہاں جو دسکی مہینے ہیں جن مہینوں کو دیکھ کر
فضلیں کاشت کی جاتی ہیں جیسے ہار، جیساکہ، سادون، بھادوں وغیرہ
یہ بکری مہینے ہیں اور بکری سال بھی اس طرح ساتھ ساتھ چلتا ہے
جیسے ہمارے ہاں بھری اور بیسوی سال چلتے ہیں۔ یہ دور دور تک
پہلے ہوئے آثار قدیمہ تمام دنیا کے سیاحوں کے لئے اس قدر کشش
رکھتے ہیں کہ پراگنا میں ہر وقت جیسے سیاحوں کا میلہ لگا رہتا ہے
اور خاص طور پر سردیوں میں رش بڑھ جاتا ہے۔ پراگنا کے نواح
میں ایک علاقہ ہے جس کا نام سادھن ہے۔ یہاں ایک بہت بڑی
قدیم دور کی حویلی ہے۔ اس حویلی کو گھاچو چوپال کہا جاتا ہے۔ یہ
حویلی پہلے کسی سادھو کے نام سے منسوب تھی اور سادھو کا ذریعہ کھلائی
تھی اس کے بعد طویل عرصہ تک یہ حویلی راجستھان کی ایک بڑی
سیاسی شخصیت کی ملکیت رہی۔ اس اہم شخصیت سے یہ حویلی ایک
مقامی بدعاش کو چو کو ختم کر دی گئی۔ کس طرح اس کے نام ہوئی
اس کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں۔ اس کا موجودہ مالک اس
بدعاش گھاچو کا بیٹا چنڈت لال ہے۔ اسے سب چنڈت کہتے ہیں۔
اس نے اس حویلی کو پوری دنیا کے بدعاشوں، سنگروں اور عیسویوں
کا وی آئی لی ہوٹل بنا دیا ہے۔ وہ ان سے ہماری رقمات اس
حویلی میں رہائش پذیر افراد سے بطور کرایہ وصول کرتا ہے۔ وہاں
بے شمار مسلح افراد ان کی حفاظت کے لئے موجود رہتے ہیں۔ یہ جگہ
پوری دنیا میں سب سے محفوظ سمجھی جاتی ہے۔ پولیس، فوج اور کوئی

سرکاری ادارہ ادھر نہ بھی مار سکتا۔ یہ چنڈت ہماری رقم لے کر
ہر ایسے بدعاش، سنگر اور اعلیٰ سطح کے مجرم کو جسے کسی سے کوئی خطرہ
ہو پتہ دے دیتا ہے اور ساگی اور اس کے آٹھ ساتھی بھی گھاچو
چوپال میں موجود ہیں یہ بات حتمی ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے تفصیل سے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے اس بارے میں ایسے معلومات حاصل کی ہیں جیسے تم
نے اس سادھو کے ذریعے پر کتاب لکھی ہو۔۔۔۔۔ جہان نے سکرانے
ہوئے کہا۔

”میں جب فرینک کا کام کرتا ہوں تو اسی طرح تفصیلی معلومات
حاصل کرتا ہوں۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا تو جہان نے اثبات میں سر ہلا
دیا۔

”اچھا۔ ہم نے تو بہر حال ساگی اور اس کے ساتھیوں کے
خلاف آپریشن کرنا ہے۔ ہم اس آلے میں کیسے داخل ہوں گے یا
انہیں کیسے باہر نکالیں گے۔ کیا کرنا چاہئے ہمیں۔۔۔۔۔ جوزف نے
کہا۔

”دیکھنا کیا ہے۔ میزائل گنیں لے کر تین اطراف سے اندر داخل
ہوں گے اور پوری حویلی کو اڑا دیں گے۔ ساگی اور اس کے ساتھی
اگر سانپ ہیں تو وہاں موجود ہر آدمی اپنے علاقے کا لہر بلا سانپ
ہے۔۔۔۔۔ جہان نے کہا۔

”نہیں۔ وہاں کا ماحول ایسا نہیں ہے جیسا تم سمجھ رہے ہو۔

وہاں چاروں طرف چمک پھیلی ہیں۔ اصل حویلی کافی فاصلے پر ہے اور وہاں کچھنے کے لئے ان چمک پھیلنے والی چیزوں میں سے کسی نہ کسی کو بہر حال کراس کرنا پڑے گا اور یہاں چمکنے بھی ہوتی ہے اور آنے والے کے بارے میں پوری تفصیل آگے بھیجی جاتی ہے۔ وہاں سے اگر لیں کہا جائے تو آنے والوں کو اندر جانے دیا جاتا ہے ورنہ نہیں۔ اگر ہم نے زبردستی اندر داخل ہونے کی کوشش کی تو پھر وہاں ہر طرف موجود مسلح افراد ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ ٹائیگر نے کہا۔

”ہم اس چمک پوسٹ پر بے ہوش کر دینے والی گیس کے کپسول کاڑھ کر کے انہیں ہلاک کر دیں گے پھر اندر داخل ہو جائیں گے۔“ جوزف نے کہا۔

”میرا ایک آئیڈیا ہے۔ یہ آپ دونوں سن لیں اس کے بعد فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں ہاں۔“ جوزف اور جونا دونوں نے ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہاں انڈر ورلڈ میں ایک گروپ ہے جس کا نام راجا گروپ ہے۔ یہ گروپ پاکیشیا اور کافرستان کے درمیان جنس کی سرنگ کی ادھیچے بنانے پر دھندا کرتے ہیں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”جنس کا مطلب کیس؟“ جونا نے چونک کر کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

”جنس یعنی راشن میں گندم، چنا، چاول، مکئی وغیرہ شامل ہیں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”اوہ اچھا ٹھیک ہے۔“ جونا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”راجا گروپ کے اس پنڈت لال سے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ راجا گروپ کا سرغنہ مہرا اکبر نام کا ایک آدمی ہے۔ وہ پنڈت کے پاس آتا جاتا رہتا ہے۔ یہی وہ واحد آدمی ہے جو وہاں آتا جاتا رہتا ہے اور یہی راجا گروپ کا سرغنہ مہرا ایک معاملے میں ممنون احسان ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا تم نے کسی جرم میں اس کا ساتھ دیا تھا یا اس کے کسی جرم کو چھپایا تھا؟“ جوزف نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”وہی کوئی بات نہیں ہے جوزف۔ یہ مہرا اکبر اگلی جنس خریدتا ہے۔ اس طرح اسے بہت سستی مل جاتی ہے جسے وہ کافرستان میں منگلی بیچتا ہے۔ اس طرح وہ کافرستان سے پاکیشیا اور پاکیشیا سے کافرستان اجناس بھجواتا رہتا ہے۔ ایک بار اس نے بہت بھاری مقدار میں جنس خریدی۔ یہ سوا انڈر ورلڈ کے ایک آدمی سے ہوا جس نے ایک سال پہلے یہ جنس خرید کی تھی لیکن شاید کس وجہ سے وہ اسے سمگل نہ کر سکا اور دوسرا سال آگیا۔ اس نے یہ جنس مہرا اکبر کو فروخت کر دی۔ میں ایک بار اپنے ایک معاملے کے سلسلے میں اس آدمی کے ساتھ کام کر چکا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ تمام جنس

غراب ہے صرف چند پوریاں درست ہیں۔ میں نے یہ بات میرا اکبر کو بتا دی۔ اس نے جا کر چیکنگ کی تو میری بات درست ثابت ہوئی اور میرا اکبر بہت بڑے خسارے سے میری وجہ سے بچ گیا۔ جس پر وہ میرا ممنون احسان ہے۔ میں کہہ کر میرا اکبر سے پنڈت کو فون کرادوں گا پھر ہم وہاں جائیں گے۔ میرا نام ٹائیکر ہے اور میرا تعلق پاکیشیا سے ہے۔ تمہارا نام جونا ہے اور تمہارا تعلق انگریزوں سے ہے اور تم پیشہ در قافل ہو اور تم جوزف ہو افریقی بحرم ہم تینوں دوست ہیں اور ہم تینوں کو پولیس سے خطرہ ہے اور ہم ایک ماہ کے لئے اس حویلی میں پناہ لینا چاہتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ میرا اکبر کی وجہ سے یہ مرحلہ انتہائی آسانی سے طے ہو جائے گا پھر ہم وہاں ساگی کو فریس کریں گے اس سے دوستی بڑھائیں گے پھر اس کے ساتھ انگریز سنٹ کریں گے کہ ہم اسے انگریزیا بھیجا دیجے ہیں اگر وہ ہمارے ساتھ پاکیشیا چلے۔ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اس کی حفاظت کروں پھر ہم وہاں سے واپس پاکیشیا پہنچیں گے تو ساگی کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا جائے گا اور ہم ساگی کو مانا ہاؤس لے جائیں گے پھر اطمینان سے اس سے تمام ضروری معلومات حاصل کر کے اسے بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔۔۔۔۔ ٹائیکر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”اور ساتھیوں کے گھر کا کیا ہو گا۔ کیا اسے ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا۔۔۔۔۔ جونا نے کہا۔

”اور ہاں۔ اس بارے میں ایک آئیڈیا ہے۔ انگریزیا کی جدید ترین ایجاد ہے ٹائیکرو ڈائنامیٹ سنگ۔ یہ سنگ ماچس کی ڈبیہ جتنی ہوتی ہے۔ اس پر جدید ترین دائرلیس چارج لگا ہوتا ہے جسے دو میل دور سے بھی ڈی چارج کر کے بلاسٹ کیا جاسکتا ہے۔ یہ چھوٹی سی ڈبیہ جسے کوڑ میں سنگ کہا جاتا ہے۔ ایک سو میگا پاؤر کی ہوتی ہے۔ ایک ہی سنگ پوری حویلی کے لئے کافی ہے۔ وہ اسے ٹکوں کی طرح اڑا دے گی وہاں موجود تمام افراد سمیت اور سب سے جبریت انگیز بات یہ کہ سنگ پورا شوٹ کے ایک خصوصی کپڑے میں پیک ہوتی ہے اس لئے چیکنگ کے کسی بھی آلے سے چیک نہیں ہو سکتی۔ دیسے ہاتھ میں ہو تو بالکل ماچس دکھائی دیتی ہے اس لئے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ ایک کی بجائے دو سنگس لے جائیں گے۔ دونوں اکٹھی بلاسٹ کر دی جائیں گی۔ دو سو میگا پاؤر ڈائنامیٹ تو زمین کے نیچے کا پانی بھی اوپر لے آئے گی۔۔۔۔۔ ٹائیکر نے کہا۔

”لیکن اس کا چارج کس قسم کا ہے جس کی حد سے دو میل دور سے اسے ڈی چارج کیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ جونا نے پوچھا۔

”اس پر ایک خصوصی فیبر لکھا ہوتا ہے وہ اپنے سیل فون میں فیڈ کر دو پھر جب بھی تم اس فیبر پر کال کر دے گے تو ڈائنامیٹ سنگس بلاسٹ ہو جائیں گی۔۔۔۔۔ ٹائیکر نے جواب دیا۔

”دہری گڈ۔ تم واقعی عمران صاحب کے سچے شاگرد ہو۔ گڈ

”..... جہانا نے ٹائیگر کے کانٹے پر چبکے ہوئے کہا۔
 ”ہم کس انداز میں سفر کریں گے۔ فلائٹ کے ذریعے، ریل
 کے ذریعے، بحری سفر یا سڑک کے راستے“..... جوزف نے کہا۔
 ”ہم اپنی کار میں ایک خصوصی راستے سے جائیں گے۔ ٹیکر بھی
 نہیں پڑے گا اور رعب بھی پڑے گا ان بد معاشوں پر۔ ایسی چیزوں
 کا بڑا رعب پڑتا ہے“..... ٹائیگر نے جواب دیا۔
 ”تو پھر میری کار میں چلو تاکہ مکمل رعب تو پڑے“..... جہانا
 نے ہنستے ہوئے کہا۔

”واقعی آپ کی کار تو پورا بحری جہاز ہے“..... ٹائیگر نے کہا تو
 جہانا بڑے فخریہ انداز میں ہنس پڑا۔

”اب تم جا کر پاس عمران کو یہ سب تمہاری بات۔ ہم یہاں سے
 روانگی کی تیاری کرتے ہیں کیونکہ رانا ہاؤس کو کوشش حفاظتی مسلم پر
 سیٹھ کرنا ہو گا۔ تمہیں پاس عمران صاحب جو حکم دیں پھر دیکھنا
 کریں گے“..... جوزف نے کہا تو ٹائیگر اٹھ کھڑا ہوا۔

”اور کئے“..... ٹائیگر نے کہا اور مزکر سائیڈ پر موجود پارکنگ میں
 کٹری اپنی کار کی طرف بڑھ گیا جبکہ جوزف گیٹ کی طرف بڑھ گیا
 تاکہ ٹائیگر کے باہر جانے کے لئے گیٹ کھول سکے۔

یہ پش کالونی کی ایک دو منزلہ انتہائی وسیع اور اعجابی شاندار محل
 نما کوٹھی تھی جس کے جہازی سائز کے گیٹ پر دو ہارڈی سٹیل
 میکانیکی گارڈ موجود تھے۔ اس کوٹھی کے ایک آفس کے انداز میں
 سجے ہوئے کمرے میں اوپن ٹشٹ کی ریوالونگ کرسی پر ایک اوپن
 مرفٹین ہارعب چہرے کا مالک آؤی بیٹا شراب پینے میں مصروف
 تھا۔ یہ پاکیشیا کے دارالحکومت کے چند محوزین میں سے ایک سمجھا
 جاتا تھا۔ اس کا نام آغا جبار تھا۔ آغا جبار وسیع و عریض زرعی اراضی
 کا مالک تھا جسے عرف عام میں جاگیر دار کہا جاتا ہے۔ وہ دو بار
 پاکیشیا کی میٹل اسمبلی کا رکن رہا تھا اور اب بھی وہ سیٹ کا ممبر تھا۔
 اس کا تعلق براہ راست کسی سیاسی پارٹی سے نہ تھا۔ وہ آزاد رہنا
 پسند کرتا تھا۔ وہ ہر بار آزاد حیثیت سے الیکشن لڑ کر جیتتا تھا اور پھر
 جو پارٹی حکومت میں ہوتی اس میں شامل ہو جاتا۔ ایک بار وہ وفاقی
 وزیر بھی رہا تھا۔ زرعی اراضی کے علاوہ اس کا وسیع پیمانے پر سیٹھ کا

کاروبار تھا جہاں سیڈز کارپوریشن کے نام سے اور وہ ہر فصل کا سیڈ اس قدر شاندار اعداد میں تیار کرتا تھا کہ اب جہاں سیڈ کو فصل کی کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا تھا اس لئے وہ سیڈ کے کاروبار میں آئی کون یعنی سب سے بڑی بزنس شخصیت تھا لیکن ہوس کی کوئی انتہا نہیں ہوتی بلکہ کہا جاتا ہے کہ ہوس رکھنے والے کا منہ پوری دنیا کی دولت بھی نہیں بھر سکتی صرف قبر کی مٹی بھر سکتی ہے۔ آقا جہاں بھی ہوس کا مارا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ جاگیردار اور بزنس آئی کون ہونے کے باوجود بھی ایک ایسے مدموم کاروبار کا سرپرست تھا جسے سن کر انسان کی روح بھی کانپ اٹھتی تھی اور یہ بزنس تھا تو جہاں لڑکیوں کو پاکیشیا کے شہروں اور دیہاتوں سے انوا کر کے بذر بیج۔ بحری جہاز غیر ملک میں لے جا کر قبہ خانوں اور مساجد گھروں کو فروخت کر دیتا۔ گو اسے لوگ انسانی سنگت کہلاتے تھے لیکن یہ اس سے بھی زیادہ مدموم و خندہ تھا۔ آقا جہاں مسلسل شراب پینے میں اس طرح مصروف تھا جسے اس کا دل نہ بھر رہا ہو کہ اچانک پاس بڑے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے شراب کا گلاس ایک طرف رکھا اور ریپور اٹھا لیا۔

”ہیں“..... آقا جہاں نے بڑے غصہ سے لہجہ میں کہا۔

”سر۔ میں غیث بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے ایک سنسنائی ہوئی سی مردانہ آواز سنائی دئی۔

”کیوں فون کیا ہے“..... آقا جہاں نے غصیلے لہجہ میں کہا۔

”یہ بتانے کے لئے جناب کہ ساگی اور اس کے آدمیوں کے خلاف پورے دارالحکومت کی پولیس حرکت میں ہے۔ ساگی اپنے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ کافرستان فرار ہو گیا ہے جبکہ اس کے اڑے پر پولیس نے ریڈ کیا اور وہاں موجود تمام لوگوں کو ہلاک کر دیا اور آٹھ یا نو لڑکیاں بھی وہاں سے برآمد کر لی ہیں“..... غیث نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ ساگی کا پولیس کے اعلیٰ حکام سے باقاعدہ اور مسلسل رابطہ رہتا ہے اور وہ انہیں ہماری رقومات پر مار باقاعدگی سے ادا کرتا تھا“..... آقا جہاں نے انتہائی غصیلے لہجہ میں کہا۔

”مجھے معلوم ہے جناب لیکن ساگی کا تعلق ای آئی جی سے تھا۔ آئی جی سے نہیں تھا اور آئی جی صاحب خود حرکت میں آئے اور پورے دارالحکومت کی پولیس کو بھی حرکت میں آنا پڑا اور گو اب یہ کنفرم ہو چکا ہے کہ ساگی اپنے آٹھ ساتھیوں سمیت ساہو کے ڈیمے پر پہنچ چکا ہے لیکن یہاں پولیس اس کے تمام رشتہ داروں، ملنے والوں، دوستوں اور ہر اس جگہ جہاں وہ ہو سکتا ہے مسلسل پھا پھار رہی ہے“..... غیث نے کہا۔

”لیکن ہوا کیا تھا کہ آئی جی کو خود حرکت میں آنا پڑا“..... آقا جہاں نے حیرت بھرے لہجہ میں کہا۔

”میں نے بڑی محنت کر کے اندر کی کہانی معلوم کر لی ہے۔

ساگی کے آدمی نے دو جزواں ہمیشہ اغوا کرنے کے لئے رات کو ایک گاؤں پر حملہ کیا لیکن شور پر دیہاتی اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے ساگی کے آدمیوں کو پکڑنا چاہا تو وہ فائرنگ کرتے ہوئے واپس ہٹا گئے۔ وہ ایک لڑکی کو ہی اٹھا سکے تھے جبکہ دوسری اغوا نہ کی جاسکی۔۔۔۔۔ غماٹ نے کہا۔

”لیکن یہ ایسی کون سی بات ہے کہ آئی جی خود حرکت میں آئے۔ یہ عورتیں تو روز سینکڑوں کی تعداد میں اٹھائی جاتی ہیں اور پولیس کے کانوں پر جوں تک نہیں رہتی کیونکہ وہ ہر ماہ ہماری رقوم وصول کرتے ہیں۔۔۔۔۔ آغا جہار نے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے لیکن یہاں ایک اور حیرت انگیز کام ہوا۔ اس گاؤں کے ایک آدمی بہر فضل نے دارالحکومت میں ایک آدمی سلیمان کو فون کر کے اس اغوا کے بارے میں بتایا۔ یہ لڑکیاں اس سلیمان کی بھانجیاں تھیں۔ سلیمان کے بارے میں صرف یہ معلوم ہو سکا ہے کہ یہ دارالحکومت میں کسی آدمی کے پاس باورچی ملازم ہے۔ بہر حال یہ سلیمان سنٹرل اٹھل جنس جیل کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کے آفس میں پہنچ گیا اور سر عبدالرحمن نے آئی جی کو فون کر کے اسے فوری طور پر حرکت میں آنے اور سلیمان کی بھانجی کو برآمد کرانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی دھمکی دی کہ اگر ایسا نہ ہوا تو وہ آئی جی سمیت پورے پولیس ایپارٹمنٹ کو سیک کر دیں گے۔ اس دھمکی نے اثر دکھایا اور پھر اس دور دراز کے عام سے

گاؤں میں آئی جی، ڈی آئی جی، ایس ایس پی، ایس پی اور تمام دارالحکومت کی پولیس پہنچ گئی۔ وہاں موجود تھانے کے پورے عملے کو معطل کر کے لائن حاضر کر دیا گیا۔ پولیس نے وہاں تعینات کی تو انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ کام ساگی کے آدمیوں کا ہے۔ ویسے بھی وہاں ساگی کا نام کھلے عام لیا گیا تھا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ ساگی اپنے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ ایک مشن پر گیا ہوا تھا۔ اسے وہاں اطلاع ملی تو واپس الٹے پر آنے کی بجائے کافرستان نکل گیا۔ پولیس نے الٹے پر چھاپہ مارا۔ لڑکیاں برآمد کیں۔ ساگی کے وہاں موجود تمام ساتھیوں کو مقابلہ ظاہر کر کے ہلاک کر دیا گیا اور اس لڑکی کو واپس گاؤں پہنچا دیا گیا اور پھر آئی جی نے خود سر عبدالرحمن کو لڑکی کی جاہلی کی خوشخبری دی جس پر سر عبدالرحمن نے نہ صرف آئی جی کی تعریف کی بلکہ ان کا شکریہ بھی ادا کیا۔۔۔۔۔ غماٹ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”دیری بیل۔ ٹھیک ہے تم ساگی کی جگہ سنبھال لو اور جب وہ آئے تو مجھے اطلاع دینا۔ چار تاریخ قریب آ رہی ہے اس بار کتنی خوشی بھرائی ہیں۔۔۔۔۔ آغا جہار نے کہا۔

”مجھے تو معلوم نہیں کہ کہاں کہاں کتنی عورتیں جمع کی گئی ہیں اب جا کر معلوم کرنا ہو گا۔ ویسے اگر آپ اجازت دیں تو میں کافرستان جا کر ساگی سے مل کر پوچھ لوں۔۔۔۔۔ غماٹ نے کہا۔

”جہیں وہاں خود جانے کی ضرورت نہیں۔ جہاں وہ ٹھہرا ہوا

ہے اس کا فون نمبر معلوم کر کے مجھے وہ اور خود یہاں سے تفصیل پوچھو۔۔۔ آغا جبار نے کہا۔

”اوکے جناب ٹھیک ہے۔ میں جلد ہی فون کروں گا جناب۔۔۔ غیاث نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو آغا جبار نے رسیور دکھ دیا۔

”یہ سارا مسئلہ اس سلیمان کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اس لئے اس سلیمان کو جبر خاک سزا ملنی چاہئے۔۔۔ آغا جبار نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور فون کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”راپرٹ ہول رہا ہوں۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”آغا جبار ہول رہا ہوں۔۔۔ آغا جبار نے ٹھور لہجے میں کہا۔

”اوه اوه۔ سلام سر۔ حکم سر۔۔۔ دوسری طرف سے آغا جبار کا نام سننے ہی بولنے والا کانپ کر رہ گیا کیونکہ اس کی آواز میں لرزش ابھر آئی تھی۔

”تمہیں ساگی کے واقعہ کے بارے میں علم ہے یا نہیں۔۔۔ آغا جبار نے کہا۔

”معلوم ہے سر۔ حکم سر۔۔۔ دوسری طرف سے اسی طرح کانپتے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

”غیاث کے بقول یہ سب ایک آدمی سلیمان کی وجہ سے سامنے

آیا ہے۔ یہ سلیمان کسی کا ہاورچی ہے۔ تم سنٹرل انٹیلی جنس بیورو آفس سے معلومات حاصل کرو کہ وہاں کے ڈائریکٹر جنرل کے آفس میں آنے والا سلیمان کون ہے اور کس کا ہاورچی ہے۔ پوری تفصیل معلوم کرو میں تمہیں دو گھنٹے دیتا ہوں۔ دو گھنٹے بعد مجھے اس سلیمان کے بارے میں پوری تفصیل چاہئے ورنہ تم زندہ دفن کر دیئے جاؤ گے۔۔۔ آغا جبار نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا اور دوسری طرف سے کوئی بات سننے بغیر اس نے رسیور دکھ دیا۔ اسے معلوم تھا کہ دو گھنٹے کی بجائے ایک گھنٹے بعد ہی اسے تفصیل مل جائے گی اور پھر واقعی ایک گھنٹہ گزرا ہو گا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو آغا جبار نے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”لیس۔۔۔ آغا جبار نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”راپرٹ ہول رہا ہوں جناب۔۔۔ دوسری طرف سے راپرٹ کی ویسی ہی سننائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”کیا رپورٹ ہے سلیمان کے بارے میں۔۔۔ آغا جبار نے کرسی کی پشت سے کمر لگا کر پیچھے کی طرف لے جاتے ہوئے پوچھا۔

”سر۔ کنگ روڈ پر ایک غلیٹ میں ایک آدمی جو شکل سے کوئی معصوم سا آدمی لگتا ہے مسخروں کی سی حرکتیں کرتا اور قسطنطنیہ پاتیں کرتا رہتا ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ وہ کسی سرکاری انجینیئر کے لئے بھی کام کرتا ہے اور جناب اس کا نام علی عمران ہے اور یہ علی عمران

”آغا جبار بول رہا ہوں“..... آغا جبار نے اپنے مخصوص لہجے

”او کے۔ کام ہو جائے گا“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ قائم ہو گیا تو آغا جبار نے اطمینان بھرے انداز میں رسیور دکھ دیا۔

راجستھان کے شہر پراگنا میں سادھو حویلی کے ایک بڑے کمرے میں جسے جدید اور نئے فرنیچر سے سٹیک روم کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ ایک بڑی سی میز کے گرد ساگی اور اس کے آٹھ ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں یہاں آئے ہوئے دو روز گزر چکے تھے۔ ساگی لیے نقد اور درزشی جسم کا مالک تھا۔ اس کا چہرہ کسی سانپ کی طرح باہر کو نکلا ہوا تھا۔ اس نے انگوڑی رنگ کے پھولوں سے مزین شرٹ پہنی ہوئی تھی اور جھوٹے ساتھ اس نے سپورٹس شوز پہنے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھی بھی نوجوان تھے۔

"ہاں۔ ہم کب تک یہاں رہیں گے؟" ایک نوجوان نے کہا۔

"دو ماہ تک یہاں رہیں گے ورنہ وہاں جاتے ہی ہم لاشوں میں تبدیل ہو جائیں گے یا پھر باقی عمر جیل میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے۔ پورے دارالحکومت ہلکے پورے ملک کی پولیس

ہمارے خلاف کام کر رہی ہے۔ تم نے سنا تو ہو گا کہ ہمارے مٹن اڈے پر موجود تمام ساتھیوں کو پولیس مقابلہ ٹاہر کر کے ہلاک کر دیا گیا ہے۔" ساگی نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا ساگی کی جیب سے سیل فون کی مخصوص تختی بیج آئی تو ساگی سمیت سب چونک پڑے۔ ساگی نے سیل فون نکال کر اسکرین پر ڈسپلے ہونے والا نام دیکھا تو اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ یہ نام تھا اس کے پرنس اسٹنٹ ہٹری کا۔ اس نے رابطے کا ٹن پر پریس کر کے سیل فون کان سے لگا لیا۔ پھر اس نے بولنے سے پہلے اپنا ہاتھ چپے کیا اور لاؤڈر کا ٹن بھی پریس کر دیا۔

"نہیں۔ ساگی بول رہا ہوں۔ کیوں فون کیا ہے تم نے؟" ساگی نے کہا۔

"آپ کے جانے کے بعد یہاں بڑی تبدیلیاں ہو رہی ہیں

ہاں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیسی تبدیلیاں؟" ساگی نے چونک کر پوچھا۔

"آپ کی جگہ غیاث کو دے دی گئی ہے۔ اب وہ چیف ہے اور مجھ کو دیا ہے آغا جہاڑ نے۔" ہٹری نے جواب دیا۔

"کیوں۔ اب ان کا ہم سے براہ راست تو کوئی تعلق نہیں ہے؟" ساگی نے کہا۔

"اب تو وہ ہماری تحکیم کے مالک نظر آ رہے ہیں۔" ہٹری

نے جواب دیا۔

”تم فکر مت کرو۔ ہم جلد واپس آ کر سب ٹھیک کر دیں گے۔ تم مجھے روزانہ رپورٹ دو گے کہ پولیس کیا کر رہی ہے۔ جیسے ہی پولیس واپس چلی پڑے گی ہم واپس آ جائیں گے اور پھر میں دیکھ لوں گا غیبت کو بھی اور آغا جبار کو بھی۔“ ساگی نے کہا۔

”ایک اور خبر بھی سن لیں۔“ ہنری نے کہا۔

”وہ کیا۔“ ساگی نے کہا۔

”آپ انٹر دولڈ کے ٹائٹلر کو جانتے ہیں۔“ ہنری نے کہا۔

”صرف نام سنا ہوا ہے۔ کون ہے وہ۔“ ساگی نے چونک کر پوچھا۔

”وہ راجستھان میں اس اڈے کے بارے میں معلومات حاصل کرتا پھر رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس نے وہاں جا کر کوئی خصوصی مشن مکمل کرنا ہے۔“ ہنری نے کہا۔

”یہ کیا خبر ہوئی۔ میرا اس سے کیا تعلق ہے اس کا ہم سے کیا تعلق۔“ ساگی نے منہ ہاتے ہوئے کہا۔

”ایک جگہ اس نے اصل بات کہہ دی ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ آپ کے پیچھے وہاں جا کر آپ کا خاتمہ کرنے کی کو خصوصی مشن کہہ رہا ہے۔“ ہنری نے کہا۔

”کیا مطلب۔ وہ میرے خلاف کیوں کام کر رہا ہے۔ میرا اس سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا اور نہ اب ہے۔ تمہیں بتایا کوئی بڑی غلط

فہمی ہوئی ہے۔“ ساگی نے کہا۔

”بہر حال آپ غلط رہیں ہاں۔ میں دیکھا تو تھا آپ کو یہاں سے رپورٹ دیتا رہوں گا۔“ ہنری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ساگی نے سیل فون واپس جیب میں ڈال لیا۔

”استاد۔ آپ غلط کر رہے ہیں۔ میں پھر کہہ رہا ہوں۔“ اچانک ایک لمبے قد کے نوجوان نے کہا تو سب چونک پڑے۔

”ماجو۔ سوچ سمجھ کر بات کیا کرو۔ استاد کبھی غلط نہیں کرتے

البتہ ان کی بات ہمیں سمجھ بھد میں آتی ہے۔“ ایک آدمی نے ماجو کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار بھرے انداز میں کہا۔

”نہیں نہیں ماجو سمجھ دار ہے۔ اسے بولنے دو۔“ ساگی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”استاد۔ آپ کے اس طرح پاکیشیا سے بھاگنے اور یہاں آنے پر ہم میں سے کوئی خوش نہیں۔ ابھی تمہیں جو رپورٹیں ملی ہیں آئندہ اس سے بھی زیادہ خوفناک خبریں ملیں گی۔ تمہاری خالی جگہ غیبت نے پر کر دی ہے پھر دیکھنا تمہاری واپس کو بھی بریکیں لگا دی جائیں گی۔ آغا جبار بھی ہمارے خلاف احکامات دے سکتا ہے۔“ ماجو نے کہا۔

”تو تم چاہتے ہو کہ ہم واپس جا کر جیل چلے جائیں۔“ ساگی نے کہا۔

”آغا جبار سے بات کرو یا وزارت داخلہ میں اپنے آدمیوں

سے۔ ان سے تحفظ مانگو اگر وہ تحفظ دیں تو واپس چلے جانا ورنہ پھر ہمیں اجازت دے دو۔ ہم وہاں تمہاری پوزیشن کو اس وقت تک قائم رکھیں گے جب تک تم واپس نہیں آ سکتے۔۔۔۔۔ راجو نے کہا۔

”بہت خوب راجو۔ سناچی ہو تم جیسا ہو۔ میں ابھی تمہارے سامنے بات کرتا ہوں۔۔۔۔۔ ساگی نے کہا اور جیب سے سیل فون نکال کر اس نے اسے آن کیا اور پھر تیزی سے نمبر پرپیس کرنے لگا۔ آخر میں اس نے لاؤڈار کاٹن بھی پرپیس کر دیا جس کی وجہ سے دوسری طرف بچنے والی تھن کی آواز کمرے میں بھڑکی سنائی دینے لگی۔ پھر ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”پیس۔ سیکشن آفیسر وزارت داخلہ الطاف خان بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ آواز خاصی بھاری اور رعب دار تھی۔

”ساگی بول رہا ہوں خان صاحب۔۔۔۔۔ ساگی نے قدرے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ آپ کالرستان چلے گئے ہیں۔ کیوں۔۔۔۔۔ الطاف خان نے کہا۔

”آپ کی پولیس مع آئی جی میرے خلاف کام کر رہے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں میں جیل میں چلا جاؤں۔۔۔۔۔ ساگی نے کہا۔

”آپ نے ہم سے رابطہ ہی نہیں کیا ورنہ آئی جی یا پولیس کی جرأت تھی کہ وہ آپ کے خلاف حرکت میں آئی۔۔۔۔۔ الطاف خان نے کہا۔

”پہلے سردار رشید اسٹنٹ سیکرٹری میرے ساتھ تھے تو ہمیں پوری طرح بے گھری رہتی تھی۔ اب سنا ہے وہ ریٹائر ہونے سے پہلے ایک سال کی چھٹی پر چلے گئے ہیں۔۔۔۔۔ ساگی نے کہا۔

”ہاں۔ یہ سمجھیں کہ وہ ریٹائر ہو چکے ہیں صرف سرکاری اعلان باقی رہ گیا ہے۔ ویسے میں اب ان کی جگہ پر ہی کام کر رہا ہوں کیونکہ محکمہ میں ان کے بعد میں منتظر ہوں۔۔۔۔۔ الطاف خان نے کہا۔

”اوہ ٹھیک ہے پھر آپ سے بات ہو سکتی ہے۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو پولیس سے تحفظ چاہئے۔ پولیس دلائیں گے۔ معاوضہ ہائیں مانگتے ہیں اور تحفظ کا بھی۔۔۔۔۔ ساگی نے کہا۔

”معاوضہ تم کتنا سمجھواتے تھے سردار رشید کو۔۔۔۔۔ الطاف خان نے کہا۔

”ایک لاکھ روپے۔۔۔۔۔ ساگی نے کہا۔

”میں دو لاکھ لوں گا۔ مہنگائی ہے اور مجھے یہ رقم ہانسی بھی پڑے گی کیونکہ تم اور تمہارے ساتھی اعلیٰ حکام کی نظروں میں آ چکے ہیں۔۔۔۔۔ الطاف خان نے کہا۔

”سواری۔ اس قدر رقم نہیں دی جاسکتی۔ آخری بات کرتا ہوں ڈیڑھ لاکھ روپے مانگتے۔۔۔۔۔ ساگی نے کہا۔

”چلو منظور ہے اور دس لاکھ روپے معاوضہ تمہارے خلاف پولیس فوری طور پر پیچھے ہٹ جائے گی۔۔۔۔۔ الطاف خان نے کہا۔

”پہلے آئی جی سے بات کر لو۔ وہ بہت ہارڈ آدمی ہے۔ میں نے ایک بار اسے فون کر کے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ الٹا میرے خلاف ہو گیا تھا۔ بڑی مشکل سے میں نے جان چھڑائی اور اب بھی تمام کارروائی اس کے کہنے پر ہوئی ہے۔“ ساگی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں بات کرتا ہوں۔ تم دس منٹ بعد دوبارہ کال کرتا۔“..... الطاف خان نے کہا اور ساگی کے اوکے کہنے پر رابطہ قلم کر دیا۔

”ہاں۔ اگر انکار ہو گا تو صرف تمہارے لئے۔ ہم چلے جائیں گے۔ آپ یہاں رگ جائیں۔“..... راجو نے کہا تو ساگی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر دس منٹ بعد اس نے دوبارہ الطاف خان کو کال کیا۔

”الطاف خان بول رہا ہوں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ساگی بول رہا ہوں۔ کیا فیصلہ ہوا۔“..... ساگی نے کہا۔

”وہ تمہارے لئے نہیں مان رہا کیونکہ اس کو ڈائریکٹر جنرل مشنل انٹیلی جنس بیورو سر عبدالرحمن کے ساتھ ساتھ سیکرٹری خارجہ سر سلطان نے بھی دھمکی دی ہے اور دونوں نہ صرف آئی جی سے بلکہ مجھ سے بھی زیادہ طاقتور ہیں۔ اس لئے تم ابھی روپوش رہو البتہ تمہارے آدمی وہاں کام کر سکتے ہیں۔ ان کے تحفظ کی میں گارنٹی دیتا ہوں۔ تمہارے لئے بھی راستہ ہمارا ہوتا رہے گا۔ جلد ہی یہ لوگ دوسرے معاملات میں الجھ جائیں گے تو تم بھی واپس آ

جائے۔“..... الطاف خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“..... ساگی نے کہا۔

”معاوضہ کب ملے گا۔“..... الطاف خان نے کہا۔

”میرا نامب راجو آپ کو دے جائے گا گھر پر۔“ ساگی نے کہا۔

”اوکے۔ گڈ بائی۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور ساتھ ہی

رابطہ قلم ہو گیا تو ساگی نے اپنا سیل فون جیب میں رکھ لیا۔

”ٹھیک ہے راجو۔ اب تم ان سب ساتھیوں کے چیف ہو۔ تم

ان سب کا خیال رکھنا میں نہیں رکوں گا۔ جب تم وہاں سے مجھے

واپس کا سگنل دو گے تب میں آؤں گا۔“..... ساگی نے کہا اور اٹھ

کھڑا ہوا۔

”خیات کا کیا کرنا ہے۔ اسے آقا جہار نے لگایا ہے۔“..... راجو

نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”مقتل کر دو۔ آقا جہار سے رابطہ مت کرتا۔ میں وہاں آ کر اس

سے خود کش لوں گا۔“..... ساگی نے کہا تو راجو نے اثبات میں سر

ہلا دیا۔

”ہاں مجھے ساتھ ساتھ رپورٹ دیتے رہنا۔“..... ساگی نے

ہردوئی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”میں سپر چیف۔“..... راجو نے کہا تو ساگی کے چہرے پر

سرت کے تاثرات ابھر آئے۔ سپر چیف کا عہدہ اسے بے حد پسند

آتا تھا۔

دوپہر کا وقت تھا سلیمان مارکیٹ سے واپس آ چکا تھا جبکہ عمران اسے رات گئے واپس آنے کا کہہ کر کہیں چلا گیا تھا۔ سلیمان کی عادت تھی کہ وہ عمران سے تفصیل نہ پوچھا کرتا تھا۔ عمران خود بتا دے تو بتا دے۔ اس وقت سلیمان باورچی خانے میں گیس کے چالہوں کے سامنے کھڑا اپنے لئے لٹچ تیار کرنے میں مصروف تھا۔ ایک دہنگی میں وہ مصالحہ تیار کر رہا تھا۔ چونکہ اس نے اکیلے لٹچ کرنا تھا اس لئے اس نے جان بوجھ کر مصالحہ میں سرخ مرچ زیادہ مقدار میں ڈالی تھی کیونکہ عمران سرخ مرچ بے حد کم کھاتا تھا جبکہ سلیمان کو چٹ پٹے کھانے کھانے کا شوق تھا۔ اس لئے دہنگی میں آئل میں دیگر مصالحوں کی نسبت سرخ مرچوں کی مقدار زیادہ تھی کہ اس وقت کھٹی بجنے کی تیز آواز سنائی دی تو سلیمان تیزی سے مڑا تاکہ جا کر دیکھے کہ کون ہے جو مسلسل کال بیل کے بجن پر انگلی رکھ کر کھڑا تھا۔ کھٹی بھتی چلی جا رہی تھی اس لئے تیزی سے گھومتے

ہوئے سلیمان دہنگی سے ٹکرایا تو دہنگی تیزی سے آگے کی طرف مڑی۔ سلیمان نے بے اختیار اسے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن وہ الٹ گئی اور اس کے اندر موجود گرم مصالحہ سلیمان کے ہاتھ پر گر گیا۔ یہ مصالحہ چونکہ آئل میں پک رہا تھا اس لئے وہ اس کے ہاتھ سے چھٹ گیا۔ سلیمان کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ وہ بری طرح سے ہاتھ جھٹکنے لگا لیکن مصالحہ تو جیسے ہاتھ سے گوند کی طرح چپک گیا تھا۔ دھڑکنے مسلسل بچ رہی تھی۔ سلیمان تیزی سے ہاتھ دھونے کے لئے پانی کی طرف بڑھا لیکن پھر وہ رک گیا کیونکہ اسے خیال آ گیا تھا کہ گرم ہاتھ پر ٹھنڈا پانی پڑے گا تو اس کا ہاتھ ایسے سوچ جائے گا کہ پھر اس کا علاج کافی مشکل ہو جائے گا۔ کئی سال پہلے اس کے ساتھ ایسا ہو چکا تھا۔ اب درد کسی حد تک اس کی برداشت میں آ گیا تھا اس لئے وہ مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اور ہاتھ کو جھٹکتا ہوا دردنی دروازے تک پہنچ گیا۔

”کون ہے؟“۔۔۔ سلیمان نے چیخ کر کہا۔

”سلیمان صاحب سے ملنا ہے۔ میں کالور سے آیا ہوں۔ میرا نام ساجن ہے۔“۔۔۔ باہر سے ایک بھاری سی مردانہ آواز سنائی دی۔ کالور دارالحکومت سے تقریباً تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بڑا شہر تھا۔ اس لئے سلیمان نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا تو سامنے ایک گینڈے جیسے جسم کا مالک آدمی کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر شیطانی ہنسنے کا محسوس ہوتا تھا۔

”تھہا نام سلیمان ہے اور تم یہاں پاؤں پگھاتا ہو۔۔۔ اس آدمی نے قدمے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ مگر تم کون ہو میں تو تمہیں نہیں جانتا۔۔۔ سلیمان نے سائیڈ پر ہوتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے اس گینڈے کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھومتا ہوا سلیمان کے سینے سے ٹکرایا تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے سینے پر بھاری چٹان دے ماری ہو۔ وہ چپٹا ہوا اچھل کر پشت کے بل گیلری کے فرش پر گر۔ گو اس کا سر کافی دور سے فرش سے ٹکرایا تھا لیکن وہ ہوش میں ہی تھا اور پھر اس نے آنے والے کو جیب سے مشین پائل نکالنے دیکھا تو وہ پھڑک کر اٹھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ مشین پائل کا رخ سلیمان کی طرف کرتا سلیمان نے مریخ مصالحہ سے لتھڑا ہوا اپنا ہاتھ اس کی دونوں آنکھوں پر پھیر دیا اور تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اسی لمحے گیلری آنے والے کی چیخوں سے گونج اٹھی۔ وہ بری طرح اپنے ہاتھوں سے آنکھیں مسل رہا تھا۔ مشین پائل اس کے ہاتھ سے نکل کر اس طرف گر گیا جہاں سلیمان موجود تھا۔ سلیمان نے تیزی سے جھک کر مشین پائل اٹھایا اور اس کے ساتھ ہی گیلری فائرنگ کی تیز ترخراہٹ اور اس آنے والے ساجن کی چیخوں سے گونجتے گئے۔ وہ فائرنگ ہوتے ہی چپٹا ہوا اچھل کر پیلو کے بل ایک دور فار دھماکے سے فرش پر گر اور پھر دونوں بھر ہوا میں اٹھا کر اس طرح آگے پیچھے کرنے لگا جیسے اٹھنے کی کوشش کر رہا ہو لیکن پھر کچھ دیر

بعد وہ ساکت ہو گیا۔ اس کی پنڈلیوں سے خون بہہ رہا تھا۔ سلیمان نے فائرنگ ضرور کی تھی لیکن فائرنگ اس نے آنے والے کی پنڈلیوں پر کی تھی تاکہ حملہ آور زخمی بھی رہے اور بھاگ بھی نہ سکے۔ ساجن کی دونوں پنڈلیوں سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ سلیمان تیزی سے واپس مڑا اور اس نے دروازہ بند کر دیا پھر وہ کچن میں آ گیا۔ چوبیسے بند کر کے اس نے دونوں ہاتھوں کو ابھی طرح دھویا۔ اس کا ہاتھ کسی حد تک اہل سا گیا تھا لیکن اس میں ہونے والا درد قابل برداشت تھا۔ پھر وہ کچن سے نکل کر سٹنگ روم میں گیا۔ وہاں میڈیکل باکس موجود تھا۔ اس نے میڈیکل باکس اٹھایا اور وائس باہر آ کر میڈیکل باکس کی مدد سے اس نے زخمی ساجن کی دونوں پنڈلیوں پر موجود زخموں کی ڈریسنگ کر دی تاکہ دوبارہ خون بہہ جانے کی وجہ سے حملہ آور مر ہی نہ جائے۔ گو اسے یقین تھا کہ یہ گینڈے جیسا جسم رکھنے والا ساجن آسانی سے مرے گا نہیں لیکن پھر بھی وہ رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔ پھر اس نے ساجن کو دونوں بازوؤں سے فرش پر گھسیٹ کر ایک سائیڈ پر کیا اور پھر اس نے سلور سے ری لا کر اس کی دونوں ٹانگوں کو اکٹھا کر کے باندھ دیا البتہ اس نے یہ احتیاط ضرور کی تھی کہ زخموں سے تھوڑا اوپر کر کے ری باندھی تھی۔ پھر اس نے بڑی جدوجہد کے بعد اس کے دونوں بازو اس کی پشت پر کر کے ری کی مدد سے دونوں نکالیاں اس طرح باندھ دیں کہ وہ انگلیوں کی مدد سے ری نکول پا توڑ نہ

نک۔ پھر وہ سٹنک روم میں گیا جہاں فون تھا۔ اس نے اس دوران
 بیٹھ لیا تھا کہ وہ ٹائیگر کو فون کرے گا کیونکہ اسے یقین تھا کہ یہ
 نے والا جس نے اپنا نام ساجن بتایا تھا لازماً کوئی مجرم ہے اور وہ
 ہی خاص مقصد کے لئے یہاں آیا تھا۔ گو بظاہر یہی لگتا تھا کہ وہ
 عمان کو ہلاک کرنے آیا تھا لیکن سلیمان کو معلوم تھا کہ وہ کسی
 وجہ بھی اتنا فعال نہیں ہے کہ اسے قتل کرانے کی نوبت آجائے۔
 "ہیلو۔ ٹائیگر بول رہا ہوں"..... سئل فون پر رابطہ ہوتے ہی
 لکڑی آواز سنائی دی۔

"سلیمان بول رہا ہوں، فلیٹ سے۔ یہاں ایک آدمی آیا ہے۔
 نے مجھے مکا مار کر پیچھے گرا دیا اور پھر مشین پستل سے مجھ پر
 تھک کرنے ہی لگا تھا کہ میں نے اس کی آنکھوں میں سرخ
 لیں پھر دیں اور وہ اندھا ہو گیا تو میں نے اس کی پٹلیوں پر
 لیاں مار کر اسے بے ہوش کر دیا اور ری سے پانچھ دیا۔ تم آ کر
 سے پوچھ چکھ کرؤ"..... سلیمان نے کہا۔

"باس عمران نہیں ہیں"..... ٹائیگر نے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ رات گئے واپس آئیں گے"..... سلیمان نے
 بے دیا۔

"اچھا۔ میں آ رہا ہوں"..... ٹائیگر نے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا تو
 ان نے بھی رسیور رکھ دیا اور پھر کرسی اٹھا کر وہ گیلری میں رکھ
 بیٹھ گیا۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد اس کا فون بجنا شروع ہوا۔

کرسی سے اٹھا اور فرش پر موجود خون سے اپنے آپ کو بچا
 دینا دسے تک پہنچ گیا۔

"کون ہے؟"..... سلیمان نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"ٹائیگر ہوں، سلیمان"..... باہر سے ٹائیگر کی آواز سنائی

سلیمان نے لاک پٹا کر دروازہ کھول دیا۔ ٹائیگر سلام کر کے
 اور پھر تیزی سے فرش پر بے ہوش پڑے آدمی کی طرف بڑھ گیا
 "اوسے یہ تو ساجن ہے۔ انڈر ورلڈ کا مشہور پیشہ ور قاتل

نے اس پر کیسے قابو پا لیا۔ حیرت ہے یہ تو اچھے اچھوں کے قاتل
 نہیں آتا"..... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو سلیمان
 بڑے غریب انداز میں شروع سے لے کر اب تک کی تمام تفصیلات
 دی۔

"اس نے تمہارا نام لیا تھا یا باس کا"..... ٹائیگر نے پوچھا۔

"میرا نام لیا تھا ایک نہیں دو بار"..... سلیمان نے کہا۔

"اوکے۔ اسے کسی کرسی پر بٹھا کر پھر ہوش میں لانا پڑے۔

آؤ مل کر کرتے ہیں"..... ٹائیگر نے کہا اور پھر ان دونوں نے

کر اس گینڈے جیسا جسم رکھنے والے اور کافی خون نکل جا۔

وجہ سے بے ہوش ہو جانے والے ساجن کو گھسیٹ کر ایک کمر

ڈال دیا۔

"کوئی بڑی اور موٹی ری لے آؤ۔ اسے مکمل طور پر

بے ہوش کر دینا۔ اسے کمر سے کمر لٹکا کر لے کر

ٹائیگر نے کہا۔

"میں نے آتا ہوں رسی"..... سلیمان نے کہا اور پھر وہ تھوڑی دیر میں رسی کا ایک بڑا بٹل لے آیا۔ یہ رسی واقعی مضبوط تھی۔ ٹائیگر نے رسی کا بٹل کھول کر اس سے ساجن کو جکڑنا شروع کر دیا۔

"یہ اس قدر خون نکلنے کی وجہ سے ہی بے ہوش ہوا ہے اور زخموں کی وجہ سے یہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر اس انداز میں اسے ہاتھ دھنا تو میری سمجھ میں نہیں آ رہا"..... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا تو ٹائیگر ہنس پڑا۔

"یہ تو تمہارے مرچوں سے لٹھڑے ہوئے ہاتھ کا کارنامہ ہے سلیمان۔ رسی اس کی بے ہوشی تو اس جسامت کے حامل افراد میں بھی کمزوری ہوتی ہے کہ اگر وہ بے حال ہو جائیں تو پھر طویل بے ہوشی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بہر حال تم نے واقعی کارنامہ سرانجام دیا ہے"..... ٹائیگر نے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ ساجن کے منہ اور ناک پر رکھ کر دونوں بند کر دیئے۔ کچھ دیر بعد ساجن کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے لگے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور پھر پیچھے ہٹ کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سلیمان بھی اس کے ساتھ ہی دوسری کرسی پر پہلے ہی بیٹھ چکا تھا۔

"یہ سوئے دماغ کا آدمی ہو گا۔ پھر اس سے کیسے معلوم کرو گے"..... سلیمان نے کہا۔

"ہاں عمران والے ٹپے سے۔ اس کے دونوں ہتھکنے کاٹ کر اس کی پیشانی پر ابھرتے والی رگ پر ضربیں لگا کر اس کے شعور کا تاجہ دور لاشعور کو سامنے لے آیا جائے گا اور پھر لاشعور جھوٹ نہیں بول سکے گا"..... ٹائیگر نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ہوش میں آتے ہی ساجن نے بے اختیار ایک جھٹکے سے اپنے کی کوشش۔ گو اس کے وزن اور حرکت سے کرسی چرچائی لیکن ٹوٹنے سے بچ گئی لیکن اس جھٹکے سے ساجن پوری طرح ہوش میں آ گیا تھا۔

"یہ۔ یہ۔ یہ سب کیا ہے۔ تم کون ہو؟"..... ساجن نے قدرے دگ دگ کر کہا۔

"مجھے تو تم اچھی طرح پہچانتے ہو۔ تم سے کئی بار ملاقات ہو چکی ہے"..... ٹائیگر نے کہا۔

"کوہ۔ تم ٹائیگر ہو۔ یہ سب کیا ہے۔ میں تو یہاں سلیمان سے ملنے آیا تھا"..... ساجن نے کہا۔

"مجھے تم نے پہچان لیا ہے تو اب سنو۔ تم نے شاید سلیمان کے خلاف اس لئے ہنگ کر لی کہ وہ عام سا باورچی ہے اس لئے اسے ہلاک کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ تم علی عمران صاحب کو بہت اچھی طرح جانتے ہو۔ یہ ان کا باورچی ہے اور تم نے دیکھا کہ تم جیسے پیشہ ور قاتل کا کیا حشر کیا گیا ہے۔ اب تم نہ کھڑے ہو سکتے ہو، نہ مر سکتے ہو اور نہ ہی سکتے ہو۔ اب آخری بات بتا دوں کیونکہ نہ

میرے پاس فالتو وقت ہے اور نہ سلیمان کے پاس۔ تم بتاؤ کہ کس نے تمہیں سلیمان کے لئے چک کیا ہے ورنہ ہم خود تمہارے لاشعور سے سب معلوم کر لیں گے۔" ٹائیگر نے کہا۔

"کیسی بنگ۔ میں تو سلیمان سے ملنے آیا تھا۔ سنا تھا کہ اس کے پاس اسکا دوا ہے جس سے انتہائی خطرناک حد تک بچی ہوئی تمام بڑی بڑی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ میں بھی سانس کی بیماری کا مریض ہوں اس لئے میں دوا لینے آیا تھا۔" ساجن نے کہا تو ٹائیگر کے ساتھ ساتھ سلیمان بھی ہنس پڑا۔

"تم واقعی مولے دماغ کے آدمی ہو۔" ٹائیگر نے جیب سے تیز دھار خنجر نکالتے ہوئے کہا۔

"میں جی کہہ رہا ہوں۔" ساجن نے ٹائیگر کو خنجر نکالتے دیکھ کر چیختے ہوئے کہا۔

"ابھی بج سامنے آ جائے گا۔" ٹائیگر نے کہا اور اٹھ کر ساجن کی کرسی کی طرف بڑھا۔ خنجر اس کے ہاتھ میں تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے ایک ہاتھ ساجن کے سر پر رکھا اور دوسرے ہاتھ کے ایک ہی ٹککے سے اس نے ساجن کی ناک کا ایک ننھا کاٹ دیا اور گیلری ساجن کے حلق سے نکلنے والی چچ سے گورج اٹھی لیکن ٹائیگر نے ان چیزوں کی پرواہ کئے بغیر دوسرا ننھا بھی کاٹ دیا۔ ساجن کے حلق سے چھین مسلسل نکل رہی تھیں اور وہ سر جھٹکنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ٹائیگر نے ایک ہاتھ سے اس کا سر اس طرح جکڑا ہوا

تھا کہ وہ اپنی کوشش میں کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ساجن کی چھین اٹکی پڑ گئیں۔ اس دوران اس کی پیشانی پر علیے رنگ کی ایک موٹی سی رگ ابھر آئی تھی۔ ٹائیگر نے اس رگ پر خنجر کا دست مار دیا تو ساجن کا بندھا ہوا جسم اس طرح پھڑپھڑانے لگا جیسے بندھا ہوا جانور ذبح ہوتے ہوئے ترپتے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اس کا پورا جسم پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔ چہرہ مسخ سا ہو گیا تھا۔ ٹائیگر پیچھے ہٹ کر واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گیا البتہ خنجر ساجن کے لباس سے ہی صاف کر کے وہ واپس جیب میں رکھ چکا تھا۔ ساجن کافی دیر تک کانپتا رہا پھر ساکت ہو گیا۔ اب اس کی آنکھوں سے شعور کی چمک غائب ہو گئی تھی۔

"تمہارا کیا نام ہے۔" ٹائیگر نے ٹکمانہ لہجے میں کہا۔

"ساجن۔" ساجن کے منہ سے اس طرح الفاظ نکلے جیسے ساجن کے منہ چاہنے کے باوجود بھی کسی نے یہ الفاظ دیکھ کر اس کے منہ سے نکلوا دیئے ہوں۔

"کیا پیشہ ہے تمہارا۔" ٹائیگر نے کہا۔

"میں پیشہ ور قاتل ہوں۔" ساجن نے جواب دیا۔

"اب تک کتنے افراد کو قتل کر چکے ہو۔" ٹائیگر نے پوچھا۔ وہ

شاید چمک کر رہا تھا کہ ساجن پوری طرح لاشعوری حالت میں جواب دے رہا ہے یا نہیں۔

"سیکڑوں۔ کتنی یاد نہیں۔" ساجن نے جواب دیا۔

”یہاں فلیٹ پر کیوں آئے تھے۔۔۔“ ناچگر نے اس طرح
حکمانہ لہجہ میں پوچھا۔

[illegible]

”کس نے بنگلہ کرائی تھی“..... پائپر نے کہا۔

"آغا جبار لے"..... ساجن نے جواب دیا تو غائبگیر اور سلیمان ایک دوسرے کو حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔

”آغا جبار کون ہے“۔۔۔ تاخیر نے کہا۔

”یہ بہت بڑا جائیداد ہے۔ سینڈ ہرنس کا آئی کون ہے۔ پوچھ
لاڈ کا کوئی میں رہتا ہے۔ یہ یہاں کے ہدمعاشوں کا سرپرست بھی
ہے۔ جرائم کی لیلڈ میں عورتوں کو اغوا کر کے بیرون ملک فروخت
کرتا ہے۔ اس کام کے لئے اس کے آدمی پورے ملک میں پھیلے
ہوئے ہیں۔“ اس بار ساجن نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا
”اوہ اچھا۔ اب میں سمجھ گیا ساری صورتحال۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”کیا صورتحال۔ میری سوجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔ میں تو کبھی اس سے ملا نہیں اور نہ وہ کبھی یہاں آیا ہے پھر اس آدمی نے کیوں میرے گلے کے لئے ہاتھ بٹک کر رکھے؟“۔۔۔ سلیمان نے کہا۔

"کیا یہ بتایا تم آثارِ جہاد نے خلیفان کا۔۔۔۔۔ پتھر نے
ساجن سے پوچھا۔

"ٹیلیٹ فبر رو سو لگ روڈ"۔۔۔ ساجن نے جواب دیا۔

وہاب تو کھنرم ہو گیا ہے کہ بھنگ تہاری ہی کی منی تھی۔ ساجن
موفلی نہیں ہوئی۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جیب سے مشین پھل نکالتے
ہوئے کہا اور دوسرے لمبے ترزاہٹ کی تیز آواز سے فلیٹ گونج
اٹھا۔ گولیاں کرسی پر جکڑے ساجن کے سینے پر پڑیں اور ساجن
چیخ طہری غنم ہو گیا۔

”اب اس لاش کا کیا کریں؟“۔۔۔ سلیمان نے کہا۔

”میں اپنی کار سیز میوں کے قریب لے آتا ہوں اسے گھسیٹ کر
بچے لے جاتا ہوں گا پھر اسے کار میں ڈال کر میں کہیں ڈال دوں گا۔
خون و طیرہ تم صاف کر دیتا“..... ناٹیکر نے کہا۔

”وہ تو میں کر ہی لوں گا“۔۔۔ سلیمان نے کہا تو تاثیر کار کو میڑھیوں کے ساتھ مخصوص اعداد میں کھڑا کرنے کے لئے باہر چلا گیا۔ جبکہ سلیمان نے ساجن کے جسم کے گرد بندھی ہوئی دسی کھولنی شروع کر دی۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے کی جان توڑ کوشش کے بعد ان دونوں نے اس پھینسے ساجن کو میڑھیاں اتار کر کار کی عقیں اور فرنٹ سیٹ کے درمیان کسی نہ کسی طرح ٹھونس دیا۔ پھر تاثیر نے ایک بڑا کپڑا اٹھا کر لاش کے گرد لپیٹ دیا۔

”او کے۔ اب میں جا رہا ہوں۔ تم لگ مت کرو میں اس آغا جہاد کا سارا اہم پتہ بھی معلوم کرتا ہوں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

[illegible]

"اوہ۔ اس کی وضاحت کرتا تو میں بھول ہی گیا تھا اب مختصر طور پر بتا دیتا ہوں۔ تم کچھ دار ہو کچھ جاؤ گے۔ تمہاری بھانجی افواہوں کی۔ تم نے سر عبدالرحمن صاحب سے شکایت کی تو انہوں نے آئی جی کو حرکت میں آنے کا حکم دیا۔ اس طرح افواہ شدہ لڑکیاں برآمد ہو گئیں۔ ساگی اور اس کے آٹھ ساتھی کافرستان فرار ہو گئے۔ ہائی یہاں الے پر موجود اس کے تمام ساتھی مارے گئے۔ ساجن بتا رہا تھا کہ آٹھ جہاز عورتوں کو افواہ کر کے بیرون ملک فروخت کے انتہائی سنگین اور مذموم دھندے کا سرپرست ہے۔ اس نے کسی سے معلوم کرایا ہو گا تو اس نے رپورٹ دی ہو گی کہ کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر دو سو میں رہنے والے ہاورچی سلیمان کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے تو آٹھ جہاز نے انتقام لینے کے لئے تمہاری ہلاکت کا حکم دیا ہو گا۔" ٹائیگر نے کہا۔

"حیرت ہے۔ اس طرح بھی کوئی کسی انسان کو قتل کرا دیتا ہے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔" سلیمان نے کہا۔

"ساجن نے بتایا نہیں کہ وہ جاگیردار ہے اور جاگیردار ذاتیت ایسی ہوتی ہے کہ اپنے خلاف اٹھنے والے ہر انسان کو زندہ ہی دفن کرا دے۔" ٹائیگر نے کہا تو سلیمان نے اثبات میں سر ہلا دیا اور ٹائیگر بھی سر ہلاتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا جبکہ سلیمان میسر حیاں چڑھ کر فلیٹ میں پہنچ گیا اور اس نے گیلری میں موجود خون کی صفائی کا کام شروع کر دیا۔

بحری جہاز نما کار خاص چیز رنٹاری سے ایک کچی دیہاتی سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر جوان تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر ایک لوجوان قادر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ان سنگٹروں سے متعلق تھا جو اس غفیہ راستے سے بغیر کسی چیکنگ کے کافرستان آتے جاتے رہتے تھے۔ اسے ٹائیگر نے ہاتھ کیا تھا۔ وہ جوان کو راستہ بتانے کے لئے آگے بیٹھا ہوا تھا جبکہ ٹائیگر بھی فرٹ سیٹ پر موجود تھا۔ حقہ سیٹ پر جوزف اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اب کافرستان میں داخل ہو چکے تھے۔ قریبی شہر پہنچ کر جوان نے قادر کو ڈراپ کر دیا کیونکہ اس کے بعد راجستھان کا مشہور شہر پرامنا تھا۔ ٹائیگر نے آگے خود جوان کو گاڑی کرنا شروع کر دیا۔

"وہ ڈائنامیٹ سنگس تو رکھ لی ہیں یا نہیں؟"..... جوان نے پوچھا۔

"ہے فکر رہو۔ جو پلاننگ کی تھی اس کے مطابق سب کچھ

ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک چمک پوسٹ پر پہنچ گئے۔ ٹائیگر اتر کر اندر چلا گیا۔ اس دوران کار میں سوار جوزف اور جوانا کو اتار کر کار کی سلامتی لی گئی پھر کار کو کلیئر قرار دے دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹائیگر بھی واپس آ گیا۔ کار کو کلیئر قرار دے کر انہیں جانے کی اجازت دے دی گئی تو وہ سب دوبارہ کار میں بیٹھ گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک بہت بڑی اور وسیع و عریض حویلی تک پہنچ گئے۔ یہاں دس کے قریب مسلح افراد موجود تھے۔ ان سب نے کار کو گھیر لیا۔

”راجہ گروپ کے آدمی ہیں۔ ہمیں پنڈت سے ملنا ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”آؤ۔۔۔۔۔ ایک آدمی نے کہا اور پھر وہ تینوں اس کی رہنمائی میں ایک ہال نما کمرے میں پہنچے جہاں مزید مسلح افراد موجود تھے۔ ایک طرف اونچی کچا بنی ہوئی گئی۔ جس کے درمیان ایک شاندار انداز کی کرسی موجود تھی اور اس کرسی پر ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کی دونوں سائیڈوں پر بھی بد معاش ٹائپ کے لوگ مشین گنیں لئے کھڑے تھے۔ کچا سے نیچے بھی کرسیوں کی دو قطاریں تھیں۔ ٹائیگر، جوزف اور جوانا کو وہاں لے آنے والا واپس مڑ گیا۔

”کون ہو تم۔“ کچا پر بیٹھے آدمی نے بڑے کرخت اور خامے توہین آمیز لہجے میں کہا۔

”تم کون ہو اور تمہیں جرأت کیسے ہوئی میرے ساتھ اس لہجے میں بات کرنے کی۔“ یکتا جوانا نے بھڑکتے ہوئے کہا تو پورے ہال نما کمرے میں جیسے آفراتفری سی نمودار ہو گئی۔ سب نے گھٹوں کے درمیان ان کی طرف دیئے لیکن کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روک دیا۔

”بڑے طویل عمر سے بعد ایسا جرأت مندانہ جواب سنا ہے بہت اچھا لگا ہے۔ میرا نام پنڈت لال ہے اور میں اس حویلی کا مالک ہوں۔ اب بولو۔۔۔۔۔ پنڈت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام ٹائیگر ہے اور یہ ایکریسیا کا مشہور پیشہ ور قاتل جوانا ہے اور یہ الفرید کا پرس جوزف ہے۔ راجہ گروپ کی وساطت سے ہم یہاں آئے ہیں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ مجھے راجہ گروپ کے لیڈر کا فون آیا تھا۔ میں نے انہیں ہاں کہہ دیا تھا اس لئے جوانا کی بات اور لہجہ سن کر اس سمیت تم تینوں کو معاف کر دیا ہے لیکن میں ایسے آدمیوں کو یہاں رکھ نہیں سکتا۔ تم زائد واپس جا سکتے ہو۔“ پنڈت نے بڑے قاطعانہ لہجے میں کہا۔

”تمہارے اس مجرم ہونے میں مسلح افراد کتنے ہیں اور مجرم کتنے ہیں۔“ اچانک جوزف نے کہا تو پنڈت چونک پڑا۔

”تم کیوں پوچھ رہے ہو۔“ پنڈت نے چونک کر اور مشکوک لہجے میں پوچھا۔

”اس لئے تاکہ اگر واقعی یہ کوئی منافع بخش کاروبار ہے تو میں طریقہ میں ایسا ایک مجرم ہوئی جانوں مجھے یہ آئیڈیا ہے۔ پسند آیا ہے۔“ جملہ نے کہا تو پھٹ کے چہرے پر قاترانہ تاثرات ابھر آئے۔

”یہ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے۔ ویسے یہ بہت منافع بخش کاروبار ہے۔ یوں سمجھو کہ یہ مینڈکوں کی زمری ہے ایک کو پکڑو تو دوسرا اچھل پڑتا ہے اور دوسرے کو پکڑو تو پہلا اچھل پڑتا ہے لیکن میں نے ان سب کو سخت کنٹرول میں رکھا ہوا ہے۔“..... پھرت لے کہا۔

"اوکے۔ ہم واپس چلے جاتے ہیں لیکن دو گھنٹے کی مہلت دے دو اور سائیکل سے ہمیں ملوا دو۔ ہم اس سے چند باتیں کرنا چاہتے ہیں ورنہ وہ یہاں سے نہ جانے کب واپس آئے۔۔۔۔۔" ہائیگر نے کہا۔

”او کے۔ میں تمہیں دو گھنٹے دیتا ہوں۔ وہ گھنٹے بعد اگر تم یہاں
۱ چیک پوسٹ تک راستے میں نظر آئے تو گولیوں سے اڑا دیجے
جاؤ گے اور راسن جاؤ انہیں ساکی کے کرنے میں لے جاؤ اور اسے
بتا بھی دینا کہ ہم نے ان پر خصوصی بھرپائی کی ہے ورنہ جو گستاخانہ
لہجہ اس اکیمریکیوں قاتل کا تھا وہ ناقابل برداشت تھا“۔۔۔۔۔ پھرت
نے پہلے چیگر اور پھر قریب کفرے ایک آدمی سے مخاطب ہو کر
کہا۔

”لیس چپ“..... اس راسن نے کہا اور پھر وہ ٹائیگر اور اس سے ساتھیوں کو ساتھ لے کر مختلف راہداروں سے گزر کر ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ اس کے پیچھے چلتے ہوئے ٹائیگر اور اس کے ساتھی بھی دک گئے۔ راسن نے دروازے کا سائیڈ پر موجود بٹن پر لیس کر دیا۔

"کون ہے؟"۔۔۔۔۔ جدید ڈور فون سے آواز سنائی دی۔

"رامن ہیں۔ قہارے مہمان آئے ہیں"۔... رامن نے کہا۔

"مہمان اور میرے۔ اذکے میں دروازہ کھولت ہوں۔"..... غور

”آؤ اندر آ جاؤ اور تفصیل بتاؤ مجھے“... ساگی نے کہا تو راسن اور اس کے چچے جانا، جوزف اور ٹائیگر تینوں اندر داخل ہوئے تو ساگی نے دروازہ بند کر دیا۔

”بہنیں اور تم بھی بیٹھو رامن۔ کس نے کہا ہے کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ میں تو انہیں جانتا ہی نہیں۔ پہلی بار دیکھ رہا ہوں انہیں“..... ساکنی نے ٹائگر اور اس کے ساتھیوں کو ایک بار پھر غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”چیف نے انہیں تمہارے پاس بھیجا ہے کہ یہ تمہارے مہمان ہیں اور انہیں تم سے ملاقات کے لئے درخواست کی اجازت دی گئی

”جے۔۔۔ میں نے کیا۔“

”لیکن وجہ۔ پہلے تو یہاں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی کو ایک منٹ کے لئے بھی داخل ہونے دیا جائے۔“ ساگی نے کہا۔

”اسے معلوم نہیں میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں۔ میرا نام ٹائیگر ہے۔ اس انگریزین کا نام جونا ہے یہ انگریزیا کا مشہور ترین پیشہ ور قاتل ہے اور یہ جولا ہے۔ پولس آف امریکہ۔ ہم تینوں تم سے ملنے یہاں آئے ہیں۔ تم راجہ گروپ کو چاہتے ہو۔ اس کے چہرے نے پنڈت سے کہہ کر ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دلائی لیکن جونا بے حد غصہ وراڑی ہے۔ پنڈت کا لہجہ ایسا تھا کہ یہ وہیں پھٹ پڑا لیکن پنڈت نے واقعی بڑا دل دکھایا اور ہمیں معاف کر دیا لیکن اس نے ہمیں یہاں رکھنے سے انکار کر دیا جس پر ہم نے اس سے دو گھنٹے کی سہلت مانگی اس نے دے دی اور راسن کو ہمارے ساتھ بھیج دیا۔“ ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے....." راسمن نے کہا۔

”تو بھرتم جاؤ۔ چیف پنڈت کو بتا دینا کہ میں انہیں ہر حال میں دوستوں سے پہلے اپنے کمرے سے باہر بھجوا دوں گا اس کے بعد یہ کہاں جاتے ہیں کہاں نہیں جاتے۔ انہیں ہلاک کرنا ہے یا نہیں کرنا اس کا فیصلہ پنڈت خود کرے گا۔“..... ساگی نے کہا۔

"ٹھیک ہے پہنچ جائے گا پیغام۔۔۔۔۔" ماسن نے کہا اور پھر وردانہ سکول کو باہر نکل گیا تو ساگی نے اٹھ کر وردانہ بند کر کے

ایک کروڑ

”ہاں۔ اب بتاؤ کہ تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہو جس کے لئے تم نے یہاں آنے کی ہمت کی ہے؟“ ساکبی نے کہا۔

ہم یہاں راجہ گردپ کے ساتھ مل کر ایک بین الاقوامی تنظیم
 قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ جوانا اکیڈمی میں اس تنظیم کا چیف ہو گا
 اور افریقہ میں پرنس جوزف جبکہ پاکیشیا کے لئے تمہارا نام تجویز کیا
 گیا ہے اور میں تنظیم کا کنگ ہوں گا۔ تمام شیعوں سے میرا رابطہ ہو
 گا۔ ہیل آفس کا فرستان میں ہو گا۔ راجہ گردپ کا مہرا کبر یہاں کا
 انچارج ہو گا۔ اس کے لئے ابتدائی طور پر چالیس کروڑ ڈالر نقد
 مہرہا یہ کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ بلڈنگ، کارپوریشن، آدی یہ سب خود کرنا
 ہوں گے۔ پاکیشیا میں یہ کام تم کرو گے اور پاکیشیا کے لئے دس
 کروڑ ڈالر رکھے گئے ہیں جو تمہاری صوابدید پر ہو گا۔ تم سے اس کا
 حساب نہیں لیا جائے گا۔ تم پر، جوانا پر اور جوزف تینوں پر مکمل اعتماد
 کیا جائے گا۔۔۔۔۔ تاہم اے کے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا تم ج کہہ رہے ہو“۔۔۔ ساکھی نے انتہائی حیرت بھرے

لہجے میں کہا۔ اسے شاید ٹائیکر کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔
 "ٹیل فون پر راجہ گروپ کے ممبر اکبر کو کال کر لو۔ وہ تمہیں
 سٹورم کرا دے تو ہاں کہہ دینا ورنہ..... ٹائیکر نے جواب دیتے
 ہوئے کہا۔

”یہاں سے تو باہر فون نہیں کیا جاسکتا اور نہ میں یہاں سے

قون کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں سے چیک پوسٹ تک ہر طرف قانون نصب ہیں۔ یہاں جو قون ہیں ان سب پر آنے والی نور جانے والی تمام کالوں کو ریکارڈ کیا جاتا ہے لیکن مہر اکبر پر مجھے مکمل یقین ہے۔۔۔۔۔ ساگی نے کہا۔

”تو پھر ایسا ہے کہ ایک گھنٹے بعد تم ہمارے ساتھ چیک پوسٹ تک کار میں چلو۔ چیک پوسٹ سے باہر جا کر تم سیل فون پر مہر اکبر کو کال کر کے کنٹریشن کر لو اور پھر واپس آ جانا۔ ہم آگے چلے جائیں گے اور تمہارے ہمارے میں رپورٹ مہر اکبر کو دے دی جائے گی اور اس کے ساتھ ہی کام شروع ہو جائے گا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”ارے ہاں۔ یہ تو میں نے پہچا ہی نہیں کہ یہ بین الاقوامی تنظیم کسے کی کیا۔۔۔۔۔ ساگی نے اس طرح چوکتے ہوئے کہا جیسے اسے اچانک اس کا خیال آ گیا ہو۔

”سرکاری زبان میں اسے انسانی سنگٹک کہتے ہیں جب کہ جرائم کی دنیا میں اسے عورتوں کی خرید و فروخت کہتے ہیں۔ منصوبے کے تحت ہماری تنظیم انگریزیا سے لڑکیوں کو اغوا کر کے ایشیا اور افریقہ میں فروخت کر دیں گے اور ایشیا سے اغوا شدہ لڑکیاں افریقہ اور انگریزیا دونوں ملکوں میں فروخت کی جائیں گی۔ اور ہوں گے ہوں ڈالر کے سودے ہوں گے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ارے یہ میرے لئے تو کوئی مشکل نہیں۔ میں تو گزشتہ دس

سالوں سے اس دھندے میں پوری طرح ملوث ہوں۔ ٹھیک ہے چیک پوسٹ سے باہر جا کر مہر اکبر سے تصدیق کرا دو تو میں تیار ہوں۔۔۔۔۔ ساگی نے مکمل طور پر ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

”تو پھر تم ہمارے ساتھ ہی چلے چلو۔ ہم نے اب مہر اکبر کا حکم لیا کرتے پانچویں جانا ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”نہیں۔ میں ایک روز بعد نکلی جاؤں گا۔ گو میں نے دو ماہ ظہر نے کے لئے دس کروڑ پڑت کو دیئے ہیں لیکن بہر حال تمہارا بتانا ہوا متعدد زیادہ اہم ہے۔ تم شراب پیو گے۔۔۔۔۔ ساگی نے کہا۔

”ہم صرف رات کو پیتے ہیں کیونکہ ہمارے دشمن بہت ہیں اور شراب کے اور بے ہمارے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اشو چلو۔ مجھے بے چینی ہو رہی ہے اور جب تک مہر اکبر سے بات نہیں ہو گی یہ بے چینی بڑھتی چلی جائے گی۔۔۔۔۔ ساگی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اس قدر جلدی نہیں۔ آدھے گھنٹے بعد چلیں گے۔ تم شراب پینا چاہو تو پی لو۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ ساگی نے کہا اور اٹھ کر اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا جسے جدید ترین بیڈ روم کی طرز پر سجایا گیا تھا۔

”وہ سنگس لگا دو۔۔۔۔۔ جوانا نے آہستہ سے کہا۔

”ہاں۔ میں واش روم جا رہا ہوں وہیں انہیں سیٹ کر دوں گا۔“ ٹائیگر نے کہا اور اٹھ کر اس کمرے کے کونے میں موجود واش روم کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے واش روم کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کر لیا اور پھر وہ واش روم کا جائزہ لینے لگا تاکہ کسی ایسی جگہ ڈائنامیٹ سٹیکس رکھ سکے کہ ان کے جانے کے بعد بھی ڈائنامیٹ سٹیکس محفوظ رہیں اور پھر ایک ایسی جگہ اسے نظر آگئی تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ یہ واش روم کی عقیں دیوار تھی جہاں اندرونی کونے میں چار موٹے موٹے پائپ جھپٹ سے لگل کر دیوار کے ساتھ ہوتے ہوئے واش روم کے فرش میں جا رہے تھے۔ ان چاروں پائپوں کے پیچھے اتنی جگہ موجود تھی کہ ہاتھس کی ذیہ جتنی چھوٹے سائز کی میگا ڈائنامیٹ سٹیکس آسانی سے رکھی جا سکتی تھیں اور جب تک خصوصی طور پر نہ دیکھا جائے یہ نظر نہیں آ سکتی تھیں چنانچہ ٹائیگر نے جیب سے محفوظ کپڑے میں سے چھوٹے سائز کی سٹیکس نکالیں۔ احتیاطاً وہ دو لے آیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ علیحدہ علیحدہ رکھے گا لیکن یہاں حالات ایسے بن گئے تھے کہ اسے دونوں سٹیکس ایک ہی جگہ اکٹھی رکھنی پڑ رہی تھیں۔ بہر حال اس نے کپڑا جیب میں رکھا اور سٹیکس کو چارج کرنا شروع کر دیا۔ ان پر موجود خصوصی نمبر وہ پہلے ہی ڈائری میں نوٹ کر چکا تھا۔ جن نمبروں سے انہیں ڈی چارج کیا جاسکتا تھا۔ چارج کرنے کے بعد ان میں بھی سی روشنی

نظر آنے لگی تو ٹائیگر نے دونوں سٹیکس پائپوں کے پیچھے رکھ دیں۔ جب وہ پوری طرح مطمئن ہو گیا کہ اب یہ محفوظ رہیں گی تو وہ مڑا اور پھر اس نے لیلیٹ بیٹنگی کا ہن پر یس کر دیا تو بیٹنگی میں موجود پانی فلش میں گرنے لگا اور پھر اس نے دونوں ہاتھ دھوئے اور واش روم کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ باہر ساکنی، جوزف اور جوانا سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کے سامنے میز پر شراب کی بوتل اور گلاس موجود تھا۔

”کیا ہوں۔ شراب نہیں پی رہے۔“ ٹائیگر نے ہاتھوں پر موجود پانی نشتر سے صاف کرتے ہوئے کہا۔

”وہ بوتل تو ختم ہو گئی تھی یہ دوسری ہے۔ بہر حال اسے چھوڑو اب چلو ورنہ تھانے یہ بے چینی کیا رنگ دکھائے۔“ ساکنی نے بلاے بے چمن سے لہجہ میں کہا۔

”آؤ۔“ ٹائیگر نے کہا اور پھر وہ جوزف اور جوانا تینوں اٹھ کھڑے ہوئے پھر وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں پارکنگ تھی۔ جب ساکنی نے جوانا کی بحری جہاز نما لیکن جدید ترین ماڈل کی کار دیکھی تو اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ بے حد مرعوب ہوا ہے۔

”ڈرائیونگ میں کروں گا۔“ ٹائیگر نے آہستہ سے جوانا سے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اتنی بات تو وہ بھی سمجھتا تھا کہ جوانا کا تعارف اس انداز میں کرایا گیا تھا جیسے وہ اب بھی

انکریسیا میں رہ رہا ہو اس لئے اسے راجستھان کے دیہاتی راستوں کا علم کیسے ہو سکتا تھا۔ پھر ٹائیگر نے اراچی تک سیٹ منجالی اور ساگی سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا جبکہ جوزف اور جھانا دونوں بھی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ٹائیگر نے کار اشارت کی اور پھر اسے موڑ کر اس طرف لے آیا جہر چیک پوسٹ تھی۔ کار خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی پھر چیک پوسٹ آگئی تو ساگی کے کہنے پر ٹائیگر نے کار روک دی۔ ساگی نیچے اتر آیا اور چیک پوسٹ کے اندر چلا گیا۔ اس بار کار کی تلاشی نہیں لی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ساگی واپس آ گیا اور اس کے ساتھ ہی راڈ ہٹا دیا گیا اور ساگی کے سائیڈ سیٹ پر بیٹھتے ہی ٹائیگر نے کار آگے بڑھا دی۔

”کیا کہا ہے تم نے ہمارے بارے میں“..... ٹائیگر نے پوچھا۔
 ”تمہارے بارے میں کہا ہے کہ تم واپس جا رہے ہو۔ پنڈت کو اطلاع دے دی جائے جبکہ میں نے اپنے بارے میں کہا ہے کہ میں کچھ دور جا کر واپس آ جاؤں گا تو مجھے واپس پہنچا دیا جائے“..... ساگی نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ کار کو اس وقت تک دوڑاتا رہا جب تک وہ چوک نہ آ گیا جہاں سے چار مختلف راستے نکلتے تھے۔ ٹائیگر نے کار ایک سائیڈ پر کر کے روک دی۔

”کراؤ میری بات میرا کبر سے“..... ساگی نے کہا۔
 ”ہاں کراتا ہوں“..... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر

کا پارو بکھٹ گھوما اور مڑی ہوئی اگل کا ٹک ساگی کی کپٹی پر اس طرح پڑا کہ پہلے ہی وار سے وہ بے ہوش ہو گیا۔
 ”کار میں رسی ہے“..... ٹائیگر نے جھانا سے پوچھا۔
 ”ہاں ہے تو رسی کیا کرنی ہے“..... جھانا نے کہا اور کار سے نیچے اتر گیا۔

”اسے ہاتھ دینا ہے پھر ہوش میں لا کر اسے اس حویلی کا حشر دکھانا ہے اس کے بعد اسے دوبارہ بے ہوش کر کے پاکیشیا لے جائیں گے“..... ٹائیگر نے کہا تو جھانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جھانا نے ڈیگ کھولی اور ٹائیگر کی رسی کا ایک جھنڈا اٹھا کر ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔ ٹائیگر نے رسی کھول کر پہلے ساگی کی دونوں ٹانگیں ہاتھ دیں تاکہ وہ بھاگنے کی کوشش بھی نہ کر سکے پھر اس کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر ہاتھ دیئے اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کی ناک اور منہ بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہوئے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور اسے گھسیٹ کر کار کے کونے میں بٹھا دیا کہ اس کا رخ حویلی کی طرف ہو جائے۔

”یہ کیا۔ یہ کیا مطلب“..... ساگی نے پوری طرح ہوش میں آتے ہی چیخے ہوئے کہا۔

”جینو مت ورنہ گولی مار دیں گے۔ ہمارا شکر یہ ادا کرو کہ ہم تمہیں موت کے منہ سے باہر نکال لائے ہیں“..... ٹائیگر نے

خراستے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم۔ مجھے بائبل کیوں رکھا ہے؟"۔ ساگی نے کہا۔

"اس لئے کہ تم ڈر کر دوڑ نہ جاؤ اور سناو اب خاموش بیٹھ کر دیکھو کہ ہم نے تم پر احسان کیا ہے یا نہیں؟"۔ ٹائیگر نے کہا اور جیب سے اپنا سیل فون نکال کر اس پر نمبر پرپیس کرنے شروع کر دیئے۔

"جوزف۔ تمہارے پاس سیل فون ہے یا جونا تمہارے پاس؟"۔ ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں۔ ہم دونوں کو ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اس ساگی کے پاس ہو گا؟"۔ جونا نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس نے جلد ہی پیچھے بیٹھے ساگی کی ایک جیب سے سیل فون برآمد کر لیا اور اس پر دوسری ڈائنامیٹ سنک کے ڈی چارج ہونے کا نمبر پرپیس کر دیا۔

"اب دیکھو مجرموں کے اس گڑھ کا حشر۔ ہم سنیک۔ مگر وہ ہیں اور یہ مجرم ہی معاشرے کے لئے انتہائی ذہریلے سانپ ہیں ان کے سر پکٹنا ہمارے فرائض میں شامل ہیں اور یہ سادھو کا لبرہ تو پوری دنیا کے سانپوں کا گڑھ ہے۔ اب دیکھو اس کا حشر؟"۔ ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پہلے اپنے سیل فون کا مایبلے کا بٹن پرپیس کر دیا اور پھر فوراً ہی ساگی کے سیل فون کا مایبلے کا بٹن

بھی پرپیس کر دیا۔ چند لمحوں تک تو کچھ نہ ہوا لیکن پھر اس قدر زور دار گڑ گڑاہٹ ہوئی کہ جیسے خوفناک زلزلہ آگیا ہو اور اس کے ساتھ ہی سیاہ رنگ کے ہادل آسمان کی طرف جاتے ہوئے دکھائی دیئے جس کے نیچے آگ کے بلند شعلے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی سولا ہوا آتش فشاں اچانک پھٹ پڑا ہو۔ ساگی بت بنا بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ آنکھیں ایک جگہ ساکت ہو گئی تھیں۔

"دیکھا تم نے ساگی۔ اگر تم وہاں ہوتے تو اب تک تمہارے جسم کے ہزاروں ٹکڑے ہو چکے ہوتے اور وہ بھی جل کر راکھ ہو چکے ہوتے۔ اب بولو ہم نے تم پر احسان کیا ہے یا نہیں؟"۔ ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں۔ تم نے واقعی احسان کیا ہے لیکن تم دراصل ہو کون۔ کیا سرکاری ایجنٹ ہو؟"۔ ساگی نے کہا۔

"نہیں۔ ہم سنیک۔ مگر وہ ہیں۔ اب تم بتاؤ تم نے ہمارے ساتھ پاکیشیا جانا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم تمہیں اسی حالت میں یہاں پھینک کر خود واپس چلے جاتے ہیں؟"۔ ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں نہیں۔ میں ساتھ جاؤں گا۔ پلیز جو تم کہو گے میں دیا ہی کروں گا؟"۔ ساگی نے رد دینے والے لہجے میں کہا تو ٹائیگر ڈائنامیٹ سیٹ پر بیٹھا اور اس نے کار کو اشارت کر کے ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دیا۔ پھر تقریباً چھ گھنٹوں کے تھکا دینے والے سفر کے بعد وہ صحیح سلامت رانا ہاؤس پہنچ جاتے ہیں کا سیاب ہو گئے۔

جوزف کار سے اتر کر مٹی طرف چلا گیا تاکہ کچل سسٹم کو آبی کر کے اندر جاسکے جبکہ ساگی کو مسلسل پیٹھے پیٹھے نیند آگئی تھی اور وہ گہری نیند سویا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد رانا ہاؤس کا گیٹ کھل گیا تو ٹائیگر کار اندر لے گیا۔ پھر ساگی کو اٹھا کر بلیک روم میں لے جایا گیا اور اسے راڈز میں جکڑ دیا گیا۔ اس کی نیند بھانے کیوں اس قدر گہری تھی کہ راڈز میں جکڑے ہونے کے باوجود وہ ویسے ہی گہری نیند میں سویا ہوا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ کچھ دیر آرام کر لیا جائے تو دوبارہ فریش ہو جائیں گے۔" ٹائیگر نے کہا تو جوزف اسے ایک بیڈ روم میں لے گیا اور ٹائیگر واقعی بیڈ پر لیٹ گیا۔ وہ تھک ضرور گیا تھا لیکن اسے خوشی تھی کہ ہمسروں کا اتنا بڑا گڑھ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اب ساگی سے عورتوں کو اغوا کر کے بیرون ملک فروخت کرنے والے ہمسروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنی تھیں اور پھر ان سانپوں کا سر بھی نکل دیا جائے گا۔ یہی سوچتے سوچتے وہ گہری نیند سو گیا۔

ایک بڑا کمرہ جسے آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا میں ایک اوجیز عمر آدمی آنکھوں پر نظر کی عینک لگائے سامنے موجود ٹائل پر نظریں جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے گرے رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ یہ ولیم جونز تھا ایک یورپی ملک کا سار میں ایک بین الاقوامی سطح پر کام کرنے والی بزنس کارپوریشن کا چیف۔ اس کا یہ آفس بھی ایک بزنس پلازہ میں واقع تھا لیکن درحقیقت ولیم جونز ایک بین الاقوامی جرائم پیشہ تنظیم کو بران کا ہیڈ چیف تھا جبکہ اس سے اوپر کو بران کا ہیڈ کوارٹر تھا جہاں اس تنظیم کا سپر چیف بیٹھا تھا اور اس کے تحت باقاعدہ بورڈ آف گورنر بنا ہوا تھا جو اہم فیصلے کرتا تھا۔ ولیم جونز کا یہ ہیڈ کوارٹر یورپی ملک کا سار کے دارالحکومت جس کا نام بھی کا سار تھا میں واقع تھا اور یہاں ہیڈ کوارٹر میں دنیا کو کئی ریجن میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر ریجن کا چیف ریجنل چیف تھا۔ اس تنظیم کے تحت یورپی دنیا کو دس ریجنز میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر ریجنل چیف ہیڈ چیف کے

ماحت تھا۔ جبکہ اس ریجن میں شامل تمام ممالک ریجنل چیف کے ماتحت تھے۔ اس طرح باقاعدہ تنظیم کا احاطہ بنایا گیا تھا جبکہ تنظیم کو بران کے تحت پوری دنیا میں نو جوان عورتوں اور لڑکیوں کو اغوا کر کے دوسرے ممالک میں خفیہ طور پر فروخت کر دیا جاتا تھا۔ یہ بہت منافع بخش بزنس تھا اور کو بران اس بزنس کی پوری دنیا میں سرپرستی کرتا تھا۔ کو بران اس معاملے میں بے حد سلاک تھا۔ وہ اپنے مخالفوں کو فوراً اور جتنی جلدی ممکن ہو سکے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس لئے کو بران کے خلاف پوری دنیا کے لوگوں کی زبان بند رہتی تھی۔ ولیم جونز نے میز کی سائیڈ پر موجود انٹرکام کا ریموڈ اٹھایا اور ایک ٹن پر لیس کر دیا۔

”لیس چیف“..... دوسری طرف سے اس کی پرسنل سیکرٹری ماریا کی موجودہ آواز سنائی دی۔

”ریجنل چیف غیر تھری کو میرے آفس بھیجو“..... ولیم جونز نے کہا اور انٹرکام کا ریموڈ رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک چھوٹے قد لیکن بھاری جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔

”آڈ چارلس۔ بیٹھو“..... ولیم جونز نے کہا۔

”ٹھیک ہو چیف“..... آنے والے چارلس نے کہا اور میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔

”تم نے پاکیشیا اور کافرستان کے بارے میں جو رپورٹ بھجوائی ہے یہ تو خاصی تشویش ناک ہے“..... ولیم جونز نے چارلس سے

جواب ہو کر کہا۔

”لیس چیف۔ اس لئے تو میں نے رپورٹ آپ کو بھجوائی ہے کہ ابھی تک یہ صرف چنگاری ہے لیکن یہ بڑھ کر شعلہ اور پھر آتش فشاں بھی بن سکتی ہے“..... چارلس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے اس پر غور کیا ہے کہ اچانک پولیس، اعلیٰ حکام اور دوسری ایجنسی ساگی اور اس کے ساتھیوں کے خلاف کیوں ہو گئیں۔ کیا اس نے رشوت دینی بند کر دی تھی“..... ولیم جونز نے کہا۔

”پاکیشیا اور کافرستان اگرچہ کرپشن اور رشوت کا گڑھ ہیں۔ وہاں جب تک رشوت دیتے ہیں سب رہائیں بند رہتی ہیں لیکن میری تحقیقات کے مطابق وجوہات دوسری ہیں“..... چارلس نے کہا۔

”میں نے رپورٹ میں تفصیل پڑھ لی ہے لیکن ایسا ہر جگہ ہوتا ہے کہ بڑا المیہ ہاتھ آ جائے تو خاموشی چھا جاتی ہے لیکن یہاں پولیس بھی ابھی تک حرکت میں ہے اور کچھ اور لوگ بھی۔ تم یہ بتاؤ کہ کس کو ختم کیا جائے تو یہ معاملہ ختم ہو سکتا ہے“..... ولیم جونز نے کہا۔

”میں نے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق پاکیشیا میں آغا جبار ہمارا آدمی ہے اور گردہ کے بیٹھ ساگی کو ہمارے بارے میں علم ہے۔ باقی اور کسی کو ہمارے بارے میں علم نہیں ہے۔“ چارلس نے کہا۔

”میں نے تو یہ پوچھا کہ کس قسم کیا جائے کہ یہ معاملہ فوری ختم ہو جائے“..... ولیم جونز نے اس بار شک لہجے میں پوچھا۔

”وہاں سے جو رپورٹیں ملی ہیں ان کے مطابق اظہر درلذ میں کام کرنے والا ایک آدمی جس کا نام ٹائیگر ہے وہ اس سارے معاملے میں سامنے نظر آ رہا ہے۔ کافرستان میں جو کچھ ہوا سینکڑوں جرائم پیشہ افراد اس میں مارے گئے اور ٹائیگر وہاں موجود تھا۔ اس کے علاوہ ساگی کے قاتل ہوتے ہیں بھی ٹائیگر سامنے آیا پھر آغا جہار نے باورچی سلیمان کو جس کی وجہ سے پولیس حرکت میں آئی تھی ہلاک کرنے کے لئے ایک مشہور پیشہ ور قاتل کو حکم کیا وہاں بھی یہ ٹائیگر سامنے آیا اور دوسرے روز اس پیشہ ور قاتل کی لاش ایک دہان علاقے میں پولیس کو ملی۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ اس ٹائیگر کو ختم کر دیا جائے تو معاملات سنبھل سکتے ہیں“..... چارلس نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”یہ کام میں نے براہ راست تو نہیں کرانا۔ میرا ایجنٹ آغا جہار وہاں موجود ہے اور میں نے اس کی فائل دیکھی ہے۔ وہ وہاں کا خاصا ہائر آدمی ہے۔ اسے حکم دو کہ دو روز کے اندر اس ٹائیگر کا خاتمہ کرا دے“..... ولیم جونز نے کہا۔

”حکم کی تعمیل ہوگی“..... چارلس نے کہا۔

”اوکے۔ مجھے فوری رپورٹ دینا۔ ہاں وہ کافرستان میں مرنے والوں میں ہم سے متعلقہ افراد بھی شامل ہیں یا نہیں۔ واقعہ کی

تفصیل تو میں نے پڑھ لی ہے لیکن اس پوائنٹ کی کوئی وضاحت نہیں ہے“..... ولیم جونز نے کہا۔

”تو سر۔ کویران کا کوئی بڑا مرنے والوں میں شامل نہیں ہے“..... چارلس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور ہاں۔ مجھے یاد آیا ایک رپورٹ میں دو دیو ریکل صحافیوں کا ذکر ہے اور کافرستان کے بارے میں جو رپورٹ ہے اس میں بھی وہ صحافیوں کا ذکر آیا ہے۔ ایک افریقی حبشی اور ایک انگریزین حبشی۔ یہ کون ہے اور کیوں اس معاملے میں شامل ہیں“..... ولیم جونز نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے اچانک اس کا خیال آ گیا ہو۔

”ہاں۔ اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ یہ دونوں پاکیشیا دارالحکومت میں ایک بہت بڑی بلڈنگ میں رہتے ہیں جسے مانا ہاؤس کہا جاتا ہے۔ ان کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے ایجنٹ عمران سے ہے اور یہ دونوں اس کے آدمی ہیں اور ٹائیگر بھی اس عمران کا شاگرد ہے۔ دونوں صحافیوں پر مشتمل ایک سرکاری تنظیم ہے جس کا نام سنیک ریکرڈ ہے۔ یہ دونوں دو تین سالوں بعد اچانک حرکت میں آ جاتے ہیں۔ اب بھی حرکت میں ہیں“..... چارلس نے کہا۔

”ان کا بھی خاتمہ کرا دو۔ فورا“..... ولیم جونز نے کہا۔

”سر۔ اس طرح آغا جہار نظروں میں آ جائے گا اور پھر معاملات سرکاری سطح پر بہت آگے بڑھ جائیں گے۔ اس لئے ابھی

صرف چٹیکر کو بخش کراتے ہیں پھر حالات کو دیکھ کر ان کا بھی خاطر کرایا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ چارلس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوسکے۔ اب تم جا سکتے ہو۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا تو چارلس نے اٹھ کر سلام کیا اور مڑ کر ہردی دروازے سے باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ولیم جونز نے فون کا رسید اٹھایا اور تیزی سے نمبر پر مہیں کرنے شروع کر دیے۔

"ڈی قمری کلب"۔۔۔۔۔ ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ولیم جونز بول رہا ہوں۔ ہارڈی سے بات کراؤ۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔

"ہولڈ کریں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ ہارڈی بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک بھاری سی مردانہ آواز سنائی دی۔

"ولیم جونز بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔

"آپ نے اتنے طویل عرصے بعد کیسے فون کیا ہے جناب۔۔۔۔۔ ہارڈی نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جسہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ کس قدر مصروفیات ہوتی ہیں۔ بہر حال اب بھی میں نے ایک کام کے لئے فون کیا ہے۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔

"کیا کام ہے۔۔۔۔۔ ہارڈی نے مختصر بات کرتے ہوئے کہا۔

"تم سرکاری ایجنسی میں طویل عرصے تک رہے ہو۔ کیا تم

کچھ بھی سمجھ سکتے ہو۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے پوچھا۔

"ہاں بے شمار بار۔ کیوں تمہارا پاکیشیا سے کیا تعلق پیدا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ ہارڈی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"میرے ایک دوست کا وہاں کمرشل بزنس ہے۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔

"کمرشل بزنس وہ خوب نام رکھا ہے۔ بہر حال بتاؤ کیا ہوا ہے تمہارے دوست کو۔۔۔۔۔ ہارڈی نے کہا۔

"وہاں کی سیکرٹ سروس سے تعلق کوئی آدمی ہے عمران۔ دو ہرے دوست کے پیچھے لگ گیا ہے۔ وہاں ایک اور تنظیم ہے جس کا نام سٹیک بکروڈ ہے۔ اس کے کرتا دھرتا دو جہتی ہیں۔ ایک ملوث جہتی ہے اور ایک انکریبین جہتی ہے۔ ان کا ایڈ بھی عمران ہے۔ کیا تم جانتے ہو اسے۔ اگر جانتے ہو تو اس بارے میں تفصیل بتاؤ۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔

"مجھے تمہارے دوست سے دلی آمدنی ہے۔ علی عمران دنیا کے خطرناک ترین ایجنٹوں میں شمار ہوتا ہے۔ بے شمار طاقتور تنظیمیں اس کے ہاتھوں ختم ہوئی ہیں۔ یہ انکریمیا اور اسرائیل جیسے طاقتور ملکوں کی طاقتور ایجنسیوں کو ختم کر چکا ہے۔ اس لئے تمام ملک اس سے خوف کھاتے ہیں۔ اگر تمہارا دوست اس معاملے میں بیک کر سکتا ہے تو اسے کہو کہ بیک کر جائے اور اگر بیک نہیں کر سکتا تو پھر میری طرف سے اسے اور اس کی تنظیم دونوں کی تعزیت کر لینا۔ میں اس

سے زیادہ کچھ نہیں کہا چاہتا۔۔۔۔ ہارڈی نے کہا۔

”اُدکے۔ ٹھیک ہے۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا اور دسیور رکھ دیا۔

”اچھا ہوا میں نے ہارڈی سے معلومات لے لیں۔ چارلس

ٹھیک کہہ رہا تھا۔۔۔۔ ولیم جونز نے بیڑا اٹے ہوئے کہا اور پھر اس

نے ایک ٹائل لٹھا کر سامنے رکھ لی۔

ساگی راڈز میں جکڑا بیٹھا تھا جبکہ ٹائیگر اس کے سامنے موجود
کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور جوزف اور جوانا دونوں ٹائیگر کی کرسی کے
پچھے کھڑے تھے۔ ساگی کے چہرے پر خوف کے تاثرات نمایاں
تھے۔

”ساگی۔ اب تمہیں یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہم نے وہاں
گھاپو چوپال جو پوری دنیا کے ہجرموں کی سب سے بڑی پناہ گاہ کو
دو تین دہا کر جاہ کر دیا ہے۔ کافرستانی حکام کے مطابق وہاں
ہینکڑوں افراد زخمی ہوئے ہیں اور سینکڑوں لاشیں جل کر راکھ ہو
چکی ہیں۔ اس تباہی کے ساتھ ہی چیک پوسٹوں پر موجود تمام افراد
قرار ہو گئے لیکن انہیں پولیس نے گھیر کر پکڑ لیا اس طرح ان سے
پولیس کو معلوم ہوا کہ وہاں کتنے افراد مہمان تھے، کتنے وہاں پہرے
دانہ وٹرز اور دوسرے ملازمین تھے۔ یہاں کچھ کہ ہزاروں زہریلے
ساتھوں کا سر ایک ہی وقت میں کچل دیا گیا۔۔۔۔ ٹائیگر نے تیز تیز

لجھ میں مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" ساگی نے الجھے ہوئے لجھ میں کہا۔

"تمہارا کاروبار عورتوں کو اغوا کرنے اور پھر انہیں دوسرے ملکوں میں لے جا کر فروخت کر دینا ہے۔ تم ہمیں بتاؤ گے کہ اس وعدے میں تمہاری سرپرستی یہاں کون کر رہا ہے؟" ٹائیگر نے کہا۔

"اگر میں قادیوں جب بھی تم نے مجھے ہلاک کر دینا ہے اور اگر میں نہ قادیوں جب بھی تم مجھے ہلاک کر دو گے۔ اس لئے سودی مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔" ساگی نے یسٹ کن لجھ میں کہا۔

"ہم جنہیں انتظار کرنے کا فائدہ دے سکتے ہیں۔ شرط یہ کہ تم آئندہ بھی ہمیں انفارمیشن دیتے رہو گے۔" ٹائیگر نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے؟" ساگی نے چونک کر اور حیرت بھرے لجھ میں کہا۔

"نہیں۔ ہمارا تعلق سنیک بکڈ سے ہے اور تم جیسے مجرم معاشرے کے زہریلے سانپوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اب تم بے ضرر سانپ بن کر مجرم بن جاؤ تاکہ دوسرے سانپوں کے سر کچلے جا سکیں یا پھر تمہارا سر کچل دیا جائے۔" ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سنیک بکڈ کوئی سرکاری تنظیم ہے؟" ساگی نے کہا۔

"ہاں۔ ہم ایک لاکھ مجرموں کو بھی مار دیں جب بھی ہمیں کوئی سچ نہیں کہہ سکتا۔ ہمیں سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔" ٹائیگر نے کہا۔

"تو پھر سنو مجھے خبر بنا لو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی جرم نہیں کروں گا۔" ساگی نے کہا۔

"پہلے تفصیل بتاؤ تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ تم حقیقتاً ایسا کہہ رہے ہو یا نہیں ڈانچ دے رہے ہو۔" ٹائیگر نے کہا۔

"تو سنو۔ یہاں چار بڑے بڑے گروہ ہیں جو دیہاتوں اور شہروں سے نوجوان غیر شادی شدہ لڑکیوں کو جبراً یا ان کی رضا مندی سے اغوا کرتے ہیں۔" ساگی نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار افس پڑا۔

"تم افس رہے ہو؟" ساگی نے ہونٹ ہچکچتے ہوئے کہا۔

"تم جو کہہ رہے ہو کہ اغوا ہارضا کیا یہ ہو سکتا ہے کوئی لڑکی خود اپنی مرضی سے اغوا ہو جائے؟" ٹائیگر نے کہا۔

"یہ معاشرے میں جو پسند کی شادیاں ہو رہی ہیں اور لڑکے لڑکیاں شادیاں کر کے گھروں سے فرار ہو جاتے ہیں یہ اغوا ہارضا نہیں تو اور کیا ہے۔ ان میں سے بیشتر لڑکے عیسائی عیاشی کے بعد ان لڑکیوں کو ہمارے پاس بھاری قیمت پر فروخت کر کے کسی دور دراز کے علاقے میں جا کر دوبارہ بیکل ہو جاتے ہیں اور پھر چکر چلا کر شادی کر لیتے ہیں۔" ساگی نے جواب دیا تو ٹائیگر

نے ایک طویل سانس لیا۔

"دیری بیل۔ معاشرے میں اس حد تک بگاڑ آ گیا ہے لیکن تم وہ کہہ رہے تھے کہ تم صرف غیر شادی شدہ لڑکیاں اغوا کرتے ہو یہ تو شادی شدہ ہوتی ہیں"..... ٹائیگر نے کہا۔

"ایک دو ماہ کی شادی سے عورت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ شادی شدہ سے میرا مطلب ایسی عورتیں ہیں جن کے دو چار بچے پیدا ہو چکے ہوں۔ ایسی عورتوں کا جسم وصل جاتا ہے اور انہیں کوئی غریہ نہیں کرتا۔ مجبوراً ہمیں انہیں ہلاک کر کے ان کی لاشیں سمندر میں پھینکنی پڑتی ہیں"..... ساگی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ یہ بتاؤ کہ کس کی سرپرستی تمہارے اس بزنس کو حاصل ہے"..... ٹائیگر نے کہا۔

"پاکیشیا میں اس دھندے کا بیڑہ میں ہوں البتہ پاکیشیا میں چیف آغا جہار ہے اور وہ بین الاقوامی سطح پر کام کرنے والی تنظیم کا ماتحت ہے۔ پورٹی دنیا میں عورتوں کی خرید و فروخت کے بزنس پر کوہبان کی اجارہ داری ہے"..... ساگی نے کہا۔

"کیا تم درست کہہ رہے ہو"..... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ تم بے شک آغا جہار سے بچ چہ لو اگر وہ تمہیں بتا دے کیونکہ وہ بے حد ہائر آڈی ہے۔ وہ دو ہار قوی اسمبلی کا ممبر بھی رہا ہے۔ بہت بڑا جاگیردار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سینڈز کے بزنس

کا آئی کون بھی ہے۔ اس سے تو ملک کا صدر بھی درخواست کر کے ملے گا۔"..... ساگی نے کہا۔

"تمہارے پاس اس کی سرپرستی کے کیا ثبوت ہیں"..... ٹائیگر نے پوچھا۔

"میں کے فون شیپ کر سکو تو ثبوت مل جائیں گے"..... ساگی نے کہا۔

"تم اسے فون کرو اور اس سے بات کرو تاکہ ہم کٹرم ہو جائیں۔ جو مرضی آئے کہو اس سے ہمیں کوئی مطلب نہیں لیکن یہ کٹرم گرا دو کہ وہ تمہاری سرپرستی کر رہا ہے اور اس کی سرپرستی کوہبان کرتا ہے"..... ٹائیگر نے کہا۔

"لے آؤ فون"..... ساگی نے کہا تو ٹائیگر کے کہنے پر جوزف سائیڈ سٹال پر موجود فون اٹھا کر راڈر والی کرسیوں کے پاس لے آیا۔ اس نے فون ایک خالی کرسی پر رکھا اور ریسور اٹھا لیا۔

"نمبر بتاؤ"..... جوزف نے کہا تو ساگی نے نمبر بتانا شروع کر دیا۔ یہ واقعی دارالحکومت کا ہی نمبر تھا۔ جوزف نے آخر میں لاؤڈر کا بلیں بھی پر میں کر دیا تو دوسری طرف بجنے والی گھنٹی کی آواز واضح طور پر سنائی دینے لگی پھر ریسور اٹھا لیا گیا۔

"میں"..... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد سہاٹ تھا۔

"ساگی بول رہا ہوں چیف"..... ساگی نے کہا۔

"ارے تم زندہ ہو۔ میں تو کفرم تھا کہ تم کافرستان کے از
گھاچہ چوپال کے ساتھ ہی جل کر راکھ ہو چکے ہو"..... ایک مردانہ
آواز سنائی دی۔

"میں ایک ضروری کام سے وہاں سے نکل کر قریبی شہر گیا ہوں
تھا۔ واپسی پر پتہ چلا کہ یہ ہوا ہے تو میں دوبارہ شہر چلا گیا۔ ابھی
میں وہیں ہوں۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کس نے کیا
ہے"..... ساگی نے کہا۔

"تمہیں کیا ضرورت ہے یہ معلوم کرنے کی۔ تم فوراً واپس آ
جاؤ۔ یہاں تمام اڈے سستان پڑے ہوئے ہیں۔ پولیس نے
پچھاپے مار مار کر چاروں کے چاروں اڈوں سے انخوا شدہ عورتیں
واپس اٹھالی ہیں۔ اڈوں پر موجود ہمارے لوگوں کو بے دریغ ہلاک
کر دیا ہے۔ سپر چیف کی کال آئی تھی۔ وہ سخت ناراض ہیں"۔ آغا
جہار نے کہا۔

"پولیس کو آپ سنبھال کیوں نہیں لیتے"..... ساگی نے کہا۔
"اسے بڑی مشکل سے سنبھالا ہوا ہے۔ اب ویسے بھی
معلومات ختم ہو گئے ہیں تم آ جاؤ تاکہ نئے سرے سے سیٹ اپ
قائم کیا جائے ورنہ کوہستان ہمارے ڈسٹرکٹ آرڈر جاری کر دے
گی"..... آغا جہار نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں روانہ ہو جاتا ہوں کل تک پہنچ جاؤں گا۔ پھر
وہاں سے آپ کو فون کروں گا"..... ساگی نے کہا۔

"اوکے"..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی
مابہل ختم ہو گیا تو جرنل نے دستور واپس کر لیڈل پر رکھا اور فون اٹھا
کر واپس آ کر تپائی پر رکھ دیا اور دوبارہ کرسی کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔
"گنا ہے تمہارے بغیر یہ دھندہ نہیں چلتا"..... ٹائیگر نے کہا۔
"ہاں۔ مجھے اس دھندے میں دس سال ہو گئے ہیں"..... ساگی
نے بڑے غریب لہجہ میں کہا۔

"دس سال میں تم نے کتنی عورتوں کا دھندہ کیا ہو گا۔ سو دو
سو"..... ٹائیگر نے کہا تو ساگی بے اختیار ہنس پڑا۔
"یہ تو بہت معمولی تعداد ہے اور کچھ نہیں تو ہزاروں لڑکیاں تو
غردخت کی ہوں گی"..... ساگی نے کہا۔

"اس کے باوجود تم کہہ رہے ہو کہ تمہیں زندہ چھوڑ دیا جائے۔
سوری ساگی تم انتہائی ذہریلے سانپ ہو اور سبک بکرو کو تم جیسے
سانپوں کا سر کھینچنا آتا ہے۔ جوتا اسے آف کر دو"..... ٹائیگر نے
کہا۔

"تم۔ تم"..... ساگی نے بوکھلائے ہوئے لہجہ میں کہا شروع
کیا ہی تھا کہ جوتا نے جیب سے "شین پائل ٹالا اور تڑا ہٹ کی
آواز کے ساتھ ہی کمرہ ساگی کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج
اٹھا اور چند لمحوں بعد ساگی کی گردن ڈھلک گئی۔

"اسے برقی بجلی میں ڈال دوں"..... جوتا نے کہا۔
"ارے نہیں۔ ایسے لوگوں کو دیکھ کر اس کے ساتھیوں کے دلوں

98
میں خوف پیدا ہو گا تو وہ لوگ کھل کر کام نہیں کر سکیں گے۔ کسی
دہران جگہ پر پھینک دینا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔
"یہ ساگی تو ختم ہو گیا۔ اب آغا جبار اور کوہران کا کیا ہو
گا۔۔۔۔۔ جواتا نے کہا۔

"کوہران تو کوئی بین الاقوامی سطح کی تنظیم نظر آ رہی ہے۔ اس
آغا جبار سے اس بارے میں تمام معلومات حاصل کرنا ہوں
گی۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا تو جوزف اور جواتا نے اثبات میں سر ہلا
دیا۔

"پھر چلیں اسے پھینک دیں گے اور آغا جبار کو بھی اٹھا لائیں
گے۔۔۔۔۔ جواتا نے کہا۔

"ابھی نہیں۔ ساگی کی لاش سامنے آنے دو تاکہ آغا جبار کا
دماغ بھی نکالنے پر آ جائے ورنہ ابھی تو اس کا دماغ ساتویں
آسمان پر ہو گا اور صرف اس کے ہلاک ہونے سے کام آگے نہیں
بڑھ سکے گا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اس کوہران کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش
کرنا۔۔۔۔۔ جواتا نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ساگی کا اڈہ دارالحکومت کے لوائی علاقے فاضل پور میں تھا۔ یہ
ایک بڑی عمارت تھی جہاں چند ایسے طبقہ تھے خائے موجود تھے جہاں
انگرا شدہ لڑکیوں کو رکھا جاتا تھا۔ ان لڑکیوں کو باشت، لٹچ اور انر میں
بہت اچھا کھانا سپلا کیا جاتا تھا۔ ماحول بھی بے حد صاف ستھرا رکھا
جاتا تھا۔ وہاں مستقل طور پر دو لیڈی لاکٹرز بھی رہتی تھیں جو ان
لڑکیوں کی صحت کا خیال رکھتی تھیں۔ انہیں بے حد اچھا لباس سپلا کیا
جاتا تھا اور وہاں دو ایسی عورتیں بھی تھیں جنہیں وہاں اس لئے رکھا
گیا تھا کہ وہ ان لڑکیوں کو باقاعدہ نفسیاتی طور پر خوش رکھنے کی
کوشش کرتی تھیں۔ انہیں خوبصورت خواب دکھائے جاتے تھے لیکن
پھر پولیس نے یہاں چھاپہ مارا اور یہاں موجود انگرا شدہ لڑکیوں کو
رہائی دلائی جبکہ لیڈی لاکٹرز اور ماہرین نفسیات عورتوں کو بھی گرفتار
کر لیا گیا۔ وہاں تقریباً دس مسلح افراد موجود تھے جو سب پولیس
مقابلے میں ہلاک ہو گئے تھے۔ ساگی نے دو گروپ بنا رکھے تھے۔

ایک گروپ کا سربراہ ایک بد معاش غریب تھا جبکہ دوسرے گروپ کا سربراہ راجو نامی آدمی تھا۔ راجو اور اس کے ساتھی ساگی کے ساتھ پولیس سے بچ کر کافرستان چلے گئے تھے۔ وہاں ساگی کو اطلاع ملی تھی کہ غریب نے اڈا سنبھال لیا ہے اور اسے ساگی کی جگہ دے دی گئی ہے اور یہ کام کسی آغا جبار نے کیا تھا لیکن ساگی نے راجو کو وہاں کا انچارج مقرر کر دیا اور راجو اپنے ساتھیوں سمیت وہاں پہنچ گیا لیکن براہ راست اڈے پر جانے کی بجائے وہ دارالحکومت میں ہی ایک جگہ ٹھہر گئے اور راجو نے اپنے ایک خاص آدمی کو جو غریب کا بھی دوست تھا تازہ ترین حالات معلوم کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اس کا نام ریاست تھا۔ ریاست دو روز تک واپس نہ آیا تو راجو اور اس کے ساتھیوں کو بے حد تشویش ہوئی۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اب ان سب کو اکٹھے وہاں جا کر چھاپہ مارتا چاہئے۔ ان کا خیال تھا کہ ریاست کو بھینا ہلاک کر دیا گیا ہے ورنہ وہ دوسرے روز لازماً واپس آ جاتا لیکن پھر اس سے پہلے کہ وہ اپنے ارادے پر عمل کرتے ریاست اچانک واپس آ گیا۔

”کیا ہوا ریاست۔ کل کیوں واپس نہیں آئے تھے؟“ راجو نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سوری باس۔ مجھے آتے نہیں دیا گیا تھا بہر حال آج میں معلومات حاصل کر کے واپس آیا ہوں۔“ ریاست نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اچھا پتہ کیا پوزیشن ہے؟“ راجو نے کہا۔

”غریب لڑنے پر آمادہ ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ساگی نے کافرستان قرار ہو کر انتہائی بزدلی کا مظاہرہ کیا ہے۔ دوسری بات جو اس نے بتائی وہ بہت خوفناک ہے کہ کافرستان میں گھاپو چو پال جہاں ساگی جا کر ٹھہرا ہے اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا ہے۔ اس لئے ساگی بھینا ہلاک ہو چکا ہے اور اگر ہم اس کے ساتھ ہوتے تو ہمارا وجود بھی ختم ہو چکا ہوتا۔“ ریاست نے کہا۔

”یہاں کب ہوا ہے؟“ راجو نے پوچھا۔

”گزشتہ کل۔“ ریاست نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ یہ ان کا ساتھی رابرٹ تھا جو ہلاک ہوا تھا۔

”کیا ہوا ہے۔ تمہارے چہرے پر بارہ کیوں بیجے ہوئے ہیں؟“ راجو نے کہا۔

”ہاں ساگی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ میں اس کی لاش دیکھ کر آ رہا ہوں نصیب پورہ تھانے میں۔“ رابرٹ نے کہا تو وہ سب اچھل پڑے۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے؟“ راجو نے کہا۔

”میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہا ہوں۔ میں یہاں آنے سے پہلے نصیب پورہ اس لئے گیا تھا کہ وہاں ہمارا ایک ساتھی اکرم بھار تھا۔ میں اسے پوچھنے کے لئے گیا تو اس سے پتہ چلا کہ تھانے

میں ساگی کی لاش لائی گئی ہے۔ وہاں اکرم کا بڑا بھائی ملازم ہے۔ وہ ساگی کو پہچانتا تھا۔ ساگی دو تین بار اکرم کے گھر بھی گیا تھا۔ مجھے بھی یقین نہ آیا تو میں خود وہاں گیا۔ وہ لاش واقعی ساگی کی تھی۔۔۔۔۔ رابرٹ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”پولیس کو معلوم ہوا کہ ساگی کو کس نے ہلاک کیا ہے۔۔۔۔۔ راجو نے پوچھا۔

”لاش ایک دیوان باغ سے ملی ہے۔ وہاں اتفاق سے ایک آدمی موجود تھا۔ وہ ایک درخت پر چڑھ کر شہد کی کھبوں کا بھردہ اتارنا چاہتا تھا کہ اس نے باغ میں ایک کار کو داخل ہوتے دیکھا تو وہ اس طرف متوجہ ہو گیا۔ کار وہاں رکی اور ڈرائیونگ سیٹ سے ایک آدمی نیچے اترتا اور اس نے مٹی سیٹ کا دروازہ کھولا اور ایک لاش کو تھمیت کر وہاں ڈالا اور واپس کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور کار واپس چل گئی۔ یہ ایک مینی شاہد نے بتایا۔۔۔۔۔ رابرٹ نے کہا۔

”اس آدمی نے اس کار کی کوئی نشانی یا ڈرائیور کے بارے میں کوئی تفصیل بتائی ہے۔۔۔۔۔ راجو نے کہا۔

”اس نے پولیس کو کار کا رجسٹریشن نمبر بتایا ہے لیکن پولیس نے چیکنگ کی تو یہ نمبر غلط تھا کیونکہ یہ نمبر ابھی تک کسی کو بھی جاری نہیں کیا گیا۔۔۔۔۔ رابرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس آدمی کا علیہ تدفین کس نے لاش کیلگی ہے۔۔۔۔۔ راجو

نے کہا۔

”پوچھنے کے باوجود وہ آدمی نہیں بتا سکا۔۔۔۔۔ رابرٹ نے کہا۔

”اب رجسٹریشن یہ ہو گئی ہے کہ چیف ساگی کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ الے پر غیبت کا قبضہ ہے جبکہ اس کی سرپرستی آغا جبار کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں ہمارے پاس دو راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم علیحدہ گروپ بنالیں لیکن اس صورت میں غیبت اور ہماری جنگ شروع ہو جائے گی اور ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ ہم الے پر حملہ کر دیں اور ساگی کا جائشیں ہونے کا اعلان کر دیں۔ جو ہماری حیثیت کو تسلیم کرے گا وہی زندہ رہے گا ورنہ نہیں۔۔۔۔۔ راجو نے کہا۔

”ایک اور راستہ بھی ہے راجو۔۔۔۔۔ ایک ساتھی نے کہا۔

”ہاں بتاؤ کیا راستہ ہے۔۔۔۔۔ راجو نے کہا۔

”غیبت کا اعلان ہے کہ اسے یہ سیٹ آغا جبار نے دی ہے۔ اگر آغا جبار اس سے سیٹ واپس لے کر ہمیں دے دے تو غیبت کا رعب ختم ہو جائے گا اور ہمیں برتری حاصل ہو جائے گی۔۔۔۔۔ اس ساتھی نے کہا۔

”تمہاری بات درست ہے ہنری لیکن اگر آغا جبار نے ہمارا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تو پھر۔۔۔۔۔ راجو نے کہا۔

”تو پھر ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ پھر کل جنگ ہو گی جو طاقتور ہو گا وہی زندہ رہے گا۔ ہماری دنیا کا ویسے بھی یہی اصول

ہے کہ کمزوروں کو زندہ رہنے کا حق نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ ہنری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ میں فون کرتا ہوں آغا جبار کو۔۔۔۔۔ راجو نے کہا۔

”اس سے مل کر بات کرنے کی اجازت مانگو۔ میرا مطلب ہے کہ اسے قائل کیا جائے۔۔۔۔۔ ہنری نے کہا تو راجو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ راجو نے فون کا ریسیور اٹھایا اور فیسر پر لیس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لائوڈر کا بٹن بھی پر لیس کر دیا اور دوسری طرف سے بچنے والی فون کی کھنٹی کی آواز سب کو واضح طور پر سنائی دینے لگی۔

”لیس۔۔۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی جسے سب اسی پہچان گئے کہ یہ آواز آغا جبار کی ہے۔

”آغا صاحب۔ السلام علیکم۔ میں راجو بول رہا ہوں چیف سائیکل کا اسسٹنٹ۔۔۔۔۔ راجو نے کہا۔

”اوہ۔ تم لوگ کہاں ہو۔ نہ سائیکل نظر آ رہا ہے اور نہ تم لوگ۔۔۔۔۔ آغا جبار نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

”ہاں سائیکل کو نامعلوم افراد نے ہلاک کر دیا ہے۔ ان کی لاش نصیب پورہ کے ایک قدیم دیران ہارٹ سے ملی ہے۔ اس وقت نصیب پورہ کے تھانے میں ان کی لاش موجود ہے اور ہمارے ساتھی رابرٹ نے خود نہیں لاش کی صورت میں دیکھا ہے۔ اس سلسلے میں صورت حال کسی بھی لمحے خراب ہو سکتی ہے اس لئے آپ وقت

دیں تاکہ آپ سے تفصیلی شکوکہ کر کے کوئی حل نکالا جاسکے۔۔۔۔۔ راجو نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم کیوں ملنا چاہتے ہو۔ قیامت نے مجھے فون کر کے پہلے ہی اطلاع دے دی ہے۔ چونکہ میں نے قیامت کو سائیکل کی جگہ دی ہے اس لئے اب تم سب کو میرا حکم ہے کہ قیامت سے سخت کام کرو۔ تم سب کو خصوصی انعامات بھی دئے جائیں گے۔۔۔۔۔ آغا جبار نے کہا۔

”یہ آپ کا حتمی اور آخری فیصلہ ہے۔۔۔۔۔ راجو نے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ آغا جبار نے کہا۔

”اوکے۔ آپ کا حکم سر آنگھوں پر۔۔۔۔۔ راجو نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

”یہ کیا کہہ رہے ہو راجو۔۔۔۔۔ سب ساتھیوں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آغا جبار کو یہی تاثر دینا بہتر تھا تاکہ وہ قیامت کو فون کر کے ہمارے ہارے میں گرین سگنل دے تو پھر اس کی اطاعت قبول کرنے ہم وہاں جائیں گے اور پھر اچانک حملہ کر دیں گے۔ راجو نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران جیسے ہی قلیٹ میں داخل ہوا اس نے تاک سیٹری۔ اسے وہاں سے انسانی خون کی بو آ رہی تھی۔ اس نے دروازہ کھولنے والے سلیمان کی طرف چمک کر دیکھا۔

"میں نے کوشش تو کی ہے کہ آپ کی آمد سے پہلے یہاں اچھی طرح صفائی کر دوں لیکن پھر بھی آپ نے بو سونگھ لی۔"۔۔۔۔۔ سلیمان نے عمران کے اندر آ جانے پر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا ہے سلیمان؟"۔۔۔۔۔ عمران نے چمک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ سٹنگ روم میں بیٹھیں۔ میں آپ کے لئے چائے لاتا ہوں تاکہ آپ کو حسرت بھری کہانی سنائی جائے۔"۔۔۔۔۔ سلیمان نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کچن کی طرف بڑھ گیا۔ عمران سٹنگ روم میں آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد سلیمان چائے کی پیالی اٹھائے آیا اور چائے کی پیالی میز پر رکھ کر اس نے سامنے موجود کرسی کھینچی اور

اس پر بیٹھ گیا۔

"بہن قلم کرو۔ مجھے تفصیل بتاؤ کیا ہوا ہے؟"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو سلیمان نے کچن میں مصروفیت پر مسلسل زور پتل بچتے اور مصالحہ کی دیکھی کے ہاتھ پر کرنے سے لے کر زور پتل کو جلتے سے بچانے کے لئے اس کا فوری جا کر پوچھنے سے لے کر دروازہ کھولنے اور پھر پیچھے ہٹ کر ایک آدمی کو اندر داخل کرنے اور پھر پوچھنے کہ کیا وہ سلیمان ہے اس پر حملہ کرنے اور پھر سلیمان نے اس کے آنکھوں میں ہاتھ پر موجود مصالحہ لگا کر اسے بے ہوش کرنے تک کی تفصیل بتادی۔ عمران اس طرح سن رہا تھا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار ایسا واقعہ سن رہا ہو۔

"پھر کیا ہوا؟"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو سلیمان نے ٹائیگر کو فون کرنے سے لے کر ٹائیگر کے آنے اور اس سے پوچھ گچھ کر کے اسے ہلاک کرنے اور پھر اس کی لاش کار میں ڈال کر لے جانے تک کی تفصیل بتادی۔

"تم نے خصوصی طور پر ٹائیگر کو کیوں کال کی تھی۔ تم جوں جوں جانا کو بھی کال کر سکتے تھے یا پھر مجھے بھی سیل فون پر کال کر سکتے تھے؟"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"اس لئے کہ میرے خیال میں صرف ٹائیگر ہی اس آدمی کو بچاؤ سکا تھا اور میرا خیال درست ثابت ہوا۔ اسے دیکھتے ہی ٹائیگر بچاؤ گیا کہ یہ مشہور پیشہ ور قاتل ہے؟"۔۔۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔

”مگنڈ شو۔ تم نے واقعی ذہانت اور اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے لیکن تم نے یہ کیوں کہا کہ حسرت بھری کہانی سناؤ گے؟“ عمران نے کہا۔

آپ کے لئے کہہ رہا تھا کہ آپ کی یہ حسرت پوری نہ ہو سکی کہ میرا خاتمہ ہو جائے اور آپ کو ادھار اور ساتھ نکواہیں نہ دیتی پڑیں۔“ سلیمان نے کہا تو عمران اپنی عادت کے خلاف کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”تم فکر نہ کرو۔ ہمارے ملک میں پیشہ ور قاقوں کی کمی نہیں ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہر پیشہ ور قاق اسی رقم مانگتا ہے کہ اس سے آدمی رقم میں تمہاری ساتھ نکواہیں اور تمام ادھار چکایا جا سکتا ہے۔“ عمران نے کہا تو اس بار سلیمان بے اختیار ہنس پڑا۔

”پھر تو آپ نے جرات سے زیادتی کی ہے کہ اس کی بے پناہ کمائی بند کر دی۔“ سلیمان نے کہا اور چائے کی خالی پیالی اٹھا کر واپس مڑ گیا۔ عمران اس دوران چائے بھی ساتھ ساتھ سہ کرتا رہا تھا۔

”آغا جبار۔ یہ کون ہے اور اس نے کیوں یہ حرکت کی ہے؟“ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر فون کا رسیور اٹھا کر ٹائیگر کے سیل فون کے نمبر پر پریس کر دیے۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں ہاں۔“ چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”کہاں ہو تم اس وقت؟“ عمران نے کہا۔
”میں کلب میں ہوں اور سونے کے لئے ہوٹل جانے کا سوچ رہا تھا۔ حکم کریں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”میں ابھی فلیٹ پر پہنچا ہوں۔ سلیمان نے آج کے واقعہ کی تفصیل بتائی ہے لیکن اس سلسلے میں چند ضروری سوالات ہیں جن کے جواب تم ہی دے سکتے ہو۔ اس لئے پہلے میرے فلیٹ پر آ جاؤ۔“ عمران نے کہا۔

”لیس ہاں۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔“ ٹائیگر نے کہا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد کال تیل کی آواز سنائی دی تو سلیمان نے جا کر دروازہ کھولا اور پھر ٹائیگر سنگ روم میں آ گیا۔ اس نے عمران کو سلام کیا اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔
”ہاں اب مجھے تفصیل بتاؤ کہ یہاں کیا ہوا ہے؟“ عمران نے کہا۔

”یہاں مجھے سلیمان نے کال کیا اور بتایا کہ اس طرح واقعہ ہوا ہے۔ میں یہاں پہنچا تو میں نے اس پیشہ ور قاق کو پہچان لیا۔ یہ بہت مشہور پیشہ ور قاق ساجن تھا۔ یہ تو سلیمان نے ہمت کی کہ اس کی آنکھوں پر سرچوں والا مصالحہ قہوہ دیا اور وہ بے بس ہو گیا ورنہ وہ اپنے کام میں ماہر سمجھا جاتا ہے۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔
”اسے کس نے بھیجا تھا؟“ عمران نے پوچھا۔

”آغا جبار نے۔ وہ ساگی اور اس کے گروہ کی سرپرستی کرتا

ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”اسے سلیمان سے کیا دشمنی پیدا ہو گئی ہے اور وہ بھی اس تک کہ وہ اسے پیشہ ور قاتل کے ذریعے ہلاک کرانے پر آمادہ ہو گیا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”یہی سوال مجھ سے سلیمان نے بھی کیا تھا۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ میرا آئیڈیا ہے کہ آغا جبار نے پولیس کا ردوائی کے بارے میں تفصیل معلومات کہیں سے حاصل کر لی ہوں۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”کیا آئیڈیا ہے۔ تفصیل بتاؤ۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ساگی کے اڈے پر جہاں افوا شدہ لڑکیوں کو رکھا جاتا ہے پولیس نے چھاپہ مارا۔ ساگی تو فرار ہو گیا لیکن وہاں موجود اس کے آدھی مارے گئے اور افوا شدہ لڑکیاں برآمد کر لی گئیں۔ آغا جبار اس اڈے کا سرپرست ہے اسے دھچکا لگا تو اس نے معلوم کر لیا کہ یہ کیسے اور کیوں ہوا اور کس نے کہا یا کیونکہ مجرم پولیس کے اعلیٰ افسران کو باقاعدگی سے رشوت دیتے رہتے ہیں اس کے باوجود آئی جی کا خود حرکت میں آنا ان کے نزدیک انتہائی حیران کن ہو گیا اور عجیباً انہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ سلیمان نامی باورہنگ جو یہاں قلیٹ میں رہتا ہے اپنی بھانجی کے افوا پر سر عبدالرحمن کے آفس میں گیا اور سر عبدالرحمن نے آئی جی کو سختی سے آپریشن کا حکم دے دیا ہو گا جس کے نتیجے میں عورتیں برآمد ہو گئیں۔ اڈہ پر موجود افراد ہلاک کر دیے گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ آغا جبار بہت بڑا جاگیردار ہے

ہیں۔ جاگیردارانہ ذہنیت کے مطابق اس نے اتفاقاً سلیمان کے قتل کا حکم دے دیا ہو گا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے تفصیل سے اپنا تجزیہ بیان کرتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ تم نے بہترین تجزیہ کیا ہے۔ گڈ شو۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو ٹائیگر کے چہرے پر خوشی کے تاثرات ابھر آئے۔

”شکریہ اس۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”موجود اب آغا جبار کے بارے میں تفصیل بتاؤ۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”وہ یہاں کی ایک پش کالونی لارڈ میں اپنا محل نما کوٹھی میں رہتا ہے۔ وسیع زرعی اراضی کا مالک ہے بلکہ بہت بڑا جاگیردار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ سینڈ کا بزنس اونسٹے پیمانے پر کرتا ہے۔ اسے بڑے پیمانے پر کہ اسے اس بزنس کا آئی کون کہا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اس مکروہ دھندے کا سرپرست بھی ہے۔ ساگی نے جو کچھ بتایا ہے اس کے مطابق پوری دنیا میں یہ دھرم دھندہ ایک بین الاقوامی سطح پر کام کرنے والی تنظیم کو برمان کے نام سے کیا جاتا ہے جس کا ہیڈ آفس یورپی ملک کا سار کے دارالحکومت کا سار میں ہے۔ اس کا ہیڈ کوارٹر بھانے کہاں ہے۔ یہاں پانچواں میں اس کو برمان کا ایجنٹ آغا جبار ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اسے بڑے پیمانے پر کام ہو رہا ہے تو یہ صرف ایک اڈہ نہیں

ہو گا یہاں کی اور اڈے بھی ہوں گے۔ تم نے سانگی سے
تھا۔ عمران نے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ مجھے خیال نہیں آیا۔ آئی
سواری۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے فوراً ہی اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے
کہا۔

”اچھی بات ہے کہ غلطی کا احساس ہو تو اسے فوراً تسلیم کر لیں
اس کا عداوا کرو۔ اس لئے اب اس اڈے سے کسی اور سے
کرو کہ پاکیشیا کے طول و عرض میں اس گروہ اور مذہب و عقیدہ
کے اور کتنے اڈے ہیں اور پھر ان اڈوں پر ریڈ کرو اور وہاں موجود
ساتھوں کے سر کچل دو۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے ہاں۔ میں جلد ہی یہ معلومات حاصل کر لوں
لیکن کیا اس آقا جبار کو پہلے ٹریس نہ کیا جائے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔
”اس پر ہاتھ ڈالنے سے اڈوں پر موجود لوگ خطرہ گردنہ
جائیں گے۔ پہلے تمام اغوا شدہ عورتوں کا سراغ لگاؤ اور انہیں رہائی
دلاؤ تاکہ سانپ انہیں کاٹ نہ سکیں۔ پھر اسے بھی کور کر لیا جائے
گا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر
عمران سے اجازت لے کر واپس چلا گیا تو عمران نے سلیمان کو
ہلایا۔

”بھئی صاحب۔۔۔۔۔ سلیمان نے سمجھہ لے کر کہا۔
”تم گاؤں چلے جاؤ اور اپنی بہن اور بھانجی سے مل لو اور جاتے

ہوئے مجھ سے رقم لے جانا۔ شاید انہیں ضرورت ہو بیٹیوں کی شادی
کے لئے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”شادی لیکن ابھی تو وہ پڑھ رہی ہیں۔۔۔۔۔ سلیمان نے کہا۔
”تم گاؤں میں کم رہے ہو اس لئے تمہیں وہاں کے ماحول اور
کچر کا علم نہیں۔ تمہاری اغوا شدہ بھانجی اگرچہ باعزت واپس آگئی
ہے لیکن اس پر بہر حال اغوا کا الزام تو لگ گیا ہے اس لئے لازماً
ان دونوں کی جلد شادیاں کر دی جائیں گی اور یہ بہتر بھی رہے
گا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو سلیمان نے اثبات میں سر ہلایا۔

”رقم کی ضرورت نہیں کیونکہ بڑے صاحب نے بڑی تنگم کو بھیج
دیا تھا اور بڑی تنگم صاحبہ ڈرائیور اور ملازم امام بخش کے ساتھ ان
سے مل آئی ہیں اور بہت بڑی رقم بھی دے آئی ہیں۔۔۔۔۔ سلیمان
نے جواب دیا۔

”چلو ٹھیک ہے۔ یہ رقم تم رکھ لو۔ شادی میں کوئی کمی نہیں ہوتی
چاہئے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو سلیمان بے اختیار ہنس پڑا۔

”رقم کی باتیں تو آپ یوں کر رہے ہیں جیسے لاکھوں روپے
یہاں پڑے ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ چیل کے گھونسلے میں گوشت
مل ہی نہیں سکتا۔۔۔۔۔ سلیمان نے کہا اور دفعتاً اس کی طرف مڑ گیا
تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

دو بڑی چیمپیں تیزی سے دارالحکومت کے لواحقین علاقے فاضل پور کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھیں جہاں ساگی کا الہ تھا۔ چیمپوں میں راجو اور اس کے ساتھی تھے اور بظاہر وہ اڑے پر قابض غیاث کے ماتحت بن کر جا رہے تھے لیکن دراصل وہ اڑے پر جبراً قابض ہونے جا رہے تھے۔ اس کے لئے انہوں نے خصوصی اسلحہ چھپایا ہوا تھا۔ یہ خصوصی اسلحہ ریڈ ریڈ پائل تھے۔ ایسے پائل جن میں سے سرخ رنگ کی ریڈ نکلتی تھیں جو انسان کو ایک لمبے میں راکھ کا ڈھیر بنا دیتی تھیں۔ انہیں معلوم تھا کہ غیاث اور اس کے ساتھی بہت تجربہ کار لوگ ہیں اور وہ آسانی سے ہاتھ نہیں آئیں گے لیکن انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ ریڈ ریڈ پائل کو وہ کوٹ کے اندر سے ہی قاتل کر سکتے ہیں اور کھلے عام بھی اور اس سے بچاؤ ان کے ناممکن تھا۔ غیاث کو انہوں نے اپنی آمد کی اطلاع دے دی تھی اس لئے جیسے ہی ان کی چیمپیں فاضل پور میں داخل ہوئیں وہاں دو بڑی چیمپوں

نے تباہی مچا کر رکھی تھی۔ راجو اور اس کے ساتھیوں نے چیمپیں ہٹا دیں۔

”تم سب چیمپوں سے نیچے آ جاؤ اور سنو تمہاری چیمپوں کی تلاش ہو گی اور تمہاری بھی“۔ ایک آدمی کاشو نے آگے آ کر بڑے چمک آ میز لہجے میں کہا۔

”کیوں وجہ۔ تم کون ہوتے ہو ہم پر شک کرنے والے“۔ راجو نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آخری بار کہہ رہا ہوں نیچے آ جاؤ ورنہ ہم فائر کھول دیں گے“۔ کاشو نے چیخنے ہوئے کہا تو راجو نے اپنے ساتھیوں کو نیچے اترنے کے ساتھ ریڈ ریڈ فائرنگ کا اشارہ کر دیا کیونکہ عام اسلحے کے ساتھ ساتھ حساس اسلحہ بھی ان کے لباسوں میں موجود تھا اور وہ چمک بھی ہو سکتا تھا اس لئے راجو نے اسے فوری استعمال کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ پھر وہ سب چیمپوں سے نیچے اتر آئے۔

”ادھر سامنے قطار بنا کر کھڑے ہو جاؤ۔ تمہاری مکمل تلاش لی جائے گی“۔ کاشو نے اسی طرح تفریق آمیز لہجے میں کہا۔ وہ شروع سے ہی راجو کا مخالف تھا اور اب اسے راجو کی بے عزتی کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ راجو کے خلاف باقاعدہ پلان بنا کر آیا تھا۔ اس کے پاس دو غوثناک بم تھے جن سے وہ راجو کو اڑانا چاہتا تھا۔

”ہمیں دھمکیاں مت دو۔ ہم قطار نہیں بنائیں گے۔ ساتھیو قاتل

مسلم افراد بھی لاشوں کی بجائے راکھ میں تبدیل ہو چکے ہیں اور ظاہر ہے راکھ ہوا میں اڑ کر قایم ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ کاشو اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اس لئے اپنی جگہ مطمئن تھے کہ ان کی تلاشی کاشو اور اس کے ساتھی لے چکے ہیں اس لئے وہ یہاں پہنچے ہیں ورنہ کاشو کو کہہ دیا گیا تو کہ اگر وہ لوگ تلاشی میں رکاوٹ ڈالیں تو انہیں ہلاک کر دیا جائے۔ راجو اور اس کے ساتھی جیہوں میں ہاتھ ڈالے اڑے میں داخل ہوئے تو وہاں نیم ضخیم جسم کا مالک غیاث کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"ریلو چیف۔ کیا حال ہے؟"۔۔۔۔۔ راجو نے کہا تو غیاث کے چہرے پر مسرت کی لہریں دوڑ گئیں۔

"ٹھیک یو راجو لیکن ابھی تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو دو ماہ تک اڑے روپڑ میں رہنا ہو گا تاکہ وہاں کے معاملات سدھار سکو"۔۔۔۔۔ غیاث نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جیسے تم حکم دو اب تم چیف ہو چاہو تو ہمیں کالا پانی بھجوا دو"۔۔۔۔۔ راجو نے کہا تو غیاث بے اختیار ہنس پڑا۔

"میرے تمام ساتھی تو تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ذمہ نہیں دیکھنا چاہتے تھے لیکن میں نے کہا کہ اگر وہ ماتحت بن جائیں تو ٹھیک ورنہ وہ تمہیں گولیوں سے اڑا دیں۔ تم نے کھلے عام مجھے چیف کہہ کر اور روپڑ اڑے جانے پر رضا مندی ظاہر کر کے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی بچا لی ہے"۔۔۔۔۔ غیاث نے کہا اور پھر اس

نے ہاتھ سر سے اوپر اٹھایا تو اور اور سے چھ مسلح افراد گولوں کھدروں سے باہر آ گئے۔

"انہیں مارنے کی ضرورت نہیں۔ یہ اب میرے ماتحت بننے کے لئے تیار ہو گئے ہیں"۔۔۔۔۔ غیاث نے کہا۔

"اوکے۔ میں اور میرے ساتھی تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے ممنون ہیں لیکن ہم دشمنوں کو معاف نہیں کیا کرتے۔ ریڈی قاتر"۔۔۔۔۔ راجو نے چیخ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمبے غیاث پر ریڈی رین پڑیں اور وہ پلک جھپکنے میں جل کر راکھ ہو گیا۔ یہی حال اس کے ساتھیوں کا ہوا تھا۔ ان پر راجو کے ساتھیوں نے ریڈی رین قاتر کر دی تھیں۔

"جاؤ جو نظر آئے اسے اڑا دو"۔۔۔۔۔ راجو نے چیخ کر کہا تو وہ سب اندرونی اور بیرونی اطراف میں دوڑتے چلے گئے۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ دوبارہ اکٹھے ہوئے تو اس پورے اڑے پر وہی زعمہ تھے۔ غیاث اور اس کے تمام ساتھیوں کو قسم کر دیا گیا تھا۔

"یہاں چونکہ کوئی لاش نہیں ہے اس لئے یہ خود اڑا ہمیں دے کر چلے گئے ہیں اب ہمیں نہیں معلوم کہ کہاں گئے ہیں"۔۔۔۔۔ راجو نے کہا تو اس کے ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

"لیکن ہاں ہم چھ سات افراد تو اتنا بڑا اڑہ نہیں چلا سکتے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں روپڑ اڑے سے اپنے دس ساتھی بلوا لینے چاہئیں"۔۔۔۔۔ ایک ساتھی نے کہا۔

"وہ بعد میں دیکھیں گے۔ پہلے آغا جہاد سے بات کر لیں۔"
 راجو نے کہا اور پھر وہ آفس کے انداز میں بچے ہوئے ایک کمرے
 میں اونچی پشت کی دیوالنگ چیر پر بیٹھ گیا جبکہ اس کے دو ساتھی
 ریاست اور ہنری بھی اندر آ کر میز کی دوسری طرف کرسیوں پر بیٹھ
 گئے۔ راجو نے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پر لیں کرنے
 شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پر لیں کر دیا۔
 اس کے ساتھ ہی دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دینے لگی۔
 چند لمحوں بعد رسیور اٹھا لیا گیا۔

"نہیں..... آغا جہاد کی مخصوص آواز سنائی دی۔"

"راجو بول رہا ہوں میں اڑے سے"..... راجو نے کہا۔

"تم اور یہاں۔ وہ غیث کہاں ہے اس سے بات کرو۔" آغا
 جہاد نے کہا۔

"جناب۔ ہم نے اسے فون کر دیا تھا کہ آغا صاحب نے تمہیں
 یہاں کا انچارج بتایا ہے تو ہم بھی تمہیں اپنا چیف تسلیم کرتے ہیں
 جس پر وہ بے حد خوش ہوا لیکن جب ہم اڑے پر پہنچے تو وہ خالی
 تھا۔ یہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا البتہ آفس میں میز پر ایک کاغذ پڑا
 تھا جس پر ایک فون نمبر لکھا ہوا تھا۔ نیچے لگا غیث سے اس نمبر
 پر بات کریں۔ میں نے اس نمبر پر کال کی تو غیث بول رہا تھا۔
 اس نے بتایا کہ اسے اپنے خلیہ ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت
 نے ملٹری انٹیلی جنس کو حکم دیا ہے کہ وہ آغا جہاد اور اڑے پر موجود

ہم ہرگز کو ہلاک کر دیں چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت پاکیشیا
 ہوا کر پھٹ کے لئے کافرستان ٹھٹھ ہو گیا ہے اپنے ساتھیوں
 سمیت اب وہ اور اس کے ساتھی کبھی واپس پاکیشیا نہیں آئیں
 گے۔ راجو نے کہا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے۔ اس جیسے احمق کو انچارج بتانا میری لگتی
 ہے۔" اب میں تمہیں اڑے کا انچارج اور اپنا اسٹنٹ بتاتا
 ہوں۔ آغا جہاد نے کہا۔

"شکریہ جناب۔ آپ ہمارے سپر چیف ہیں۔ ہم آپ کے زیر
 نگرانی آپ کی سرپرستی میں ہی ترقی کر سکتے ہیں"..... راجو نے
 اسے خوشامد لہجے میں کہا۔

"ہم اڑے۔ کوئی مسئلہ ہو تو مجھے بتانا اور اب کام شروع کر دو۔
 اڑے پولس پر اثر نہیں پڑنا چاہئے۔ ہنگامی بنیادوں پر کام کرو اور
 گتے ماہ کی چندہ تاریخ تک جتنی زیادہ تعداد میں نوجوان لڑکیاں
 ملیں کر سکو کرو۔ چندہ تاریخ کو کویران کا گروپ آ کر انہیں لے
 لے گا۔ مد پر اڑے پر بھی فون کر دو اور روڈن بٹون اڑے پر بھی
 اس کا انچارج نواب دانا ہے۔ اب تم براہ راست انہیں ڈیل کرو
 گے۔ آغا جہاد نے کہا۔

"سر۔ اکاؤنٹ میں خرید رقم چاہئے۔ میں نے چیک کیا ہے
 یہاں صرف ایک لاکھ روپے ہیں۔ باقی تمام رقم کاشو چیک سے اکٹوار
 کر لے گیا ہے"..... راجو نے کہا۔

"اور اچھا۔ میں ابھی تمہارے اکاؤنٹ میں دس لاکھ روپے
 انسفر کر دیتا ہوں"..... آقا جبار نے کہا۔
 "شکریہ جناب"..... راجو نے کہا تو دوسری طرف سے
 دیا گیا تو راجو نے بھی رسیور رکھ دیا۔
 "مبارک ہو چیف"..... ریاست اور ہنری نے کہا تو راجو
 کر دہلوں سے ہاتھ ملایا۔ اس کے چہرے پر خوشی کے آثار
 پائے گئے۔

ٹائیگر نے کار رانا پاؤس کے جہازی سائٹ کے سامنے
 روکی اور پھر تین پارٹنرس اعداد میں بارن بھایا تو گیت کی چھوٹی
 کٹڑکی کھلی اور جوزف باہر آ گیا۔
 "گیت کھلو جوزف"..... ٹائیگر نے کار کی کٹڑکی سے سر ہلاتے
 کال کر کہا۔

"اچھا"..... جوزف نے کہا اور واپس مڑ کر اندر چلا گیا۔
 کٹڑکی بند ہو گئی اور پھر بڑا گیت میکانیکی اعداد میں کھلتا چلا گیا
 ٹائیگر کار اندر لے گیا اور ایک طرف بی ہوئی پارکنگ میں کار روک
 کر وہ نیچے اتر آیا۔ جوزف بھی گیت بند کر کے اس کی طرف آ
 تھا۔

"جوانا کہاں ہے جوزف"..... ٹائیگر نے کہا۔

"اندھ ہے۔ آ جاؤ اندر"..... جوزف نے کہا اور ٹائیگر

کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ جوزف اور جوان بھی موجود تھے۔

”سٹیک بکرز میں خاموشی کیوں چھا گئی ہے۔ کیا تمام سٹیک شرم ہو گئے ہیں یا سارے بے ضرر ہو گئے ہیں“..... جوان نے کہا تو ٹائیگر ہنس پڑا۔ اس نے پہلے تو انہیں سلیمان پر پیشہ ور قاتل ساجن کے حملے اور سلیمان کی جوانی کا ردوائی کی تفصیل بتائی تو جوزف اور جوان دونوں نے سلیمان کی تعریف کی اور پھر ٹائیگر نے عمران صاحب سے ملاقات اور عمران صاحب کے حکم کے بارے میں بتایا کہ اگر یہ سب کچھ کسی بین الاقوامی تنظیم کو ایران کے تحت ہو رہا ہے تو پھر یہاں ایک اڈہ نہیں ہو گا یہاں کئی اڈے خفیہ طور پر کام کر رہے ہوں گے انہیں فریض کر دو اور پھر وہاں موجود سانپوں کا سرچل

”پھر کوئی اڈہ ملا“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ دو اڈوں کا پتہ چلا ہے۔ ایک بڑا اڈہ پہاڑی علاقے روشن ٹاؤن میں ہے اور دوسرا بڑا اڈہ کافرستان کی سرحد کے قریب پاکیشیا کے شہر روڈ میں ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔

”پھر اب کیا پروگرام ہے“..... جوان نے کہا۔

”میں سوچ رہا ہوں کہ پہلے وہاں کا ایک چکر لگائیں اور پھر وہاں حملہ کریں“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔ ہم وہاں کسی ہوٹل میں رک

جائیں گے۔ تم جا کر چکر لگا آنا پھر ہم وہاں دیکھ کر دیں گے“۔ جوزف نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد جہاز کی بحری جہاز نما کار تیزی سے دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر جوان خود تھا جبکہ ٹائیگر سائیڈ سیٹ پر اور جوزف اکیلا تھیں سیٹ پر براجمان تھا۔

”وہاں اندازاً کتنے افراد ہو سکتے ہیں“..... جوان نے کہا۔

”میں نہیں تو لازماً ہوں گے۔ اس سے زیادہ ہو سکتے ہیں کم نہیں۔ کیونکہ بد معاش اپنے اڈوں پر زیادہ افراد رکھنے کے قائل ہوتے ہیں اس طرح وہ سمجھتے ہیں کہ وہ طاقتور ہو گئے ہیں“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”جتنے بھی ہوئے بہر حال ہم نے وہاں نقل آپریشن کرنا ہے“..... جوزف نے کہا تو ٹائیگر اور جوان نے اثبات میں سر ہلا دیے۔ پھر تقریباً تین گھنٹوں کی حیر دلدار ڈرائیونگ کے بعد وہ روشن ٹاؤن کے علاقے میں پہنچ گئے۔ یہ دو بڑی پہاڑیوں کے درمیان ایک وادی میں بسایا گیا شہر تھا۔ ان پہاڑیوں پر انتہائی قیمتی لکڑی کا وسیع و عریض جنگل تھا۔ اس لئے روشن ٹاؤن قیمتی لکڑی کی فروختی کا گڑھ بن گیا تھا۔ پوری دنیا میں قیمتی لکڑی کا کاروبار کرنے والے افراد یہاں آتے جاتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ سیاح بھی جنگل کی سیر کرنے آتے رہتے تھے کیونکہ یہ جنگل نہ صرف محفوظ سمجھے جاتے تھے بلکہ یہاں حکومت نے سڑکیں بنائی ہوئی تھیں تاکہ

لکڑی کو سڑک کے راستے آسانی سے جنگل سے روشن ٹاؤن منتقل کیا جاسکے۔ لکڑی کے دو پاروں اور سیاحوں کے لئے روشن ٹاؤن میں کلب اور ہوٹل دونوں خاصی تعداد میں موجود تھے۔ روشن ٹاؤن پہنچ کر ٹائیگر نے ایک ہوٹل جس کا نام کاریج ہوٹل تھا کے سامنے کار رکوا دی اور پھر وہ کار سے اتر کر ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

”کار کو پارکنگ میں لے چلو جوانا“۔۔۔ جوزف نے کہا تو جوان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کار اسٹارٹ کی اور پھر اسے موٹر پارکنگ میں لے آیا۔ یہاں رنگ برنگی کاروں کا میلہ لگا ہوا تھا لیکن زیادہ تعداد قیمتی اور جدید ماڈل کی کاروں کی تھی کیونکہ لکڑی کا کاروبار بے حد منافع بخش تھا اور اس سے وابستہ لوگ خاصے خوشحال تھے۔ جوزف اور جوانا کو کوئی حیرت نہ ہوئی تھی۔ کار روک کر اور پارکنگ ہوائے سے کارڈ لے کر دونوں مین گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ وہ جیسے ہی ہال میں داخل ہوئے تو وہاں خاصی تعداد میں عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے تھے اور ہر قسم کا نشہ کھلے عام استعمال کیا جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہال میں پیٹھے مرد اور عورتیں شرمناک انداز میں ایک دوسرے سے قہقہے مذاق اور قہقہے حرکتیں کر رہے تھے۔

”یہ تو ماور پدر آزاد لوگ ہیں“۔۔۔۔۔ جوانا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ٹائیگر ان کی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔

میں کا ماحول ٹھیک نہیں ہے اس لئے ہم نے کسی اور ہوٹل کا رخ کرنا ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ جوزف یا جانور کی بات کا کوئی جواب دیتے اس دوران ایک عورت کے پیچھے اور دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ وہ ہیلپ ہیلپ چیخ رہی تھی۔ اس کے جسم پر موجود لباس اس کے جسم کو ڈھانپنے میں ناکام رہا تھا اور اس کی حالت ایسی تھی جیسے اسے جبراً خراب کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ اس عورت کے پیچھے ایک لمبے قد اور مدہنی جسم کا آدمی دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ اس نے بھی ناکافی لباس پہنا ہوا تھا۔

”سڑک جاؤ“۔۔۔۔۔ جوانا نے یقینت آگے بڑھ کر مرد کو روکتے ہوئے کہا جبکہ وہ عورت چیختی ہوئی جوانا کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرتی تھی۔

”تم کون ہوتے ہو میرے معاملے میں مداخلت کرنے والے۔ میرا نام ہالی ہے اور میں جو چاہتا ہوں حاصل کر لیتا ہوں۔ یہ لڑکی بھی میرا نکار ہے۔ آخری بار کہہ رہا ہوں ہٹ جاؤ میرے راستے سے“۔۔۔۔۔ ہالی نے بڑے بد معاشانہ لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے جھانا کا بازو گھوما اور چٹاخ کی آواز کے ساتھ ہالی چٹخا ہوا اچھل کر دور جا گیا۔ پھر وہ چٹخا ہوا اٹھا تو اس کے کئی دانت منہ سے نکل کر چمچے فرش پر پڑے نظر آئے۔ ہالی کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ ہالی نے اٹھ کر چیختے ہوئے اپنی جیب سے مشین پستل نکالنے کی کوشش

کی لیکن جوزف نے آگے بڑھ کر اس کی گردن پکڑ لی اور اسے لے کر باہر نکلے۔
 لے کر باہر نکلے۔ لے کر باہر نکلے۔ لے کر باہر نکلے۔ لے کر باہر نکلے۔ لے کر باہر نکلے۔
 ایک دھماکے سے فرش پر گرا اور چند لمحوں میں مر گیا۔
 "چاو لڑکی۔ یہاں سے نکل جاؤ اور آئندہ ماحول کا
 رکھنا۔" جوانا نے مڑ کر اپنے پیچھے کھڑی لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا۔
 تو وہ شکر یہ ادا کرتی ہوئی اس راہداری میں واپس دوڑتی چلی
 جہاں سے نمودار ہوئی تھی۔ پورے ہال پر موت کی سی خاموشی رہ گئی۔

"ہم یہیں بیٹھیں گے تم جا کر جائزہ لے آؤ۔" جوانا نے
 اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار کی چابیاں اور پارکنگ کارڈ
 کی طرف بڑھا دیا۔

"تھوڑا اسے۔ اس میں مقابلے کی سکت نہیں رہی۔
 نہیں۔" ٹائیگر نے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
 بالی ابھی تک فرش پر ساکت پڑا ہوا تھا اور لوگ اسی طرح خاموش
 بیٹھے ہوئے تھے۔ ان تینوں کے باہر جانے کے بعد لوگ شور مچا
 ہوئے اٹھے اور عین بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ وہ
 خوفزدہ ہو گئے تھے کہ اس دروازے کی طرف بھی نہ گئے تھے۔
 سے جوانا اور اس کے ساتھی باہر گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جوانا
 کار ٹائیگر کی گائیڈنس میں ایک اور ہوٹل کی طرف بڑھی چلی جاتی
 تھی۔

یہاں تم پہلے بھی اس شہر میں آتے جاتے رہے ہو۔" جوانا
 نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ عمران صاحب کے ساتھ ایک بار آیا تھا۔" ٹائیگر نے
 جواب دیا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم کس آدمی سے ملنے کی بات کر رہے ہو ٹائیگر۔" عقی
 بیٹ پر ہنسنے لگا۔

"مرین ہو ہوٹل جہاں ہم جا رہے ہیں وہاں ایک سپر وائزر ہے
 اس کا نام راجہ ہے۔ وہ اس اڈے پر کئی سالوں تک کام کر چکا
 ہے۔ اسے ہماری رقم دی جائے تو وہ ہماری مکمل رہنمائی کرے
 گا۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"کس نے بتایا ہے تمہیں اس کے بارے میں۔" جوانا نے
 ہاتھ جرح کے انداز میں کہا۔

"دارالحکومت سے میں نے کارڈین ہوٹل کے ایک دیگر کی ٹپ
 لی تھی لیکن اس دیگر نے بتایا کہ وہ اڈے کے اندر نہیں بلکہ باہر
 چیک پوسٹ پر کام کرتا رہا ہے۔ اس لئے اسے اندر کے بارے
 میں علم نہیں ہے البتہ مرین ہوٹل کے سپر وائزر راجہ نے کئی سالوں
 تک اڈے کے اندر کام کیا ہے اور اسے رقم کی بھی ضرورت ہے۔
 اسے رقم دی جائے تو وہ سب کچھ بتا دے گا۔" ٹائیگر نے جواب
 دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔" جوانا نے مطمئن لہجے میں کہا اور پھر تھوڑی دیر

بعد کار ایک دو منزلہ ہوٹل کی پارکنگ میں پہنچ گئی۔ یہ دیرینہ ہوٹل تھا۔ وہ جب مین گیٹ سے گزر کر ہال میں داخل ہوئے تو وہاں رش تھا لیکن لوگ قیصر سے بیٹھے ہوئے تھے۔

”آپ یہاں بیٹھیں میں راجہ سے مل کر آتا ہوں۔“ ٹائیگر نے کہا اور جوزف اور جونا دونوں کے اثبات میں سر ہلانے پر ٹائیگر آگے بڑھ گیا جبکہ جوزف اور جونا ایک ٹیبل پر بیٹھ گئے۔ دیگر کوالیوں نے ہاٹ کافی کا آرڈر دیا جو کچھ دیر میں سرو کر دی گئی اور وہ اسے پینے میں مصروف ہو گئے۔ پھر تقریباً دو گھنٹے کے شدید انتظار کے بعد ٹائیگر واپس آتا دکھائی دیا۔ پھر وہ اس طرح آکر ان کے ساتھ بیٹھ گیا جیسے تھک گیا ہو۔ دیگر ٹائیگر کے آنے پر فوراً آگیا تو جوزف نے ٹائیگر کے لئے ہاٹ کافی منگوا لی۔

”کیا ہوا؟“ جونا نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”پوری تفصیل معلوم ہو گئی ہے۔ کافی آجائے پھر بتاتا ہوں۔“ ٹائیگر نے کہا اور پھر کچھ دیر بعد دیگر نے ہاٹ کافی کا کپ سرو کر دیا تو ٹائیگر نے راجہ سے ملنے والی معلومات دوہرا کر شروع کر دیں۔ ساتھ ساتھ وہ ہاٹ کافی بھی سپ کرتا جا رہا تھا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ یہ ایک مشکل مادہ گٹ ہے؟“ جونا نے کہا۔

”ہاں۔ ہمیں سوچ سمجھ کر آگے بڑھنا چاہیے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”تم سٹیکس سے ڈرتے ہو؟“ جونا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
”اورنا نہیں ہو لیکن اندھا دھند کارروائی کرنے سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”سنو ٹائیگر۔ تم نے اڈے کے بارے میں بڑی قیمتی معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ تمہاری اچھی کارکردگی کا ثبوت ہے لیکن ضرورت سے زیادہ احتیاط بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ اس لئے وہم اور نقصان کے خوف کو دل سے نکال دو۔ ہم نے وہاں معصوم لوگوں کو ان سانپوں سے بچانے کے لئے کام کرنا ہے۔ قادر جوشوا ہمارے ساتھ ہے۔“ جوزف نے کسی پادری کی طرح باقاعدہ دعا کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم بہر حال چیف ہو۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”اب اس اڈے کی موتی موتی باتیں مٹا دو۔“ اس بار جونا نے کہا۔

”یہ اڈہ اونچی پہاڑی کے عقبی طرف ایک چھوٹی سی وادی میں بنایا گیا ہے۔ اس اونچی پہاڑی کے اندر سرنگ بنی ہوئی ہے۔ اس سرنگ کے دوسرے سرے پر اڈہ ہے۔ ویسے وہ اندر گراؤنڈ ہے باہر سے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ سرنگ پر بھی اڈے والوں کا کنٹرول ہے اور پہاڑی کی عقبی طرف باقاعدہ وایج ٹاور بنا ہوا ہے جہاں سے اڈے کی چوبیس گھنٹے نگرانی کی جاتی ہے اور اس وایج ٹاور میں مشین گنیں اور میزائل موجود ہیں۔ اس اڈے کا انچارج سوجیل نامی

ایک بد معاش ہے۔ وہاں مسلح افراد کی تعداد تقریباً بیس ہے اور سو مجمل اور اس کے ساتھیوں کی تعداد بھی تقریباً بیس یا پچیس ہے۔ اس اڈے میں بہت زیادہ تعداد میں افوا شیعہ عورتیں رہتی ہیں۔ کیونکہ اس اڈے کو ہر لحاظ سے ناقابل شکست سمجھا جاتا ہے۔ ٹائگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو ہمیں اڈے میں جانے کے لئے کیا کرنا پڑے گا۔“
جول نے کہا۔

”سبے ہوشی کی گیس سرنگ سے لے کر اڈے تک اور پھر اڈے کے اندر قاتر کر کے ہی ہم اڈے میں جا سکتے ہیں۔“..... ٹائگر نے کہا۔

”تم لہیک کہہ رہے ہو اس کے علاوہ اور کوئی مل نہیں ہے۔ ہم ان کے لئے آسان ٹارگٹ بن جائیں گے۔“..... جول نے جواب دیا اور جھانٹنے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔

سو مجمل پہلوانوں جیسے جسم کا مالک تھا۔ سر سے گتھا اور آنکھیں چھلنی۔ پیشانی تک اور دونوں چیزے بڑے اور بھاری تھے۔ ٹھوڑی جھڑے جیسی تھی۔ قیافہ شناسی کے علم کے مطابق ایسے چہرے کا مالک بے حد سفاک، بے رحم اور کھل طور پر شیطانی فطرت کا مالک ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ تنگ نظر اور مختل مزاج بھی ہوتا ہے اور سو مجمل نہ صرف ایسا بلکہ اس سے بھی دو قدم آگے تھا۔ اس وقت وہ اڈے کے آفس میں بیٹھا شراب پیتے اور ایک ہاتھ سے دھواں دیکھنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج گئی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”کون بول رہا ہے؟“..... سو مجمل نے اونچی آواز میں کہا۔
”راجہ بول رہا ہوں رینج ہو کلب سے۔“..... دوسری طرف سے ایک مؤردانہ سی آواز سنائی دی۔
”کیا ہوا ہے۔ بولو۔“..... سو مجمل نے سخت لہجہ میں کہا۔

"دارالحکومت میں رہنے والے ایک آدمی ٹائیگر کو جانتے ہو اس کے ساتھ دو وحشی بھی ہیں ایک افریقی اور دوسرا انگریز ہیں۔"۔۔۔ راجہ نے کہا۔

"میں نہیں جانتا۔ کون ہیں یہ تیرے؟"۔۔۔ سوچل نے کہا۔

"یہ انتہائی خطرناک لوگ ہیں۔ یہ ایک عظیم سٹیک بکرو سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ ٹائیگر یہاں دین بونٹ میں مجھ سے ملے آیا۔ وہ اکیلا آیا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ جب وہ واپس گیا تو دونوں وحشی اس کے ساتھ تھے۔ یہ ٹائیگر مجھ سے تمہارے اڈے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آیا تھا۔ میں نے اسے کہا کہ میں وہاں کبھی نہیں گیا۔ صرف میں نے سنا ہوا ہے کہ ایسا اڈہ ہے۔ اس نے مجھے ہماری معاوضہ دینے کی پیش کش کی لیکن میں نے اس کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تو وہ چلا گیا۔ میں نے تمہیں اس لئے اطلاع دی ہے کہ تم محتاط رہو۔"۔۔۔ راجہ نے کہا۔

"سنو راجہ۔ میرا نام سوچل ہے اور ہماری مقامی زبان میں سوچل کا مطلب ہوتا ہے روشنی۔ اس لئے مجھے سب معلوم ہو جاتا ہے۔ اس ٹائیگر نے لازماً میرے اڈے پر حملہ کرنا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ تم جیسے لاپٹی آدمی نے ہماری معاوضہ وصول کر کے اسے تفصیل بتا دی ہوگی۔ تم خود بتا دو۔ اگر اس ٹائیگر نے کہا کہ تم نے اسے تفصیل بتا دی ہے تو پھر تم خود جانتے ہو کہ سوچل ایسے جھوٹے لوگوں کے ساتھ کیا کارروائی کرتا ہے۔ اگر تم جانتا ہو تو

میں معاف کیا جاسکتا ہے۔"۔۔۔ سوچل نے وحشی آمیز لہجے میں

کہا۔ "تم یقین کرو میں نے اسے کوئی تفصیل نہیں بتائی صرف سوچی

بولی باتیں بتائی ہیں جس کا تمہیں کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔"۔۔۔ راجہ

نے جواب دیا۔

"لیکن یہ سٹیک بکرو میرے بارے میں کیوں پوچھتے پھر رہے

ہیں؟"۔۔۔ سوچل نے کہا۔

"یہ مجرموں کو سٹیک یعنی سانپ کہتے ہیں اور یہ انتہائی بے رحم

سے ایسے لوگوں کو ہلاک کرتے ہیں جنہیں یہ سٹیکس سمجھتے ہیں۔ میرا

خیال ہے کہ تمہارا چیف ساگل بھی ان کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔"

راجہ نے کہا۔

"اوسے۔ تمہارا شکریہ۔"۔۔۔ سوچل نے کہا اور دستور رکھ دیا۔

"سٹیک بکرو۔ ہوہ۔ میں سٹیک بکرو کا بھی بکھر ہوں۔"

سوچل نے کہا اور پھر اس نے میز کے کنارے نصب ایک بین

پر پس کر دیا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک مسلح آدمی اندر داخل

ہوا۔ اس نے سوچل کو سلام کیا۔

"آؤ راجن جینو۔"۔۔۔ سوچل نے کہا تو آتے والا میز کی دوسری

طرف موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔

"راجن۔ تم اس اڈے کے سیکورٹی چیف ہو اور تمہارے اڈے

اس اڈے کی سیکورٹی ہے۔"۔۔۔ سوچل نے کہا۔

"ولیں ہاں۔ حکم"۔۔۔ راسن نے کہا۔

”ایک نئی تنظیم سامنے آئی ہے۔ یہ اپنے آپ کو سٹیک ہولڈر کہتے ہیں۔ اس میں صرف تین افراد ہیں۔ ایک کا نام ٹائیگر ہے یہ انڈیا ورلڈ میں بھی کام کرتا ہے جبکہ دو جیٹی ہیں۔ ایک ایکری میمن ہے اور دوسرا افریقا۔ سنا ہے کہ چیف سائگی کی ہلاکت بھی ان کے ہاتھوں ہوئی ہے اور اب یہ گروپ میرے اڈے کے خلاف کام کر رہا ہے۔ یہاں اڈے میں ایک شخص راجہ کام کرتا تھا اور اب وہ دینا پو ہونٹل میں سپروائزر ہے۔ یہ ٹائیگر، راجہ سے ملنے گیا اور اس راجہ کے بقول اس ٹائیگر نے اسے بخاری معاوضہ بھی ادا کرنے کی آفر کی اور ہمارے اڈے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ گو راجہ نے تو کہا ہے کہ اس نے صرف بظاہر نظر آنے والی موٹی موٹی باتیں بتائی تھیں لیکن میں راجہ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ طویل عرصہ میری ماتحتی میں کام کرتا رہا ہے۔ وہ بے حد لالچا آدمی ہے اور اس نے لازماً سب کچھ اس ٹائیگر کو بتا دیا ہوگا۔ اس سے تو بعد میں سخت لیں گے۔ میں نے انہیں اس لئے بلایا ہے کہ تم سیکورٹی چیف ہو تم اڈے پر ریڈ الرٹ کال دے دو اور سیکورٹی کو فول پروف بنا دو اور تم نے ان تینوں کو پکڑنا بھی ہے۔“ سو جیل نے مسلسل پوچھتے ہوئے کہا۔

”پکڑنا ہے یا اس کا ہانک کرنا ہے؟“..... راسن نے چونک کر پوچھا۔

137

میں نے سوچا کہ ان کے پیچھے جو سلیک بکروز چھپے ہوئے
ہیں ان کا بھی حاحہ کر دیا جائے۔۔۔۔۔ سو جھیل نے کہا۔
آپ کا خیال ہے کہ سلیک بکروز تین نہیں ہیں تین سے زیادہ
ہیں ان نے کہا۔

جہاں نے کہا۔
صرف میرا خیال نہیں میرا تجربہ ہے کہ ایسی سرکاری یا غیر
سرکاری تنظیموں میں افراد زیادہ ہوتے ہیں لیکن سامنے کم آتے
ہیں۔ ایک بکرو میں تین افراد ہیں اور ان میں سے بھی دو غیر
مکمل ہوتے ہیں۔ اس سے اتر نہیں رہی۔ سو مچھل لے کہا۔
یہ بات میرے حلق سے اتر نہیں رہی۔ ہمارا اڈہ پہلے ہی

[illegible]

"ہاں"..... راجن نے کہا۔
 "بیٹھو راجن۔ میں حفاظتی انتظامات کی تفصیل معلوم نہ کر سکا تھا۔ تاؤ مجھے تفصیل کے ساتھ"..... سوچیل نے کہا۔
 "ہاں۔ تمام تفصیل تو آپ کو معلوم ہے۔ آپ کے احکامات کے تحت تو سب کچھ کیا گیا ہے"..... راجن نے اچھے ہوئے لہجے

میں کہا۔

"میرا بھی دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میرا مطلب تھا کہ دماغ الارٹ کے بعد کیا خصوصی اقدامات کرو گے۔" سو مجمل نے کہا۔
 "اڈے میں آنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے سرنگ کے اردیے۔ اس کے بعد اڈے کا اندرونی راستہ ہے جسے بند کر دیا جائے گا۔ سرنگ کو ہم مسلسل مانیٹر کرتے رہیں گے جیسے ہی یہ لوگ سرنگ میں داخل ہوں گے ہم آٹومیٹک بے ہوشی کی گیس فائر کر دیں گے جس سے یہ لوگ جینی طور پر پانچ چھ گھنٹوں کے لئے بے ہوش ہو جائیں گے۔ اس دوران انہیں اٹھا کر اندر لے آئیں گے اور آپ کو کال کر دیں گے۔" راسن نے کہا۔

"لیکن نیک اور راستہ بھی تو ہے واضح ٹاور والا۔" سو مجمل نے کہا۔

"پاس۔ وہ تو باہر سے ناقابل عبور ہے۔ ہم نے اندر سے تو واضح ٹاور پر جانے کے لئے میڑھیاں بنائی ہوئی ہیں لیکن باہر سے تو واضح ٹاور تک آنے کے لئے میڑھیاں نہیں ہیں اس لئے وہ الٹا کر تو واضح ٹاور پر نہیں پہنچ سکتے اور پھر واضح ٹاور پر دو آدمی ہوتے ہیں۔ اب ان کی تعداد چار کر دی جائے گی۔" راسن نے جواب دیا۔
 "ادکے۔ بہر حال پھر بھی محتاط رہنا۔ یہ لوگ تربیت یافتہ ہیں اور اس وقت ہمارے اس اڈے پر ایڑھ سوانخوا شدہ لڑکیاں موجود ہیں اور ان پر اتارا بہت مدیہ خرق ہو چکا ہے۔ گورنر ان خیلای میں

میں ہیں چھ دن روز باقی ہیں۔" سو مجمل نے کہا۔
 "پاس۔" راسن نے کہا تو سو مجمل نے اسے واپس جانے کا اشارہ کیا تو وہ اٹھ کر بیرونی دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ دروازہ اس کے عقب میں خود بخود بند ہو گیا۔ اب سو مجمل کے پرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

ولیم جونز کارما میں اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو ٹین پر ٹپس کر دیئے۔
 "لیس چیف"..... دوسری طرف سے اس کی پرنٹل سیکرٹری ماریا کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ریجنل ہیڈ تقرری چارلس سے بات کراؤ"..... ولیم جونز نے کہا۔

"لیس چیف"..... دوسری طرف سے کہا گیا تو ولیم جونز نے انٹرکام کا رسیور رکھ دیا۔ دو ٹین منٹ بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو ولیم جونز نے رسیور اٹھا لیا۔

"لیس"..... ولیم جونز نے کہا۔

"چارلس لائن پر ہیں جناب۔ بات کیجئے"..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"لیس چیف۔ چارلس بول رہا ہوں"..... چارلس کی مؤدبانہ

آواز سنائی دی۔
 "چارلس۔ پارکیشیا کی کیا حالت ہے۔ وہ ٹائیگر ہلاک ہوا یا نہیں اور اگر ہوا تو اس کے قتل پر دوسروں کا کیا رد عمل ہے اور اگر نہیں قتل ہوا تو کیوں"..... ولیم جونز نے کہا۔
 "ہاں۔ میں آپ کے آفس آ رہا ہوں پھر تفصیل سے بات ہو گی"..... چارلس نے کہا۔

"اوکے۔ آ جاؤ"..... ولیم جونز نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔
 "اس کا مطلب ہے کہ کوئی لمبی بات ہے اور لمبی بات یہی ہو سکتی ہے کہ ٹائیگر ہلاک نہیں ہو سکا۔ اس کی وجوہات بتائی جائیں گی"..... ولیم جونز نے بیڑا تے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر برہمی اور پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔ تھوڑی دیر بعد آفس کا دروازہ کھلا اور چارلس اندر داخل ہوا۔

"ہینٹو"..... بری کلمات کی ادا گئی کے بعد ولیم جونز نے کہا تو چارلس شکر یہ ادا کرتے ہوئے میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا۔
 "ہاں اب بتاؤ کیا ہوا ہے"..... ولیم جونز نے کہا۔

"ہاں۔ ٹائیگر کے قتل کی کال دے دی گئی ہے اور آغا جہار لے تین مشہور پیشہ ور قاتلوں کو ہماری معاوضہ دے کر اس ٹاسک پر مامور کر دیا ہے۔ ٹائیگر کا دن کے وقت کوئی ٹھکانہ نہیں ہے البتہ رات گئے وہ سونے کے لئے ہوٹل الاسکا کے کمرہ نمبر تین سو دس میں آتا ہے۔ طویل عرصہ سے وہ اس کمرے میں رہائش پذیر ہے۔

تینوں پیشہ ور قاتل اسے شیر کے گلیوں اور اظہر وارڈ کے دو کمرے
فلکانوں پر تلاش کرتے رہتے ہیں جبکہ رات کو وہ ہوٹل کے کچن
باری باری ڈیوٹی دیتے ہیں لیکن یہ ٹائیگر گزشتہ دس روز سے رات کو
ہوٹل نہیں آ رہا اور نہ ہی وہ دارالحکومت میں کہیں نظر آ رہا ہے۔ اس
طرح وہ درجن جیٹی بھی رانا ہاؤس سے باہر ہیں۔ اس کا مطلب
ہے کہ یہ تینوں دارالحکومت سے باہر کسی اور شہر یا ملک میں گئے
ہوئے ہیں۔ جیسے ہی ان کی واپسی ہوگی آپ کے حکم پر عملدرآمد ہو
جائے گا۔۔۔۔۔ چارلس نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ اب مجھے یقین ہے کہ یہ ٹائیگر لاکھ چالاک، تیز اور
پھرتلا کسی لیکن تین تین قاتلوں سے نہ بچ سکے گا۔ اوکے۔ اب
ایک اور اہم بات، ہمارا پاکیشیا میں خریداری کا وفد دس روز بعد جا
رہا ہے۔ کیا تم نے معلوم کیا ہے کہ اس بار کتنی لڑکیاں وہ ہمیں
مردخت کریں گے۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔

”میں بھی اس بارے میں سوچ رہا تھا لیکن مجھے کچھ نہیں آ رہا
کہ کس سے معلومات حاصل کروں کیونکہ پہلے تو ساگی سے تمام
معلومات مل جاتی تھیں۔ اب وہ ہلاک ہو چکا ہے اور اب وہاں
ایک آدمی کی بجائے ہر آلے کا علیحدہ علیحدہ انچارج ہے۔“ چارلس
نے کہا۔

”علیحدہ علیحدہ معلومات حاصل کر لو۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔

”چیف۔ اس طرح تو کوربان کا نام کھل کر سامنے آ جائے گا

تک تو بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے اور بھی ہماری
کا باعث ہے۔ پوری دنیا میں عورتوں کی خرید و فروخت کا
درجہ پر جا رہا ہے۔ اس لئے ہر سال پچھلے سال سے زیادہ
نئی لڑکیاں اغوا کی جا رہی ہیں اور زیادہ اچھا میسر مل لایا جا
رہا ہے اور پوری دنیا میں علیحدہ علیحدہ گروپ کے خلاف تو آوازیں
اٹھاتی ہیں لیکن کوربان کے خلاف کبھی کوئی آواز نہیں اٹھتی۔“

”ٹھیک ہے۔ پھر آغا جبار سے بات کراؤ۔ اگر وہ ثابت ہے تو
سے کش کر کے کسی اور کوئی نمائندہ مقرر کر دو۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے
کہا۔

”میں نے وہاں اپنے ایجنٹوں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ مجھے
کوربان کے نمائندے کے لئے تین نام بھیجیں لیکن ابھی تک کسی
نے کوئی نام نہیں بھیجا۔“۔۔۔۔۔ چارلس نے کہا۔

”تو پھر اس آغا جبار کو حرکت میں لے آؤ۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے
کہا۔

”وہ پاکیشیا کا بہت بڑا جاگیردار اور سیڈ بزنس کا آدمی کون ہے۔
اس لئے وہ دے دیتے رہتا ہے۔ اس کا اس وفد سے میں ایک
ورکنگ اسٹنٹ ہے جس کا نام اسمارٹ ہے اور وہ ہے بھی
اسمارٹ۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اسے آگے کر لوں اور آغا جبار بھی
پہنچا رہے۔ ہمارا کام اسمارٹ کو دیا کرے گا اور آغا جبار کا نام اور

حیثیت کی آڑ میں زیادہ سے زیادہ کام ہو جائے گا۔
نے کہا۔

"تو اب تک کیا کیوں نہیں۔ دس روز رہ گئے ہیں کوہستان
مشن کی پاکیشیا میں جانے میں اور ہیڈ کوارٹر نے یہ سب باتیں
سے پرہیز نہیں ہیں۔" ولیم جونز نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی آپ کے سامنے بات کرتا ہوں۔
چارلس نے کہا اور ایک سائیز پر پڑے ہوئے فون کو اپنی طرف
کھسکا لیا۔

"کس سے بات کرو گے آغا جبار سے یا اسمارٹ سے۔"
جونز نے کہا۔

"ابھی تو آغا جبار سے بات کروں گا۔ اسمارٹ سے تو بات
ہیت اور شرائط طے کرنے میں بات طویل ہو سکتی ہے۔" چارلس
نے کہا اور اس بار ولیم جونز نے اثبات میں سر ہلا دیا جبکہ چارلس
نے فون کو ڈائریکٹ کیا اور پھر ریسور اٹھا کر نمبر پر پریس کرنے شروع
کر دیئے۔ آخر میں اس نے ڈاکٹر کا تعلق بھی پریس کر دیا تو دوسری
طرف سختی پہنے کی مخصوص آواز واضح طور پر سنائی دینے لگی۔ پھر
ریسور اٹھا لیا گیا۔

"ہیں۔۔۔ ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"کوہستان ہیڈ کوارٹر سے چارلس بول رہا ہوں۔" چارلس نے
کہا۔

"سورہ آپ۔ میں آغا جبار بول رہا ہوں۔ حکم کریں۔" آغا
جبار نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"آغا جبار۔ کینگر کو ہلاک کر دیا گیا ہے یا نہیں۔" چارلس
نے کہا۔

"وہ وزیر حکومت سے باہر ہے بلکہ جو رپورٹس ملی ہیں سٹیک
بکرو کا فرستان گئے ہوئے ہیں۔ وہاں پہلے انہوں نے گھاس چوپال
کو اڑا دیا تھا پھر وہ وہاں کے سائٹ روڈ لائے کو اڑانا چاہتے
تھے۔ میں نے سائٹ روڈ لائے کے انچارج رام داس سے بات
کی ہے اور اسے ان کے بارے میں تفصیل بتا دی ہے لیکن اس کا
کہنا ہے کہ وہ لوگ ابھی تک وہاں نظر نہیں آئے البتہ انہوں نے
میری رپورٹ پر اپنے اڈے پر ریڈ الٹ کر دیا ہے۔" آغا جبار
نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"کوہستان کا مشن انخوا شدہ عورتوں کی کینگر پڑھانے اور انہیں
کینگریز کے مطابق خریدنے کے لئے ہر تین ماہ بعد پاکیشیا جاتا ہے
اور اس کے لئے دس تاریخ گزشتہ ہے۔ آج سے دس دن بعد۔ پہلے
تو ساگی اس بارے میں خود ہیڈ کوارٹر کو رپورٹ دے دیا کرتا تھا
لیکن اب جب کہ وہ ہلاک ہو چکا ہے تو نہ کسی اور کی طرف سے
اور نہ ہی آپ کی طرف سے کوئی رپورٹ بھجوائی گئی ہے۔" چارلس
نے کہا۔

"سوری۔ مجھے معلوم نہ تھا۔ ساگی خود ہی ہر کام کر لیتا تھا۔ میں

انہی آپ کو پاکیشیا کے تینوں اڈوں میں موجود انخوا شدہ لڑکیوں کی رپورٹ دیتا ہوں۔" آقا جبار نے کہا۔

"کتنا وقت لو گے؟" چارلس نے کہا۔

"صرف ایک گھنٹہ۔" آقا جبار نے کہا۔

"اوکے۔ میں ایک گھنٹے بعد تم سے خود کال کر کے رپورٹ لوں گا۔" چارلس نے کہا اور رسید رکھ دیا۔

"میں نہیں چاہتا تھا کہ اس نمبر پر وہ آپ کو کال کرے۔ آپ چیف ہیڈ ہیں۔" چارلس نے کہا تو ولیم جونز بے اختیار ہنس پڑا۔

"تمہاری نیکیا خوبیاں تو مجھے پسند ہیں کہ تم معاملے کا گہرائی تک جائزہ لیتے ہو لیکن یہ تو پاکیشیا کی رپورٹ ہوگی۔ کافرستان سے آگئی ہے رپورٹ یا نہیں؟" ولیم جونز نے کہا تو چارلس بے اختیار ہنس پڑا۔

"دشمن یہ ہاں۔ کافرستان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ گھاجو چروپال تہا کی گئی ہے اور وہاں ہمارا کسی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ کافرستان میں ایسے دس بڑے اڈے ہیں جہاں سے ہمیں کافی اچھی اور کافی زیادہ تعداد میں انخوا شدہ لڑکیاں اور عورتیں ملتی ہیں اور عالمی منڈی میں کافرستانی لڑکی یا عورت کی بے حد ڈیمانڈ ہے کیونکہ وہ زیادہ تنگ نہیں کرتیں اور جلد ہی سنے ماحول میں ڈھل جاتی ہیں اور خود بھی خوش رہتی ہیں اور اپنے مالکان کو بھی خوش رکھتی ہیں۔" چارلس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

پاکیشیائی لڑکیاں اور عورتیں کیسی ہوتی ہیں؟" ولیم جونز نے کہا۔

"بہت خوبصورت ہوتی ہیں اور ان کے جسم بھی چمکا بہت ہوتے ہیں لیکن یہ سب سے زیادہ طویل عرصے تک برکت کرتی ہیں۔ اکثر لڑکیاں اور عورتیں خودکشی کر لیتی ہیں لیکن ان کے باوجود ان کی خاصی ڈیمانڈ ہوتی ہے کیونکہ صورت کے لحاظ سے بھی اور جسم کے لحاظ سے بھی وہ بے حد خوبصورت ہوتی ہیں۔" چارلس نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر ایک گھنٹہ تک وہ اسی طرح کی باتیں کرتے رہے اور پھر چارلس نے فون کا رسید لے لیا اور اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر نمبر پر نہیں کر لے شروع کر دیا۔ آخر میں اس نے لاڈلر کا مٹن پر نہیں کر دیا۔

"لیس۔" رابطہ ہوتے ہی آقا جبار کی آواز سنائی دی۔

"چارلس ہل رہا ہوں ہیڈ کوارٹر سے۔" چارلس نے کہا۔

"لیس چیف۔ میں نے معلومات حاصل کر لی ہیں۔ پہلے ہمارے تین اڈے ورکنگ کنڈیشن میں تھے۔ سب سے بڑا اڈہ ساگی کا تھا لیکن اب وہ اڈہ ویران ہو گیا ہے کیونکہ وہاں موجود افراد کو پولیس مقابلے میں ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ساگی کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اب وہ اڈے باقی ہیں۔" آقا جبار نے کہا۔

"کون کون سے؟" چارلس نے پوچھا۔

"ایک روشن ٹاؤن کا اڈہ ہے جس کا انچارج سوبھل پہلوان

ہے۔ اس اڈے پر ڈیڑھ سو انوا شدہ لڑکیاں موجود ہیں اور سوئس کے مطابق اس بار مال بہترین ہے۔۔۔ آغا جہار نے کہا۔
 "اوسکے۔ دوسرے اڈے کی کیا پوزیشن ہے۔۔۔ چارلس نے کہا۔

"دوسرا اڈہ روپڑ ہے۔ وہاں کا انچارج نواب دادا ہے۔ وہ اپنے علاقے کا بڑا بدعاش ہے۔ اس نے رپورٹ دی ہے کہ اس کے پاس ایک سو دس ایسی میرا لڑکیاں ہیں کہ جو دیکھے گا خوش ہو جائے گا۔۔۔ آغا جہار نے کہا۔

"اوسکے۔ چیف۔۔۔ چارلس نے کہا اور ریسورس رکھ دی۔
 "مطلب ہے دو سو ساٹھ لڑکیاں اس بار پاکیشیا سے ملیں گی۔ بہت کم تعداد ہے۔ اسے بڑھنا چاہئے اگر اس طرح تعداد کم ہوتی رہی تو بزنس ختم ہو جائے گا۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔

"چیف۔ حالات میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ آپ محرمت کریں جلد ہی پاکیشیا میں ہمارا بزنس نہ صرف اپنی پہلی سطح پر آ جائے گا بلکہ بڑھ بھی جائے گا۔۔۔ چارلس نے کہا۔

"تہماری بات درست ہے چارلس۔ میں سمجھتا ہوں لیکن ہیڈ کوارٹر کو سمجھنا ہے حد مشکل ہے۔ بہر حال سمجھائیں گے اور کیا کر سکتے ہیں۔۔۔ ولیم جونز نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اوسکے چیف۔ اجازت دیں۔ میں کافرستان سے رپورٹ لے لوں۔۔۔ چارلس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

میں ضرور۔ لیکن جیسے ہی معلومات ملیں تم نے فوری طور پر فوری رپورٹ دی ہے اور اس پاکیشیا کے بارے میں بھی فوری رپورٹ دو۔ جس میں تعداد میں کمی کی ایسی وجوہات لکھو جن سے ہیڈ کوارٹر مطمئن ہو جائے۔ دونوں رپورٹیں ہیڈ کوارٹر بھیجی ضروری ہیں۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔
 "میں چیف۔ حکم کی تعمیل ہو گی۔۔۔ چارلس نے کہا اور مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

بحری جہاز نما کار تیزی سے پہاڑی علاقے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ٹائیگر تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر جہانا اور حقہ سیٹ پر جہول بیٹھا ہوا تھا۔ چونکہ ٹائیگر یہاں پہلے بھی آ چکا تھا اس لئے اسے تمام راستوں کا علم تھا جبکہ جہانا یہاں پہلی بار آیا تھا اس لئے اس نے خود ٹائیگر کو آخر کی تھی کہ وہ ڈرائیونگ کرے۔ اس لئے ٹائیگر کار چلا رہا تھا۔

”راستے میں کوئی چیک پوسٹ بھی آتی ہے“..... جہانا نے پوچھا۔

”ہاں“..... ٹائیگر نے جواب دیا۔

”ان سے کیسے ٹھنڈا ہوگا“..... جہانا نے پوچھا۔

”جہول چیف ہے وہ قلعے کا ہم نے اس کے احکامات پر عمل کرتا ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ہم مار کر پادری چیک پوسٹ کو اڑا دو۔ یہ لوگ سٹیکس ہی

..... جہول نے اہمیتان بھرے لہجے میں کہا۔
”مارو کے۔ اچھی تجویز ہے۔ جہانا یہ کام تمہیں کرنا ہوگا۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”مجھے پیچھے اترا پڑے گا۔ میں کر دوں گا۔ مجھے کوئی طاقتور ہم“..... جہانا نے کہا تو حقہ سیٹ پر موجود جہول نے ایک دستی بم اس کی طرف بڑھا دیا جس پر پن لگی ہوئی تھی۔ دانتوں سے پن نکلی کر بم کو ہاتھوں سے پھینکنا پڑتا ہے۔ اسے پن بم کہتے ہیں۔ پھر ایک سولہ آتے ہی ٹائیگر الٹ ہو کر بیٹھ گیا۔

”چیک پوسٹ قریب آ رہی ہے“..... ٹائیگر نے کہا تو جہول اور جہانا بھی سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد چیک پوسٹ نظر آنے لگی۔ ایک طرف دو کمرے ان کے سامنے برآمدہ اور آگے کھلا احاطہ تھا جبکہ سڑک پر باقاعدہ لوہے کا ریلوے اور وہاں مشین مکنوں سے مسلح چار افراد کھڑے تھے۔ کمروں کے سامنے برآمدے میں بھی دو مسلح افراد موجود تھے اور دو باہر احاطے میں سڑک کی طرف رخ کئے کھڑے تھے۔

”تم ہم مارو۔ ہم سڑک پر موجود افراد کا گمن سے خاتمہ کرتے ہیں“..... ٹائیگر نے آہستہ سے کہا۔ اسی لمحے کار ریلوے کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔

”پیچھے اتر آؤ۔ کار کی اور تمہاری ملاشی ہوگی“..... ایک مسلح آدمی نے کار کی کھڑکی سے منہ اندر کر کے کار میں موجود افراد کا

جائزہ لیتے ہوئے کہا تو کار کے دروازے کھول کر ٹائیکر جوزف اور
جوانا باہر آ گئے۔ جوزف اور جانا کو دیکھ کر مسخ افراد دو قدم پیچھے
ہٹ گئے جبکہ جانا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا احاطے کی طرف بڑھ گیا۔
"جوزف۔ تم اپنے سامنے موجود ان چاروں کا خاتمہ کرو۔ میں
مخاطب ہو کر افریقی زبان میں کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے جیب
سے مشین پستل نکال لیا۔ اور جوزف کا ہاتھ بھی جیب سے باہر آ
گیا اور پھر تڑا ہٹ کی آواز کے ساتھ ہی انسانی قیتوں سے فضا
گونج اٹھی۔ اسی لمحے ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور چیک پوسٹ کے
دونوں کمرے فضا میں گرد و غبار بن کر اڑ گئے۔ جو لوگ کمروں میں
موجود تھے ان کی لاشوں کے بھی ٹکڑے اڑ گئے اور پھر وہ سب
واپس آ کر کار میں بیٹھ گئے الہیہ کار میں بیٹھنے سے پہلے جوزف نے
راڈ بٹا دیا تھا۔ اس لئے کار تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی اور پھر وہ
اس پہاڑی تک پہنچ گئے جس میں سرنگ تھی۔ ٹائیکر نے کار کو ایک
چٹان کے پیچھے اس طرح چھپا دیا کہ قریب جا کر خصوصی طور پر
دیکھنے سے ہی نظر آ سکتی تھی۔

"ہمیں پوری طرح ہوشیار رہنا ہے۔"..... ٹائیکر نے کہا۔
"تم فکر مت کرو۔"..... جوزف نے کہا اور پھر وہ تینوں سرنگ

کے دہانے میں داخل ہو گئے۔ سرنگ میں اندھیرا تھا لیکن ٹائیکر نے
ہاتھ میں پستل تاراج موجود تھی جس کی مدد سے وہ تیز چلی اور تاراج

جس سے سرنگ میں تیز روشنی پھیل گئی۔ سرنگ میں کوئی آدمی
نہ تھا۔ ٹائیکر نے تاراج کی مدد سے سرنگ کی چھت اور
چاروں کو چیک کیا لیکن وہاں کوئی چیز نظر نہ آئی جو ان کے لئے
خطرناک ثابت ہوتی۔ اس لئے وہ مطمئن ہو گئے لیکن ابھی انہوں
نے آدھی سے کچھ زیادہ سرنگ کراس کی تھی کہ اچانک سرنگ کی
دو دیواروں کی جڑوں سے چیخ چیخ کی آوازیں سنائی دیں اور
اس کے ساتھ ہی ٹائیکر کا ذہن یکھٹ تاریک پڑ گیا اور پھر جس
طرح تاریک ہاروں میں بجلی کی لہریں چمکتی ہیں اس طرح ٹائیکر
میں جسم میں تیز درد کی لہریں سی دوڑتی چلی گئیں۔ دوسری دوسری
اد کے بعد ٹائیکر کا ذہن اس طرح روشن ہو گیا جیسے کسی نے
اندھیرے میں تاراج جلا دی ہو۔ اس کی آنکھیں کھلیں اور شعور
بہار ہوا تو اسے محسوس ہوا کہ اس کے ایک گال پر زور دار تھپڑ
مارے جا رہے ہیں اور مارنے والا پہلوان نما شخص ہے جس کا سر
کھنکا ہے اور اس نے سوٹ پہن رکھا تھا۔

"کون ہو تم اور مجھے کیوں مار رہے ہو۔"..... ٹائیکر نے چیخ کر
کہا تو پہلوان نما آدمی ہنس پڑا۔

"تم مجھے نہیں جانتے ٹائیکر حالانکہ میں تمہیں بہت اچھی طرح
جانتا ہوں۔ ویسے میرا نام سو جمل ہے اور میں اس روشن ٹاؤن
کلوے کا دادا ہوں۔"..... سو جمل نے کہا اور پھر پیچھے ہٹ کر کچھ
گامے پر پڑی کرسیوں میں سے ایک خصوصی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس

کی کرسی کے ساتھ ایک پہاوان لہا آدمی کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں
کوڑا تھا۔ ٹائیکر نے اب ماحول کا جائزہ لیا تو اس کے دائیں طرف
جوزف اور جونا بھی کرسیوں پر موجود تھے لیکن وہ ابھی تک
ہوش تھے۔ شاید انہیں یہ لوگ دانستہ طور پر ہوش میں نہیں لائے تھے
کہ انہیں خطرہ ہو گا کہ یہ دیو شکل جیسی اپنی طاقت سے دیباہ
توڑ ڈالیں لیکن ٹائیکر کو جس طرح کرسی سے دی کے ساتھ ہاتھ
گیا تھا اس پر ٹائیکر کو ہنسی آ رہی تھی۔ اس کی کمر کے گرد دو فل
دے کر عقب میں گاتھ لگا دی گئی تھی۔ گو انہوں نے اپنے طور پر
بڑی چالاکی دکھائی تھی کہ گاتھ کو پشت کے عین درمیان میں رکھا گیا
تھا تاکہ کرسی کی چوڑائی زیادہ ہونے کی وجہ سے گاتھ تک اس کے
ہاتھ نہ پہنچ سکیں اور واقعی تھا بھی ایسا ہی لیکن ٹائیکر نے ہوش نہ
آنے کے بعد جلد ہی گاتھ کی نوعیت معلوم کر لی تو اس نے بات
چیت کے ساتھ ساتھ دی کو سائیڈ سے پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا
تاکہ گاتھ اس کے ہاتھ کی اپہوج میں آجائے۔

"تم اور تمہارے جیسی ساتھیوں نے کافرستان میں کھاپو چوپال
کے خلاف کام کیا اور اسے چاہ کر دیا اور اب تم یہاں آئے ہو تاکہ
تم اس آلے کو چاہ کر سکو۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟" سو جیل
نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن تمہیں ہماری آمد کی اطلاع کس نے دی؟" ٹائیکر
نے کہا۔

تم نے اب چونکہ زندہ نہیں رہتا اس لئے بتا دیتا ہوں۔ دین
کے راجہ نے جس سے تم نے اس آلے کے بارے میں
معلومات معلوم کی تھیں؟" سو جیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"میں ایسا ہو سکتا ہے کہ تم اس بار انہو شدہ لڑکیوں کو بچائے
جسٹھانک میں فروخت کرنے کے انہیں رہا کر دو۔ یقین رکھو
کہ آلے کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوگی۔" ٹائیکر نے
ہاتھ کھولتے ہوئے کہا۔ اس نے دی کو کھینچ کر گاتھ کو ہاتھ کی
اپہوج تک لا کر اسے کھولنا شروع کر دیا۔ عام سی گاتھ جی اس لئے
چند لمحوں میں مکمل گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی کمر کے گرد
موجود دی ڈھیلی پڑ گئی اور اب ٹائیکر آسانی سے حملہ کر سکتا تھا لیکن
اس لئے حرکت میں نہ آ رہا تھا کہ جوزف اور جونا دونوں بے
حوال پڑے تھے۔

"یہ ہمارا مین کارڈ ہار ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ ان عورتوں کو
گھول دوں۔ میرے پاس ڈیڑھ سو عورتیں ہیں۔ بہترین مال ہے اس
لئے اس بار رقم بھی پہلے سے زیادہ ملے گی۔" سو جیل نے
بد معاشوں کے مخصوص انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"مگر اس سے زیادہ رقم میں ہم تمام عورتیں خرید لیں تو تمہیں تو
کوئی اعتراض نہیں ہو گا؟" ٹائیکر نے کہا تو سو جیل بے اختیار
خس پڑا۔

"ہم یہ عورتیں مقامی افراد کو فروخت نہیں کرتے بلکہ ہر تین ماہ

بعد بین الاقوامی تنظیم کو برائے نام کا گروپ آتا ہے اور لڑکیوں کو چمک کے قیمت بتاتا ہے اور ہم ہماری قیمت پر لڑکیاں ان کے حوالے دیتے ہیں۔ پھر وہ جانیں اور ان کا کام۔ ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ سو جیل نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ آدمی خطرناک ترین ہے۔ یہ آپ کو مسلسل ہاتھوں میں الجھائے ہوئے ہے۔۔۔۔۔ اچانک ساتھ کھڑے کھڑا ہمارے مذاکلات کرتے ہوئے کہا۔

”خاموش رہو میں اس سے پوچھ چکھ کر رہا ہوں۔ خطرناک ہو بھی سکی تو اس حالت میں میرا کیا بن سکتا ہے۔۔۔۔۔ سو جیل نے اسے لانتے ہوئے کہا تو وہ آدمی ہنٹ بھنٹ کر رہا گیا۔

”تمہارے پاس ہے ہوش کر دیتے والی گیس تو ہے لیکن کیا اس کا اینٹی ڈاکس ہے کہ تم بے ہوش افراد کو تھپڑ مار کر ہوش میں لاتے ہو۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا تو سو جیل ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”اینٹی تو ہے اور تمہاری جیب سے بھی ہے ہوش کر دیتے والی گیس کا پمپ اور اس کا اینٹی ڈاکس ہے لیکن جو مزہ تھپڑ مارنے میں آتا ہے وہ اینٹی گیس سوگھا کر ہوش میں لانے میں نہیں آتا۔۔۔۔۔ سو جیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میرے ساتھیوں کو اینٹی گیس سوگھا کر ہوش میں لے آؤ۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”سوری معلومات ہم نے تم سے حاصل کرنی تھیں تمہارے

ہوش سے نہیں۔ اس لئے انہیں بے ہوشی کے دوران گولیاں مار کر ہلاک کر دیا جائے گا۔۔۔۔۔ سو جیل نے دو ٹوک لہجے میں جواب دے ہوئے کہا۔

”میں ہلاک کر کے تمہیں کیا ملے گا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے منہ ہناتے ہوئے کہا۔

”جو کچھ تم ہمیں مار کر حاصل کرنا چاہتے تھے۔۔۔۔۔ سو جیل نے بے فلسفیانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہا ہے۔۔۔۔۔ ساتھ کھڑے کھڑا ہمارے نے ایک بار پھر مذاکلات کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں بخشو۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو اب انہیں ختم ہونا چاہئے۔“

سو جیل نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے مشین پمپ نکالا ہی تھا کہ ٹائیگر یگانہ کھلتے ہوئے سپرنگ کی طرح اچھلا تو کرسی بھی اس کے ساتھ ہی اوپر اٹھی لیکن پھر واپس فرش پر گر گئی۔ کمرے میں موجود سو جیل اور بخشو دونوں ٹائیگر کی اس اچانک رہائی کی وجہ سمجھ ہی نہ سکے تھے اس لئے وہ دونوں چند لمحوں کے لئے حیرت سے بت بے کھڑے رہے پھر ٹائیگر نے ہوا میں اڑتے ہوئے ان دونوں کے سینوں پر اپنے پوری قوت سے مارے اور اس کے ساتھ ہی وہ ہوا میں قلابازی کھا کر وہاں جا کھڑا ہوا جہاں یہ دونوں گرے تھے۔ سو جیل کے ہاتھ میں موجود مشین پمپ تو نہانے کہاں جا کر تھا لیکن بخشو کے

ہاتھ سے اچانک جھٹکا گئے سے کوڑا دور جا گیا تھا اور قلابازی کھانے
 ٹائیگر جہاں جا کر کھڑا ہوا تھا وہاں سے قریب ہی کوڑا پڑا نظر آ
 تھا۔ ٹائیگر نے کوڑا اٹھایا اور پھر وہ حیرت انگیز دروازے کی طرف اس
 طرح دوڑا جیسے وہ کمرے سے فرار ہو رہا ہو لیکن دروازے کے
 قریب جا کر وہ رکا اور اس نے حیرت انگیز دروازہ بند کر کے اسے اندر
 سے لاک کر دیا۔ پھر وہ تیزی سے مڑا تو اس نے دیکھا کہ دونوں
 پہلوان سو جھل اور بخشو اپنی طرف سے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کر
 رہے تھے لیکن وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ پھر چلے انداز میں
 اٹھ نہ پا رہے تھے اور ٹائیگر کوڑا اٹھائے ان کے قریب پہنچ گیا اور
 اس کے ساتھ شڑاپ کی آواز سنائی دی اور کمرہ بخشو کے حلق سے
 نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا اور پھر ایک بار شڑاپ کی آواز سنائی دی
 اور اس بار چیخ سو جھل کے حلق سے نکل گئی اور وہ دونوں بری طرح
 ترپٹنے لگے۔ ان کے منہ سے مسلسل چیخیں نکل رہی تھیں۔ کمرہ اب
 شڑاپ شڑاپ کی آوازوں سے گونج رہا تھا اور سو جھل اور بخشو کے
 جسم کوڑے کی ضربوں کے زخموں سے بھر گئے تھے اور پھر وہ دونوں
 سہکتے ہوئے تو ٹائیگر نے کوڑا ایک طرف پھینکا اور ایک طرف
 پڑی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری کے قریب وہ مشین پسل
 بھی موجود تھا جو سو جھل کے ہاتھ سے نکل کر گر گیا تھا۔ اس نے جھک
 کر مشین پسل اٹھا کر جیب میں ڈالا اور پھر وہ الماری کھول کر
 دیکھنے لگا۔ اسے اٹنی گیس کی تلاش تھی اور پھر اسے اپنا اور اپنے

کی جیبوں میں موجود تمام سلمان الماری میں رکھا نظر آ
 میں نے وہ سارا سلمان اٹھا لیا۔ اس میں اٹنی گیس کی بوتل
 اور سبھی جو ٹائیگر کی جیب میں تھی۔ پھر وہ واپس مڑا اور اس
 نے جیبوں پر بے ہوش پڑے جوزف اور جونا کو اٹنی گیس سٹکائی
 دیکھ کر دھڑک دھڑک دوں ہوش میں آ گئے اور پھر جب ٹائیگر نے
 انہیں اب تک ہونے والی کارروائی کے بارے میں تفصیل بتائی تو
 دونوں نے اس کی کارکردگی کی بے حد تعریف کی تو ٹائیگر نے
 ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر ان کے جسموں کے گرد جو رسی بندھی ہوئی
 تھی ٹائیگر نے جیب سے منجر نکال کر انہیں کاٹ دیا اور چند لمحوں
 بعد وہ دونوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

”سائنس الماری میں آپ کا اصل موجود ہے۔ ہم جس کمرے
 میں موجود ہیں اس کے باہر نکلنے کیا ہو گا۔ میں نے دروازہ اس
 لئے بند کر کے لاک کر دیا تھا کہ کوئی مداخلت نہ ہو لیکن باہر لانا
 ان کے سبھی موجود ہوں گے اور یہ والا ہے بھی اٹھ کر گاؤں۔ اس
 لئے میرا خیال ہے کہ دروازہ کھول کر باہر بے ہوش کر دینے والی
 گیس فائر کر دیں اس طرح وہ ہمارے خلاف کوئی حرکت نہ کر سکیں
 گے۔“ ٹائیگر نے کہا تو جوزف اور جونا دونوں نے اس کی تائید
 کر دی تو ٹائیگر نے جیب سے گیس پسل نکالا اور دروازے کی
 طرف بڑھ گیا جبکہ جوزف اور جونا نے الماری میں سے اپنے مشین
 پسل اور ان کے میگزین اٹھا لئے۔

"سائنس روک ٹوک تو....." ٹائیگر نے مڑ کر جوزف اور جونا سے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے گیس کپسول باہر دابھاری میں قلم کرنے شروع کر دیئے۔ چار کپسول قلم کرنے کے بعد ٹائیگر نے پمپل دالیں جیب میں رکھ لیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ دروازہ اسکا سننے اس لئے بند نہ کیا تھا کہ اس کا کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ گیس تو پھر بھی اندر آ جاتی۔ صرف اس نے سائنس روک رکھا تھا۔ پھر ایک منٹ بعد اس نے سائنس لیا اور جب اسے گیس کی بو محسوس نہ ہوئی تو اس نے لمبے سائنس لینے شروع کر دیئے۔

"یہ انتہائی زود اثر اور ایک منٹ میں غذا میں ختم ہو جانے والی گیس ہے اس لئے اب تم اطمینان سے سائنس لے سکتے ہو۔" ٹائیگر نے کہا تو ان دونوں نے بھی لمبے لمبے سائنس لینے شروع کر دیئے۔

"اب باہر چلیں"..... جوزف نے کہا۔

"پہلے ان دو بڑے سیکیس کا سر پھیل دو ان میں ابھی دم موجود ہے....." ٹائیگر نے کہا تو جونا نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے مشین پمپل کا رخ ان دونوں کی طرف کیا اور پھر کمرہ قازم کی تیز آوازوں سے گونج اٹھا۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ اڑے کا انچارج سنبھال اور بخوشی رہیں ختم ہو گئے ہیں تو وہ باہر نکل گئے۔

عمران اپنے قلیٹ میں بیٹھا ایک کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا جبکہ سلیمان گاؤں گیا ہوا تھا اس لئے عمران قلیٹ میں اکیلا تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی تھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر دسپورا اٹھا لیا۔

"علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"..... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ میں آرٹلڈ بول رہا ہوں کہ اس کلب سے"۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"جی فرمائیے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی کیونکہ میں تو آپ کو جانتا نہیں"..... عمران نے کہا۔

"میں آپ کے شاگرد ٹائیگر کا دوست ہوں اور ٹائیگر نے آپ کا تعارف اس انداز میں کرا رکھا ہے کہ آپ پاکیشیا کی سلامتی اور مفاد کے لئے کام کرتے ہیں اور اس کے استاد بھی ہیں"..... آرٹلڈ

نے کہا۔

”آپ کو میرا یہ نمبر کس نے دیا ہے؟“..... عمران نے کہا۔
 ”عمران صاحب۔ آپ کا یہ نمبر بھی مجھے ٹائیگر نے دیا تھا کہ
 اگر اس کے ساتھ کوئی ایمر جنسی بن جائے تو آپ کو اطلاع دے دی
 جائے“..... آرملڈ نے کہا۔

”تو کیا ٹائیگر کے ساتھ کوئی ایمر جنسی بن گئی ہے۔ کیا ہوا
 ہے؟“..... عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ابھی بنی تو نہیں لیکن ہٹائی جا رہی ہے۔ تین پیشہ ور قاتلوں کو
 ٹائیگر کی ہلاکت کا ٹاسک دے دیا گیا ہے۔ ایک قاتل ہوٹل فلاسکا
 میں تیسری منزل پر کمرہ لے کر بیٹھا ہوا ہے۔ ٹائیگر کے کمرے کا
 نمبر تین سو دس ہے اور اس قاتل جانسن کے کمرے کا نمبر تین سو
 اٹھارہ ہے جو ایک دوسرے کے آنے سامنے ہیں۔ باقی دو قاتل
 اسے پورے پاکیشیا میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں“..... آرملڈ نے
 جواب دیا۔

”آپ کو کیسے معلوم ہوا ہے؟“..... عمران نے کہا۔

”ان میں سے ایک پیشہ ور قاتل دولف میرا بھی ملنے والا ہے۔
 اسے معلوم ہے کہ ٹائیگر میرا دوست ہے۔ اس لئے اس نے مجھے
 فون کر کے مجھ سے معلومات حاصل کرنا چاہیں کہ ٹائیگر کہاں ہے۔
 میں اس کی بات سن کر چونک پڑا اور میں نے اس سے پوچھا کہ وہ
 کیوں معلوم کرنا چاہتا ہے تو اس نے صاف بتا دیا کہ ایک بڑی

183
 نے ٹائیگر کو قتل کرنے کے لئے اسے ہار کیا ہے لیکن ٹائیگر
 دودھ سے نہ رات کو الاسکا ہوٹل جا رہا ہے اور نہ کہیں اور نظر آ
 رہا ہے۔ اس نے بتایا کہ اس پارٹی نے دو اور پیشہ ور قاتلوں کو بھی
 ٹائیگر کی ہلاکت کا ٹاسک دیا ہے اور دونوں معروف پیشہ ور قاتلوں
 کے نام بھی بتا دیئے ہیں۔ ایک جانسن ہے جس نے ہوٹل الاسکا
 میں کمرہ لیا ہوا ہے۔ دوسرا دولف ہے اور تیسرا انتھونی ہے جو سیریل
 کائلر کے نام سے مشہور ہے۔ میں نے آپ کو فون اس لئے کیا ہے
 کہ ٹائیگر کا سیل فون بھی بند ہے۔ وہ جب بھی آپ سے رابطہ
 کرے تو اسے ان قاتلوں کے بارے میں بتا دیں۔ شکریہ۔“
 آرملڈ نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو
 گیا تو عمران نے ریسور رکھ دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ پارٹی یقیناً آغا
 جبار ہوگا جس نے پہلے سلیمان کی ہلاکت کے لئے قاتل بھجوا دیا تھا۔
 وہ ابھی بیٹھا سوچ رہا تھا کہ ان قاتلوں کے پیچھے اسے خود جانا
 چاہئے کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو عمران نے ریسور اٹھا
 لیا۔

”علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بڈیان خود
 بول رہا ہوں“..... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔
 ”ٹائیگر بول رہا ہوں ہاں“..... دوسری طرف سے ٹائیگر کی
 آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔
 ”تم کہاں قایم ہو؟“..... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ میں سٹیکس بکروز کے ساتھ روشن ٹاؤن کے اڈے کی تہائی کے لئے روشن ٹاؤن میں ہوں۔ ہم نے اڈے پر قبضہ کر لیا ہے۔ وہاں کے انچارج سوجھل کو اس کے چالیس کے قریب ساتھیوں سمیت ہلاک کر دیا گیا ہے لیکن اب مسئلہ ہے کہ یہاں ڈیڑھ سو اغوا شدہ لڑکیاں موجود ہیں اور ہمارے اغوا شدہ عورتیں ہیں۔ ان ہمارے عورتوں کو دو سال پہلے ان کے گھروں سے اس لئے اغوا کیا گیا تھا کہ وہ اغوا شدہ لڑکیوں کو سنبھالیں، سمجھائیں اور ان کی محنت کا خیال رکھیں۔ یہاں اڈے میں ایک بہت بڑا ہال ہے جہاں ان لڑکیوں کو ان کے گھروں میں زنجیروں میں ڈال کر رکھا گیا ہے۔ زنجیروں اتنی بڑی ہیں کہ وہ پورے ہال میں آسانی سے چل پھر سکتی ہیں اور واش روم بھی جاسکتی ہیں۔ اس ہال کے دونوں سائیڈوں میں بیس کے قریب انتہائی جدید ترین واش رومز بنے ہوئے ہیں۔" ٹائیگر نے کہا۔

"یہ کام تو پولیس کر سکتی ہے۔ یہ اڈہ کس طرف ہے اور پولیس اسٹیشن کہاں ہے۔" عمران نے کہا۔

"ہاں۔ روشن ٹاؤن دو بڑی پہاڑیوں کے درمیان ایک وادی میں ہے۔ اس شہر سے مغرب کی طرف ایک سڑک جا رہی ہے جہاں سے پانچ میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی سرنگ کے پیچھے یہ انڈر گراؤنڈ اڈہ بنا ہوا ہے۔ راستے میں ایک چیک پوسٹ ہے جسے ہم نے اڈے کی طرف جاتے ہوئے ہم مار کر اڑا دیا تھا۔" ٹائیگر

نے کہا۔
"تمہارا سیل فون کیوں بند تھا۔" عمران نے کہا۔
"ہاں۔ ہم اس اڈے میں داخل ہو رہے تھے تو میں نے سیل فون بند کر دیا تھا۔ اب آن کیا ہے۔" ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں سر سلطان کو فون کر کے ہندوستان کراتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ وہیں روشن ٹاؤن کی پولیس کو حرکت میں لانا چاہئے البتہ آئی سی پی ڈی آئی جی کو وہاں بھجوا دیا جائے تاکہ پولیس کے چھوٹے انسپروں کوئی گڑبڑ نہ کر سکیں۔ میں بات کر کے تمہیں کال کرتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"یس ہاں۔" دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے کریڈل دہرایا اور فون آنے پر فبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔
"پی اے ٹو سیکرٹری وزارت خارجہ۔" رابطہ ہوتے ہی سر سلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں۔ سر سلطان سے بات کراؤ۔" عمران نے سمجھ لے کر کہا۔

"یس سر۔ ہولڈ کریں۔" دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔
"ہیلو۔ سلطان بول رہا ہوں۔" چند لمحوں بعد سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران بول رہا ہوں سر سلطان“۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا ہوا ہے تمہیں۔ کس ہسپتال سے بول رہے ہو“۔۔۔ سر سلطان نے چونک کر اور انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”سر سلطان۔ میں اپنے قلیٹ سے بول رہا ہوں۔ میں ٹیک ہوں لیکن میں اس لئے سنجیدہ ہوں کہ ٹائیگر اور سٹیک بھگڑنے روٹن ٹاؤن کی پہاڑیوں میں زیر زمین جتے ہوئے بد معاشوں کے ایک اڈے پر ریڈ کیا تو وہاں انتہائی سخت مقابلہ ہوا اور چالیس بد معاش ہلاک ہو گئے جن میں اس اڈے کا انچارج سوجھل بھی تھا۔ اس اڈے میں لڑتے سوانخوا شدہ لڑکیاں موجود ہیں اور بارہ ادھیڑ عمر عورتیں۔ جنہیں یہاں ان لڑکیوں کی دیکھ بھال کے لئے ان کے گھروں سے اخوا کیا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ روٹن ٹاؤن کی پولیس کو حرکت میں لایا جائے البتہ یہاں سے فوراً کسی بڑے پولیس آفیسر کو وہاں بھیجا جائے تاکہ پولیس کوئی گزب نہ کر سکے۔“

عمران نے کہا۔

”اوہ دیری بیٹے۔ اس ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ ڈیڑھ سوانخوا شدہ لڑکیاں اور بارہ عورتیں۔ اوہ دیری بیٹے۔ لیکن روٹن ٹاؤن کی پولیس اس قابل نہیں ہے کہ اتنے بڑے ٹارگٹ سے نمٹ سکے۔ یہاں سے آئی جی کو پولیس کے ساتھ وہاں بھیجنا ہوں۔ وہ ان لڑکیوں اور عورتوں کو یہاں دارالحکومت میں لائیں۔ یہاں انہیں اچھے انداز

میں رکھا جائے۔ ان سے ان کے ایجریس معلوم کر کے انہیں ان کے گھروں میں واپس بھیجا جائے اور ان تمام پولیس افسروں کو بھگڑ کر دیا جائے جو روٹن ٹاؤن میں اتنے بڑے اڈے سے بے خبر رہے۔“ سر سلطان نے بے حد غصیلے لہجے میں کہا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں“۔۔۔ عمران نے کہا۔

”میں آئی جی سے بات کرتا ہوں اور اسے تمہارے بارے میں بتا دیتا ہوں۔ تم اسے گائیڈ کرو گے۔“ سر سلطان نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے قبر قادیوں میں دس منٹ بعد ان سے بات کر لوں گا۔“۔۔۔ عمران نے کہا۔

”نمبر تو پی اے کو معلوم ہو گا میں اسے کہتا ہوں کہ تمہیں نمبر نوٹ کرا دے۔“ سر سلطان نے کہا اور پھر رابطہ ختم ہو گیا تو

عمران نے ریسور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو

عمران نے ریسور اٹھا لیا۔

”علی عمران بول رہا ہوں۔“۔۔۔ عمران نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا۔

جب سے اسے ڈیڑھ سوانخوا شدہ لڑکیوں کے بارے میں بتایا گیا تھا اسے اس قدر افسوس ہوا تھا کہ اس پر سنجیدگی کا دورہ سا پڑ گیا تھا۔

”پی اے نو سر سلطان بول رہا ہوں۔ آئی جی ذوالفقار خان کا نمبر نوٹ کر لیں۔“۔۔۔ پی اے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”نوٹ کراؤ۔“۔۔۔ عمران نے کہا تو دوسری طرف سے پی اے

نے دک دک کر نمبر بتایا تو عمران نے اسے کٹھنم کرا لیا۔
 ”اوکے۔ کیا سر سلطان کی آئی جی سے بات ہو گئی ہے؟“ عمران
 نے پوچھا۔

"نہیں سر۔ آپ اب آئی جی صاحب سے بات کر سکتے ہیں۔"..... پلی اس نے مودبانہ لہجہ میں کہا تو عمران نے کریڈل دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پر مِس کرنے شروع کر دیئے۔

”ہیس۔ بی اے ٹو آئی جی پولیس“.... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”علیٰ عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہول وہا
ہوں۔ آئی جی صاحب سے بات کراؤ“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔
”بات کریں جناب“۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد پلے اسے کی آواز سنائی
دی۔

”بیلو۔ علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔۔۔ عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ میں ذوالفقار خان آئی جی پولیس بول رہا ہوں۔ سر سلطان نے مجھے تفصیل بتائی ہے اور تمام افواہ شدہ لڑکیوں کو ان کے گھروں میں واپس بھگانے کا احکامات دیئے ہیں۔ آپ فرمائیں کہاں ہیں وہ“۔... آئی جی نے قدم سے موڑ دیا۔ لہجہ میں کہا۔

168

وہ آپ آئی جی پولیس ہیں اور آپ کے ہوتے ہوئے ڈیوٹی ہو
یہاں انگوہ کر کے اگلے میں رکھی جاتی ہیں اور پھر انہیں دوسرے
مکان کو فروخت کر دیا جاتا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

ایک سال ہوا ہے اور میری مسلسل کوشش ہے کہ پولیس کی کارکردگی کو بدحالیہ جائے لیکن مجھے کھل کا میا پی نہیں مل سکی۔ بہر حال میں اپنی ہمدی کوشش میں لگا ہوا ہوں۔۔۔۔۔ آئی جی نے کوئی بیانات دینے کی بجائے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تو عمران نے اسے تحصیل سے تائیکر کی وی ہوئی رپورٹ بتادی اور ساتھ ہی ٹائیکر کا پتہ بھی بتادیا۔

”لیں سر۔ میں ابھی پولیس کو حرکت میں لے آتا ہوں۔“... آئی جی نے کہا۔

جی نے کہا۔
 ”آپ نے ساتھ جانا ہے تاکہ ان لڑکیوں کو کوئی پرالہم نہ
 ہو۔۔۔ عمران نے کہا۔

ہو۔۔۔ عمران نے کہا۔
 ”نہیں سر۔ میں خود ساجھ جاکوں گا۔“ آئی جی نے کہا تو عمران
 نے اس کے کہہ کر گر پیل دلیلا اور ٹون آنے پر ٹائیکر کے سیل فون
 کے قہر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

[illegible]

آواز سنا کی وہی۔
 ”آئی جی پولیس ذوالفقار خان خود پولیس فورس سمیت آ رہے

کویران کا چیف ہیڈ ولیم جونز اپنے آفس میں موجود تھا کہ میز کی چلی دروازے سے تیز سیٹی کی آواز سنائی دی تو ولیم جونز بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ یہ کال کویران کے ہیڈ کوارٹر کی تھی جس کے بارے میں خود ولیم جونز بھی کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس نے تیزی سے جھک کر چلی دروازہ کھولی اور اس میں موجود سرخ رنگ کا فون نکال کر میز پر رکھا۔ یہ کارڈ لیس فون تھا۔ اس پر کوئی نمبر موجود نہ تھا اس پر صرف ہیڈ کوارٹر کی کال آ سکتی تھی مگر یہاں سے کال نہ کی جا سکتی تھی۔ سیٹی کی تیز آواز اس فون سے بدستور اٹھ رہی تھی۔ ولیم جونز نے دروازہ بند کی اور میز کے کنارے نصب مختلف بیٹنوں میں سے سرخ رنگ کا بیٹن پر پریس کر دیا۔ بیٹن پر پریس ہوتے ہی آفس کے دونوں دروازے کے سامنے سیاہ رنگ کی کسی دھات کی چادر کے شر کر گئے۔ اب یہ آفس ہر لحاظ سے محفوظ تھا۔ اس کے بعد ولیم جونز نے رسیور اٹھا لیا۔

ہیں۔ وہ تم سے فون پر رابطہ کر لیں گے۔ تم نے ان سے تمہارا تعاون کرنا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”لیس ہاس۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور سنو کر اس کلب میں تمہارا کوئی دوست ہے آرٹلڈ۔ اس فون آیا تھا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”وہ کیا کہہ رہا تھا ہاس۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے حیرت بھرے نتیجہ میں کہا تو عمران نے اسے تین پیشہ ور قاتکوں کو اس کی بلاکت کا ٹاسک دیتے جانے اور اس کی تلاش کے بارے میں تمام تفصیل بتا دی۔

”ہاس۔ ابھی تو ان لڑکیوں کو پولیس کے حوالے کر کے ہم روپ ڈالے کی طرف چائیں گے۔ بڑے اڈوں میں سے یہ آخری اڈہ ہے پھر واپسی ہوگی تو ان قاتکوں سے بھی نمٹ لیا جائے گا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ ویسے سنیک بگرنہ کیسے جا رہے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”جوانا بے حد خوش ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”اوکے۔ وٹس یو گنز لک۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اب اس کا موڈ بحال ہو گیا تھا۔

"ولیم جونز بول رہا ہوں سپر چیف۔۔۔" ولیم جونز نے انتہائی مؤدبانہ لہجہ میں کہا۔

"ولیم جونز۔ ہمیں جو رپورٹ پاکیشیا کے بارے میں ملی ہے وہ انتہائی خطرناک ہے۔ مسلسل ایسے اڈوں پر پولیس ریڈ کئے جا رہے ہیں جہاں سے ہمیں انخوا شدہ لڑکیاں خاصی بڑی تعداد میں ملتی تھیں۔ تم نے اس سلسلے میں کیا کیا ہے؟"۔۔۔ دوسری طرف سے ایک سخت لیکن مشین سی آواز میں کہا گیا۔

"سپر چیف۔ وہاں ایک سرکاری تنظیم سامنے آئی ہے جس کا نام سٹیک بکرنر ہے۔ اس تنظیم کا لیڈر انڈر ورلڈ میں کام کرنے والا شخص ٹائیگر ہے اور اس کے ساتھ ایک ایکریمین جی جہانا ہے جو ایکریمیا میں مشہور پیشہ ور قاتل رہا ہے۔ اب وہ مستقل طور پر پاکیشیا میں سیٹل ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ایک افریقی جی جی ہے اس کا نام جوزف ہے۔ ان تینوں کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے انتہائی خطرناک ایجنٹ عمران سے ہے۔" ولیم جونز نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے اس سلسلے میں کیا کیا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ سٹیک بکرنر سارے اڈے چاہ کرتے جا رہے ہیں۔"۔۔۔ سپر چیف نے کہا۔

"سپر چیف۔ ایک اڈہ چاہ ہوا ہے وہ بھی پولیس کے ہاتھوں البتہ چیف ساگی کو ہلاک کر دیا گیا ہے اس کے علاوہ باقی اڈے محفوظ ہیں۔"۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔

انتہائی سادہ خدمات ہیڈ کوارٹر کے سامنے ہیں ورنہ قہاری بات بات پر قہارے اڈے وارنٹ جاری کئے جا سکتے تھے۔ ہمیں اس حالات کا علم ہی نہیں لیکن ہیڈ کوارٹر کو رپورٹ مل چکی ہے کہ پاکیشیا میں روٹن ٹاؤن والا اڈہ بھی مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا ہے۔ یہی موجود تقریباً پچاس افراد کو بے دریغ ہلاک کر دیا گیا ہے اور یہی موجود ڈیڑھ سو انخوا شدہ لڑکیاں اور بارہ عورتیں جو انہیں سنبھالنے کے لئے انخوا کی گئی تھیں ان سب کو پولیس اپنے ساتھ لے گئی ہے اور تم جہانے آفس میں بیٹھے کیا باتیں کرتے رہتے ہو اور سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ اب تک کویران کا نام بھی سامنے نہیں آیا تھا حالانکہ ہمارا بزنس پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور ایک ملک میں گزیرے ہیں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن کویران کا نام سامنے آنے پر پاکیشیا سیکرٹ سروس ہمارے خلاف کام کر سکتی ہے اور وہ یقیناً قہارے آفس کی نشاندہی حاصل کر لیں گے۔ اگر ایسی کوئی صورتحال ہو تو ہیڈ کوارٹر کو فوراً اطلاع دی جائے۔ ہیڈ کوارٹر ان کے یقینی خاتمے کے لئے سپر کویران ٹیم کا سارے کام۔"۔۔۔ سپر چیف نے کہا اور اس کے ساتھ رابطہ ختم ہو گیا تو وہ بخود بیٹھے ولیم جونز کو بے اختیار جھرجھری سی آئی۔ اس کا پورا جسم پیچھے سے شراپور ہو گیا تھا۔ پیشانی پر بھی پسینہ نظر آ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے دوسری زندگی ملی ہے۔ ہیڈ کوارٹر نے آج تک اس معاملے میں کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں کی تھی لیکن ولیم جونز کو اس کی سادہ خدمات

دیکھتے ہوئے معاف کر دیا گیا تھا ورنہ اب تک وہ ہلاک ہو چکا ہوتا۔ اس نے ایک طویل سانس لیا اور ریڈ فون اٹھا کر میز کی سب سے چلی دروازہ میں رکھا اور دروازہ بند کر کے اس نے میز کے کنارے پر موجود سرخ ٹین پر لیس کیا تو دونوں دروازوں کے سامنے شکر کے انداز میں گرنے والی سیاہ وحشت کی چادریں اوپر اٹھ کر غائب ہو گئیں تو ولیم جونز نے میز کی سب سے اوپر والی دروازہ کھولی اور اس میں سے اس نے تیز شراب کی ایک پھولی بوتل نکالی، اسے کھولا اور منہ سے نکال لیا۔ بوتل کو اس نے اس وقت منہ سے علیحدہ کیا جب اس کا آخری قطرہ بھی اس کے حلق میں اتر گیا۔ بوتل کو سائیڈ پر پڑی اسٹین میں پھینک کر اس نے فون کا ریسیور اٹھایا اور بے بعد دیگرے ردین پر لیس کر دیئے۔ اب اس کے چہرے پر قدرے بے اشت لوث آئی تھی۔

”لیس چیف۔ چارلس ہول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”پاکیشیا کے بارے میں کوئی تازہ ترین رپورٹ ہو تو ہمارے پاس تو وہ لے کر فوراً میرے پاس پہنچو“..... ولیم جونز نے سخت لہجے میں کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ اب اسے چارلس پر غصہ آ رہا تھا جس کے پاس پاکیشیا اور کافرستان ریجن تھے لیکن وہ بروقت نہ رپورٹ حاصل کر سکا اور نہ اسے پیش کر سکا تھا۔ ورنہ ہیڈ کوارٹر اسے اس اعزاز میں موت کی دھمکی نہ دیتا لیکن غصے کے باوجود وہ بھی جانتا تھا

کہ ان ملکوں کے لئے چارلس سے زیادہ سوزوں اور کوئی نہیں ہے۔ ہر لمحہ وہ بعد آفس کا بیرونی دروازہ کھلا اور چارلس ہاتھ میں فائل ہلکے انداز میں ہوا۔

”پلیٹو“..... ولیم جونز نے سخت لہجے میں کہا۔
 ”آپ کا لہجہ سخت کیوں ہو گیا ہے۔ کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے ایسا ہے تو میں اس کی معافی چاہتا ہوں“..... چارلس نے کہا۔
 ”تمہاری وجہ سے آج میں مرنے سے پال پال بچا ہوں۔
 ہیڈ کوارٹر کو پاکیشیا کے روشن ٹاؤن ڈوے کی رپورٹ مل گئی ہے جبکہ مجھے اس کا علم نہ تھا جس پر ہیڈ کوارٹر نے کہا کہ وہ میری سابقہ خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے مجھے صرف ڈیوٹی وارنٹک دے رہے ہیں ورنہ وہ اپنے اصول کے مطابق لازماً ڈیوٹی آرڈر دے دیتے اور میں اب تک اس دنیا سے غائب ہو چکا ہوتا“..... ولیم جونز نے تیز لہجے میں کہا۔

”ہمارا وہاں کا ایجنٹ چار ہو گیا تھا۔ اب اسے ہسپتال سے ہمیشہ ملے گا تو اس نے کام کیا ہے اور روشن ٹاؤن ڈوے کی چابی کے بارے میں ابھی رپورٹ ملی ہے جو اس فائل میں ہے“..... چارلس نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

”نہیک ہے۔ بہر حال آئندہ محتاط رہ کر دو وہاں ایک ایجنٹ نہیں دو تین ایجنٹ رکھو۔ ہیڈ کوارٹر نے ایک اور خطرے کی نشاندہی کی ہے کہ اب تک کو برائن کا نام سامنے نہیں آیا تھا لیکن اس بار ایسا

ہوا ہے اور ممکن ہے پاکیشیا سیکرٹ سروس کا سارے میں ہمارے فوٹو
کام کرنے پہنچ سکتی ہے اس لئے ہم نے اس معاملے میں بہت
دہنا ہے تاکہ یہ گروپ سٹیک بکھر دیا پاکیشیا سیکرٹ سروس کا
درخ کرے تو ہیڈ کوارٹر کو ہر وقت اطلاع دی جا سکے۔ ہیڈ کوارٹر نے
کہا ہے کہ وہ ان کے خاتے کے لئے سپر کوپرا گروپ کو بھیج دے
گا۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فائل نو
کر کھولی اور اس پر جھک گیا۔ فائل میں چار صفحات تھے۔ چار
صفحات پڑھ کر ولیم جونز نے فائل بند کر دی۔

”ہیلڈ آفس نے بھی یہی بتایا ہے لیکن ایک بات اس ذیل میں
تحریر ہے جس کے بارے میں ہیڈ کوارٹر کا کو علم نہیں ہے اور وہ ہے
کہ روشن ٹاؤن کا لڑا ٹائیکر اور اس کے دو پیشی ساتھیوں نے تیار کیا
پھر ٹائیکر نے عمران سے رابطہ کیا تاکہ پولیس کو حرکت میں لایا جا
سکے اور پولیس کی گمرانی میں تمام انخوا شدہ لڑکیاں اور عورتیں واپس
ان کے گھروں میں بھجوائی جائیں۔ پہلے ساگی اڈے پر یہ وہ
باورچی نے کرایا تھا۔ اس نے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کو ان
کے آفس میں جا کر شکایت کی جس پر سر عبدالرحمن نے آئی جی کو
فون کر کے ڈانٹ پلائی اور اسے فوری حرکت میں آنے کے لئے
کہا۔ اس طرح وہ اڈہ ختم ہوا۔ اس اڈے کے بارے میں ٹائیکر
نے عمران سے بات کی تو عمران نے سینیئر میئر فری وزارت خارجہ اور
انتظامی اتھارٹی سے بات کی اور انہوں نے آئی جی سے بات کی

اور اسے حکم دیا کہ عمران جو کہے جیسے کہے اس پر عمل کیا جائے۔ پھر
عمران نے آئی جی کو فون کر کے وہ جگہ بتائی جہاں ٹائیکر ان سے
ملے گا اور انہیں اڈے پر لے جائے گا۔ اس کا مطلب ہے ٹائیکر کی
ہلاکت ضروری ہوگئی ہے۔ زیادہ فعال یہی ہے۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے
کہا۔

”میرے حکم پر آغا جبار نے پہلے ایک معروف پیشہ ور قاتل کو
سلیمان کے خاتے کا ٹاسک دیا لیکن اس کی اپنی گولیوں سے چھلنی
لاش ایک ویران علاقے سے ملی۔ اب آغا جبار نے ٹائیکر کے لئے
بیک وقت تین مشہور اور انتہائی تجربہ کار پیشہ ور قاتلوں کو بھاری
معاوضے پر بھیج کیا ہے لیکن ٹائیکر دارالحکومت سے باہر تھا۔ اب
معلوم ہوا ہے کہ وہ روشن ٹاؤن میں کام کر رہا تھا۔۔۔۔۔ چارلس نے
تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”اب تو وہ واپس آگیا ہوگا۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔
”جیس۔ ابھی تو نہیں آیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ اب روپے
اڈے کا رخ کریں گے۔ میں نے آغا جبار سے کہا ہے کہ وہ وہاں
خصوصی انتظامات کرائے۔۔۔۔۔ چارلس نے کہا۔
”ٹھیک ہے۔ صورت حال روز بروز خراب سے خراب تر ہوتی
جا رہی ہے۔ تم اپنے ایجنٹوں کو ہر وقت حرکت میں رکھو تاکہ تازہ
ترین رپورٹیں ہمیں ملتی رہیں۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔
”وہ تو اب کرنا ہی ہوگا لیکن چیف ہیڈ کوارٹر کو اس قدر تفصیل

رہدہ کس نے دی ہوگی۔۔۔ چارلس نے کہا۔

”ہیڈ کوارٹر صرف ہم پر انحصار نہیں کرتا۔ پوری دنیا میں جہاں جہاں عورتوں کا دھندہ ہوتا ہے وہاں ہیڈ کوارٹر کے ایجنٹ موجود ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ اب تم چاہتے ہو۔ جو ہدایات میں نے دی ہیں اس پر پورا پورا عمل ہونا چاہئے۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا تو چارلس سر ہلکا ہوا اٹھا۔ اس نے سلام کیا اور بیرونی دروازے سے باہر نکل گیا تو ولیم جونز نے ایک بار پھر روشن ٹاؤن اڈے والی فائل کھولی اور اسے ایک بار پھر پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔

روپن شہر پاکیشیا اور کافرستان کی اس سرحد پر واقع تھا جس کے بعد کافرستان کا مشہور شہر راجستھان تھا۔ روپن شہر میں سرحد پر واقع تھا جبکہ دوسری طرف کافرستان میں بھی بالکل سرحد پر کافرستانی شہر راج پورہ تھا۔ درمیان میں دوپچی خاردار تاروں کی گول پاڑ لگائی گئی تھی جہاں کافرستانی فوجی موجود رہتے تھے جبکہ پاکیشیا کی طرف کوئی فوجی موجود نہ تھا لیکن اس پاڑ کے باوجود کئی جگہیں ایسی تھیں جہاں سے آدمی بیدل سرحد کر اس کر جاتے تھے بلکہ کئی راستے ایسے بھی تھے جہاں سے ہماری رشوت دے کر کاں جیپ اور سامان سے بھرا ٹرک بھی لے جایا جاسکتا تھا۔ اس روپن شہر میں صرف ایک بڑا ہوٹل تھا جہاں غیر ملکی سیاح آکر رہتے تھے۔ اس ہوٹل کا نام راج ہوٹل تھا۔ راجستھان کا ٹیگر پورے کافرستان کے دیگر علاقوں سے یکسر علیحدہ تھا۔ یہاں کی عورتیں بے حد خوبصورت اور انتہائی مضبوط جسم کی مالک ہوتی تھیں۔ نوجوان لڑکیوں سے بوڑھی عورتوں تک

انہی کی رنگدار لباس پہنتی تھیں۔ مردوں کی بھی یہی پوشاک تھی۔ وہ
مرد پر مخصوص پگڑی باندھتے تھے۔ مرد بے حد بیمار اور بہت بیمار
تھے اس لئے وہ اپنے کلچر کی ہر لحاظ سے حفاظت کرتے تھے
عورتوں کو چاہے وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ کیوں نہ ہوں اپنے کلچر سے ہر
کے دوسرا لباس پہننے کی جرأت نہ تھی۔ اس کلچر کو قریب سے دیکھ
کے لئے سیاح روپڑ آتے جاتے رہتے تھے اور خفیہ راستوں سے
کافرستانی شہر راج پورہ میں چلے جاتے تھے۔ وہاں سے وہ پورہ
راجستھان میں گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ ان سیاحوں کی وجہ سے
یہاں دونوں شہروں میں خاصی خوشحالی تھی۔ اس لئے یہاں سیاحوں
کی لوگ باقاعدہ حفاظت کرتے تھے۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا
جاتا تھا۔ روپڑ شہر کے آخری حصے میں ایک ہوٹل تھا جو دو منزلہ تھا۔
کہا جاتا تھا اس ہوٹل کے نیچے وسیع تہ خانے تھے جہاں پر
بدعاش اور پیشہ ور مجرم خفیہ طور پر رہتے تھے۔ ہوٹل کا نام راجپوت
ہوٹل تھا اور ہوٹل کا مالک اور منیجر دیوت تھا۔ دیوت راجستھانی
زبان کا لفظ تھا۔ اس کا مطلب دیوتا تھا جبکہ ہوٹل کے نیچے اڈے کا
دادا نواب دادا تھا۔ اس کے ساتھیوں کی تعداد میں تھی۔ وہ سب ہر
قسم کے جرائم میں ملوث تھے۔ اسنو، منشیات کے ساتھ ساتھ عورتوں
کی خرید و فروخت کے لئے پاکیشیائی اور راجستھانی علاقے سے
لڑکیوں کو اغوا کر کے اس اڈے میں رکھا جاتا تھا اور پھر کوہران کا
گروپ خفیہ طور پر ان لڑکیوں کو چیک کرتا تھا اور پھر بھاری قیمت

میں انہیں وہاں سے کسی خفیہ مقام پر شفٹ کر دیا جاتا تھا۔ اس
خفیہ مقام پر تمام اڈوں سے خریدی ہوئی لڑکیاں رکھی جاتی تھیں اور
پھر وہاں سے سمندر کے ذریعے انہیں دنیا کے مختلف ممالک میں بھجوا
دا جاتا تھا۔ ہوٹل کا مالک دیوت اور نواب دادا دونوں میں طویل
عرصے سے شراکت چلی آ رہی تھی۔ نواب دادا اپنے تمام بزنس میں
چاہے وہ اسلئے کا ہو، منشیات کا، اغوا برائے تاجران یا عورتوں کی خرید
وفروخت کا سب میں دس دس فیصد منافع بڑی باقاعدگی سے دیوت
کو دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ طویل عرصے سے آج تک نواب دادا
نے دیوت کے کسی کام میں مداخلت کی تھی اور نہ دیوت نے نواب
دادا کے بزنس میں۔ تہ خانوں میں جانے اور باہر نکلنے کے تین
راستے تھے۔ ایک تو ہوٹل سے تھا۔ اسے اڈے کے خاص خاص
لوگ استعمال کرتے تھے۔ دوسرا ہوٹل کے عقبی حصے میں موجود گلی
میں تھا۔ اسے باقی لوگ استعمال کرتے تھے اور ایک بڑا راستہ
بلڈنگ کی سائیڈ میں تھا لیکن یہ ابھر چکی راستہ تھا۔ اسے خصوصی طور
پر کھولا جاتا تھا ورنہ یہ بند رہتا تھا۔ نواب دادا مضبوط جسم کا مالک
تھا۔ وہ راجستھان کا رہائشی تھا اور کافرستان سے یہاں پاکیشیا آکر
تھا اور پھر اس اڈے میں آکر اس کا دادا بن گیا تھا۔ نواب دادا
پڑھا لکھا تھا اور راجستھانی زبان کے علاوہ اردو اور گریٹ لینڈ کی
زبان بھی نہ صرف بولی لیتا تھا بلکہ پڑھ بھی لیتا تھا۔ وہ سوٹ پہننے
کا عادی تھا۔ راجستھانی لباس کسی خاص تقریب کے موقع پر پہنا

کرتا تھا۔ لواب دادا اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا فون پر کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ بات ختم ہونے پر اس نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”ہیس۔ لواب دادا بول رہا ہوں۔“۔۔۔ لواب دادا نے ریسیور اٹھ کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ اس نے کوئی فون سیکرٹری نہ رکھا ہوا تھا۔ اس کا فون ڈائریکٹ تھا۔

”آغا جہار بول رہا ہوں۔“۔۔۔ دوسری طرف سے آغا جہار کی بھاری آواز سنائی دی۔

”جی آغا صاحب۔ حکم فرمائیے۔“۔۔۔ لواب دادا نے کہا۔
”تمہیں اطلاع ملی ہے کہ روشن ٹاؤن کا اڈہ تباہ کر دیا گیا ہے اور اغوا شدہ ڈیڑھ سو لڑکیوں کو پولیس ساتھ لے گئی ہے۔“۔۔۔ آغا جہار نے کہا۔

”جی ہاں۔ اطلاع تو ملی ہے۔ سو جمل دادا میرا بہت اچھا دوست تھا۔ اس کی موت کا مجھے بہت صدمہ ہوا ہے۔“۔۔۔ لواب دادا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون لوگ ہیں۔“۔۔۔ آغا جہار نے کہا۔
”یہی سنا ہے کہ حکومت نے کوئی نئی ایجنسی بنائی ہے جس کا نام سٹیک بکزرز ہے۔ اس میں تین آدمی ہیں۔ ایک مقامی ہے جس کا نام ٹائیگر ہے اور دوسرے دو جیشی ہیں۔ ایک انگریز ہیں اور دوسرا افریقی لیکن میں حیران ہوں کہ سو جمل دادا کا اڈہ تو انتہائی محفوظ تھا۔

ہر کسی سے تباہ ہو گیا۔“۔۔۔ لواب دادا نے کہا۔
”یہ لوگ باقاعدہ تربیت یافتہ ہیں اور وہ ان اڈوں کے خلاف کام کر رہے ہیں جہاں اغوا شدہ لڑکیاں لے جاتی جاتی ہیں۔ اب صرف تمہارا اڈہ باقی بچا ہے اور میں نے فون اس لئے کیا ہے کہ تم نے بے حد محتاط رہنا ہے۔ اگر تمہارے ساتھ کچھ ہوا تو پورے پکیشیا میں میرا بزنس ختم ہو جائے گا۔“۔۔۔ آغا جہار نے کہا۔
”میں نے پہلے ہی تمام انتظامات کر دیئے ہیں۔ انہیں میرے اڈے میں داخل ہونے کے لئے لازماً ہوٹل کا راستہ استعمال کرنا پڑے گا کیونکہ باقی دو راستے میں لے بند کر دیئے ہیں۔ وہاں میرے مسلح آدمی ہوٹل کی سیکورٹی یونیفارم میں ہوں گے اور جیسے ہی یہ وہاں جیشی ہوٹل میں داخل ہوں گے انہیں بھی اڈہ دیا جائے گا اور ان کے ساتھ جو ہو گا اسے بھی دیکھتے ہی ہلاک کر دیا جائے گا۔ بعد میں جو ہو گا وہ دیکھا جائے گا۔“۔۔۔ لواب دادا نے کہا۔
”گڈ۔ تم بے فکر رہو جب تک میں زندہ ہوں تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔“۔۔۔ آغا جہار نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔
”ہیس سر۔ جینک یو سر۔“۔۔۔ لواب دادا نے کہا تو دوسری طرف سے گڈ بائی کہہ کر رابطہ ختم کر دیا گیا اور لواب دادا نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔
”لواب دادا بول رہا ہوں۔“۔۔۔ لواب دادا نے ایک بار پھر ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ریڈ روز کلب سے رابرٹ بول رہا ہوں"۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"اوہ تم۔ کیسے فون کیا ہے۔ کوئی خاص بات"۔۔۔ نواب دوا نے کہا کیونکہ رابرٹ ریڈ روز کلب میں سپروائزر تھا۔ نواب دوا کا بچپن کا دوست تھا اور وہ اکثر آکر کئی کئی گھنٹے اڈے پر گزار دیتا تھا۔ نواب دوا اکثر اس کی معاشی طور پر مدد کرتا رہتا تھا۔

"تمہارے اڈے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے ایک آدمی میرے پاس آیا ہے۔ اسے دارالحکومت کے کراس کلب کے منیجر ہنری نے میری ٹپ دی تھی کیونکہ میں دارالحکومت جاتا ہوں تو ہنری کے پاس ہی رہتا ہوں۔ وہ مجھے فری کلب میں کمرہ رہائش کے لئے دے دیتے ہیں"۔۔۔ رابرٹ نے کہا۔

"تمہاری ٹپ دی تھی اسے کیسے معلوم کہ تم اڈے کے بارے میں جانتے ہو"۔۔۔ رابرٹ نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ اسے کس نے یہ بات بتائی ہے۔ بہر حال اس نے مجھ سے رابطہ کیا اور مجھے اپنا نام ٹائیگر بتایا۔ اس نے مجھے تمہارے اڈے کے متعلق مکمل تفصیل بتانے کا کہا اور مجھے دس لاکھ روپے نقد دینے کی آفر کی لیکن میں نے اسے بتایا کہ اسے کسی نے میرے بارے میں غلط بتایا ہے۔ نہ ہی میری نواب دوا سے دوستی ہے اور نہ میں کبھی اس کے اڈے پر گیا ہوں۔ پہلے تو وہ نہ مانا اور معاوضہ بڑھا دیا لیکن میں نے اسے بتایا کہ میں واقعی کچھ نہیں جانتا

میں ضرور بتا دیتا کیونکہ مجھے ان دنوں رقم کی بے حد ضرورت ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا تمہیں بتا دوں تاکہ تم محتاط رہو"۔۔۔

نواب دوا نے کہا۔ "اوہ دوسری گفٹ۔ تم میرے واقعی سچے دوست ہو۔ تم فکر نہ کرو۔ میں دس لاکھ دے رہا تھا میں تمہیں پندرہ لاکھ دوں گا۔ ابھی دس پر رقم آئی ہے اس سے پہلے کہ اسے بینک میں جمع کرا دیا جائے کیونکہ وہاں سے رقم واپس نکالنا مشکل ہے۔ تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ ابھی آ جاؤ لیکن کلی والا راستہ بند کر دیا گیا ہے تم اپنی کے راستے آ جاؤ۔ میں سب کو کبہ دوں گا۔ ایسے بھی میرے آدمی تمہیں ادھی طرح جانتے ہیں"۔۔۔ نواب دوا نے کہا۔

"تم مذاق تو نہیں کر رہے"۔۔۔ رابرٹ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں ایسے مذاق کرنے کا عادی نہیں ہوں"۔۔۔ نواب دوا نے حق لہجے میں کہا۔

"اوکے۔ میں باقی وقت کی چٹائی لے کر آ رہا ہوں"۔ رابرٹ نے سرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوکے"۔۔۔ نواب دوا نے کہا اور اس نے رسیور رکھنے کی بجائے کریڈل دبایا اور پھر فون آنے پر اس نے کیے بعد دیگرے دو تین منٹ پر پس کر دیے۔ دوسری طرف سختی بچنے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

"جانناز بول رہا ہوں نواب دادا"۔۔۔ دوسری طرف سے ایجنٹ
مٹوہانہ لہجے میں کہا گیا۔

"میرے دوست مایرٹ کو تو تم جانتے ہو"۔۔۔۔۔ نواب دادا نے
کہا۔

"جاننا ہوں نواب دادا۔ وہ ریڈ روز کلب کا سپروائزر ہے اور
یہاں آپ کے پاس بھی کئی بار آ چکا ہے"۔۔۔۔۔ جانناز نے جواب
دیتے ہوئے کہا۔

"وہ اس ہوٹل کے راستے الے پر آ رہا ہے۔ اسے بے ہوش
کر کے پوائنٹ نمبر الیون پر بگھوا دو۔ میں پوائنٹ الیون کے انچارج
ساگو کو کہہ دیتا ہوں۔ وہ تم سے اسے بے ہوشی کے عالم میں وصول
کرے گا"۔۔۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔

"اوکے نواب دادا"۔۔۔۔۔ جانناز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"فوری حرکت میں آ جاؤ وہ کسی بھی لمحے یہاں پہنچ سکتا
ہے"۔۔۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔

"نہیں نواب دادا"۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو نواب دادا
نے کریٹیل دہایا اور ٹون آنے پر اس نے نمبر پر نہیں کرنے شروع
کر دیئے۔

"نہیں۔ ساگو بول رہا ہوں"۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ
آواز سنائی دی۔

"نواب دادا بول رہا ہوں"۔۔۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔

"اھم جناب"۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایجنٹ مٹوہانہ لہجے میں کہا

"جانناز کو میں نے حکم دیا ہے کہ وہ ایک شخص کو بے ہوش کر
کے قہارے پاس پہنچا دے۔ تم نے اس آدمی کو راز دہانی کرنی پر
ٹھا کر جکڑ دینا ہے۔ پھر مجھے اطلاع دینا میں خود وہاں پہنچوں گا
اور اس آدمی کو ہوش میں لا کر پوچھ گچھ کروں گا"۔۔۔۔۔ نواب دادا
نے سخت لہجے میں کہا۔

"حکم کی تعمیل ہو گی دادا"۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ساگو نے

مٹوہانہ لہجے میں کہا تو نواب دادا نے رسیور رکھ دیا۔
"نواب دادا کو بے وقوف سمجھتا ہے۔ اس جیسا لالچی آدمی سو

روپے نہ چھوڑے اور اس نے میرے لئے دس لاکھ چھوڑ دیئے۔
اب میں اس کی روح سے بھی سب کچھ اگلا لوں گا"۔۔۔۔۔ نواب دادا

نے اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد
فون کی گھنٹی بج اٹھی تو نواب دادا نے رسیور اٹھا لیا۔

"نہیں۔ نواب دادا بول رہا ہوں"۔۔۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔
"جانناز بول رہا ہوں دادا۔ پوائنٹ الیون سے ہی آپ کو فون

کر رہا ہوں۔ آپ کے حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے اور ریڈ روز کلب
کے سپروائزر مایرٹ کو بے ہوش کر کے یہاں پہنچا دیا ہے اور ساگو

نے وصول کر لیا ہے۔ نیچے۔ ساگو سے بات کریں"۔۔۔۔۔ دوسری
طرف سے کہا گیا۔

"نہیں دادا۔ بے ہوش آدمی میری تحویل میں ہے۔ جیسے آپ نے حکم دیا ہے ویسے ہی ہوگا۔"۔۔۔ ساگو کی آواز سنائی دی۔
 "جانناڑ سے بات کراؤ۔"۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔
 "نہیں دادا۔ حکم۔"۔۔۔ جانناڑ کی انتہائی مودبانہ آواز سنائی دی۔
 "رپورٹ کو تم نے کہاں بے ہوش کیا اور کس طرح؟"۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔

"میں راستے کے آغاز میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ میری جیب میں بے ہوش کر دینے والی گیس کا پمپل موجود تھا۔ وہاں موجود سلیخ اٹراؤ کو میں نے اندر بھجوا دیا۔ پھر رپورٹ اندر داخل ہوا۔ میں نے اسے خوش آمدید کہا اور اسے بتایا کہ نواب دادا نے مجھے یہاں تمہارے استقبال کے لئے بھیجا ہے۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ میں نے جیب سے گیس پمپل نکال کر ایک کپسول اس کے پیروں میں فرش پر مار دیا اور خود سانس روک لیا۔ چند لمحوں بعد گیس کے اثرات ختم ہو گئے تو میں نے اسے اٹھا کر کاندھے پر لا دیا اور غلطی سے راستے سے کنارے میں ڈال کر یہاں لے آیا۔"۔۔۔ جانناڑ نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ تم اب واپس چلے جاؤ۔"۔۔۔ نواب دادا نے کہا اور دسیور رکھ دیا اور پھر اٹھ کر آفس سے باہر نکال گیا۔ کچھ دیر بعد اس کی کار پوائنٹ الیون کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ پوائنٹ الیون اڑے سے زیادہ دور نہ تھا۔ آبادی سے ہٹ کر ایک چھوٹا سا مکان

تھا جسے انہوں نے ٹارچنگ سیل بنا رکھا تھا جہاں راؤز والی کرسیاں بھی تھیں اور ٹارچنگ کے تمام آلات بھی جن میں پڈیوں میں ڈرل کرنے والے ڈرلر بھی تھے۔ نواب دادا بے حد اذیت پسند واقع ہوا تھا۔ دوسروں کو اذیت دے کر اسے سکون ملتا تھا۔ ٹارچنگ روم سائٹ پر رکھ دیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار مکان کے بند دروازے کے سامنے جا کر رک گئی۔ نواب دادا نے مخصوص انداز میں ہارن دیا تو گیت کھل گیا۔ نواب دادا کار اندر لے گیا اور ایک سائٹ پر لے جا کر روک دی۔ پھر وہ نیچے اترا تو دیو جیسی جسامت کا مالک سا گو دھم دھم کرتا کار کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا چہرہ بڑا ضرور تھا لیکن خاصا لمبوتر تھا۔ اس کے چہرے کو دیکھ کر ایسا احساس ہوتا تھا کہ ایسے بھاری جسم پر ایسا چہرہ کٹ نہیں بیٹھا۔ ساگو پوائنٹ الیون کا انچارج تھا اور وہ چوبیس گھنٹے یہاں رہتا تھا۔ وہ بے تحاشہ شراب پینے کا عادی تھا اس لئے اس نے شراب کے باقاعدہ ڈرم رکھے ہوئے تھے اور ہر او ایک مخصوص آدمی اسے شراب سے بھرے نئے ڈرم دے جاتا تھا اور خالی ڈرم واپس لے جاتا تھا۔ نواب دادا کو ساگو بے حد پسند تھا کیونکہ وہ بھی بے حد سفاک فطرت آدمی تھا اور کسی انسان کو جان سے مارنے ہوتے اس کے چہرے پر مسکراہٹ ہوتی تھی جیسے وہ انتہائی لطف لے رہا ہو۔
 "کیا پوزیشن ہے اس آدمی کی ساگو؟"۔۔۔ ساگو کے سلام کا جواب دیتے ہوئے نواب دادا نے پوچھا۔

"دادا۔ وہ بدستور ہے ہوش ہے۔ میں نے اسے آپ کے غم کے مطابق رازوں میں جکڑ دیا ہے۔" ساگو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیا تم اسے جانتے ہو؟" نواب دادا نے بلیک روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ساگو اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

"نہیں دادا۔ یہ آپ کے بچپن کا دوست ہے اور اڈے پر بھی کی بار اس سے ملاقات ہو چکی ہے۔" ساگو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس نے مجھ سے رقم کی لاٹھی میں قمار کی ہے۔ اس نے ہمارے دشمنوں سے رقم لے کر انہیں الے کے ہارے میں تقصیل بتائی ہے اور مجھے فون کر کے چکر دے رہا تھا کہ میں نے دس لاکھ کی رقم ٹھکرا دی ہے حالانکہ میں اسے بچپن سے جانتا ہوں اس لئے مجھے معلوم ہے کہ یہ کس وقت جھوٹ بول رہا ہے اور کس وقت سچ۔ ویسے بھی یہ بے حد لالچی آدمی ہے اس لئے دس لاکھ تو ایک طرف ایک ہزار کے لئے بھی یہ بہت کچھ بنا سکتا ہے۔" نواب دادا نے بلیک روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"پھر یہ ابھی تک کیوں زندہ ہے دادا۔ مجھے حکم دیں میں اس کی ایک ایک ہڈی توڑ کر اس کا خاتمہ کر دوں۔" ساگو نے ہاتھ پر ہاتھ بٹھارہ لیتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔ ابھی نہیں۔ پہلے میں بھی اس سے بات کر لوں کہ اس

کے دشمنوں کو کیا کیا بتایا ہے۔ اس کے بعد اس کا خاتمہ ہو گا۔" نواب دادا نے کہا۔ کمرے میں سامنے کے ساتھ ایک اونچی سلٹیج بین ہوئی تھی جس پر دس رازوں والی دیوار کے ساتھ لگا کر رکھی گئی تھیں۔ یہ کرسیاں دیوار پر سوئچ بورڈ پر موجود دس بیٹنوں سے آپریٹ ہوتی تھیں۔ ان کرسیوں کے سامنے نیچے اونچی پشت کی شاہانہ انداز کی کرسی موجود تھی جس پر شاہانہ کرسی کے دونوں اطراف میں ایک ایک عام کرسی رکھی ہوئی تھیں۔ یہ شاہانہ کرسی نواب دادا کے بیٹھنے کے لئے تھی۔

نواب دادا اس شاہانہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میں ہوش میں لے آؤ اور کوزا بھی اٹھا لاؤ۔" نواب دادا نے حکیمانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں دادا۔" ساگو نے کہا اور ایک طرف موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھول کر ایک بوجل نکالی اور الماری بند کر دی اور ساتھ ہی دیوار پر لگے ہوئے تلفن سائز اور انداز کے بورڈوں میں سے ایک انبارا اور اسے ہوا میں پھینکا کر وہ مڑا اور بائیں آکر وہ سلٹیج پر چڑھ گیا۔ اس نے کوزے کو اپنی کمر پر موجود بوجل میں ڈال دیا اور پھر بوجل کا ڈھکن ہٹا کر اس نے بوجل کا دہانہ رابرٹ کی ٹاک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوجل ہٹائی اور پھر اسے بند کر کے وہ مڑا اور ایک بار پھر الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے بوجل واپس الماری میں رکھی اور الماری بند کر کے اس

نے کوڑے کو ٹیٹ سے نکال کر ہاتھ میں پکڑا اور واہنیں آ کر فوٹو
دادا کی کرسی کے ساتھ موجود کرسی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"اوپر جا کر اس کے قریب سائیڈ میں کوڑا لے کر کھڑے ہو جاؤ
اور میں جیسے ہی قسم دوں تم نے اس پر کوڑے برسائے۔ یہ جھوٹ
خیال رکھنا اسے میرے حکم کے بغیر مرنے بھی نہیں چاہیے۔"
دادا نے تھکسانہ لہجے میں کہا۔

"لیں دادا۔۔۔ ساگو نے کہا اور سٹیج پر دوبارہ چڑھ گیا اور
راہٹ کی کرسی کی سائیڈ میں کسی دیو کی طرح کھڑا ہو گیا۔ راہٹ
کے جسم میں حرکت کے آثار خاصی حد تک نمایاں ہو چکے تھے۔
اس وقت ٹیم بے ہوشی سے ہوش میں آنے کے پرہیز سے باز رہ
تھا۔ پھر اس کے جسم نے ایک جھٹکا کھنایا اور اس کے ساتھ ہی وہ
سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں کھل گئی تھیں اور ان میں شور
کی ہلک سی آواز آئی تھی۔

"یہ۔ یہ کیا مطلب۔ یہ میں کہاں ہوں۔ اور۔ اور تم تو نواب
دادا ہو۔ یہ سب کیا ہے نواب دادا۔۔۔ راہٹ نے اچانک
بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"جب چڑیا ہانڈ کو پکڑ دینے کی کوشش کرے تو اس کا بیج
بے اور ابھی تو ابتداء ہے۔ ہاں اگر تم نے سب کچھ سچ بول دیا
پھر تمہیں چھوڑا جا سکتا ہے کیونکہ تم میرے بچپن کے دوست ہو۔"
نواب دادا نے کہا۔

"میں نے کون سا جھوٹ بولا ہے۔ میں نے تو جو کچھ تمہیں بتایا
ہے۔ جھوٹے تحفظ کے لئے بتایا ہے۔۔۔ راہٹ نے کہا۔ وہ
ہر ذی جسم کا مالک تھا۔

"ساگو۔ ایک کوڑا لیکن ہلکا سا۔۔۔ نواب دادا نے کہا تو
نواب کی آواز کے ساتھ کوڑا راہٹ کے جسم پر پڑا اور کمرہ اس
کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ کوڑے کی ضرب نے
راہٹ کے جسم کو زخمی کر دیا تھا۔ اس کا لباس بھی اس جگہ سے
پھٹ گیا تھا جہاں کوڑا لگا تھا۔ اس کا چہرہ مسخ ہو گیا تھا اور تکلیف کی
شدت سے راز میں جکڑے ہونے کے باوجود وہ اس طرح ترپنے
لگا جیسے دھبہ ہوتی ہوئی بکری پھڑکتی ہے۔

"اب اگر جھوٹ بولا تو میں اٹھ کر چلا جاؤں گا اور ساگو کا ہاتھ
مسلح حرکت میں رہے گا۔۔۔ نواب دادا نے غراتے ہوئے لہجے
میں کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ میں نے اسے سب کچھ بتا دیا ہے اس نے مجھے
دس لاکھ دیئے تو میں نے اسے بتا دیا۔ تم مجھے مار دو گے تو مار دو
لیکن اب میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔۔۔ راہٹ نے حلق کے بل
چیتے ہوئے کہا۔

"اگر تم سچ بولو گے تو میں تمہیں رہا بھی کر سکتا ہوں کیونکہ تم
میرے بچپن کے دوست ہو لیکن مجھے جھوٹ سے نفرت ہے۔ بولو
سب کچھ سچ بتا دو۔ کون آدمی تھا وہ اور کیا بتایا ہے تم نے

اسے۔۔۔ لوہاں داوا نے اس پار قعرے نرم لہجے میں کہا۔

”اس کا نام ٹائگر ہے۔ وہ میرے پاس دارالحکومت کے کراؤں
کلب کے پتھر کے درپے آیا تھا۔ مجھے رقم کی ضرورت تھی اس لئے
میں نے اسے اڈے کی تفصیل بتا دی۔ اسے یہ بھی بتا دیا کہ اڈے
کے کتنے راستے ہیں اور ان میں سے کتنے راستے بند ہیں اور کتنے
کھلے ہیں۔ میں نے اسے اڈے کے خصوصی تہہ خانے کی تفصیل بھی
بتا دی جہاں اغوا شدہ عورتیں رکھی جاتی ہیں اور جہاں اسلحہ اور
ملشیات شور کی جاتی ہیں سب کچھ بتا دیا۔ میں نے اسے یہ بھی بتا
دیا کہ تم اڈے کے دادا ہو۔ تمہارا علیہ اور قد و قامت کے بارے
میں بھی بتا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ اڈے پر عام طور پر کتنے افراد
ہوتے ہیں سب کچھ بتا دیا۔ پس مجھ سے غلطی ہو گئی کہ میں نے
تمہیں فون کر کے الرٹ کر دیا“..... رابرٹ نے تیز تیز لہجہ میں
بولتے ہوئے کہا۔

”اس ٹائیکر کا کیا علیہ ہے“..... ثواب دادا نے کہا تو مابرت نے تفصیل سے علیہ اور مزید پوچھنے پر اس کے قدمقامت کی تفصیل بھی بتا دی۔

”تم نے پوچھا کہ دارالحکومت میں وہ کہاں رہتا ہے“۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔

”نہیں۔ اس نے مجھے ایسی باتیں پوچھنے کا موقع ہی نہیں دیا۔“..... راہبٹ نے کہا۔

[illegible]

اور سنائی دی۔
”لو اب وارا بول رہا ہوں“..... لو اب داوا نے رابطہ قائم ہونے
کا ایک ہاتھ سے رسیور کاٹنے سے لگاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی
دوسرے ہاتھ سے شراب کی بوتل اٹھائی اور اسے اس طرح منہ سے
نکالیا جیسے صدیوں بعد اسے ایسا کرنے کا قسمت سے موقع مل گیا
ہو اور وہ یہ موقع ضائع نہ کرنا چاہتا ہو۔

”اوہ۔ آپ دادا۔ میں شیر دل بول رہا ہوں۔۔۔۔۔“ دوسری طرف سے ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔

”شیر دل۔ سنا ہے روپڑ میں تمہارا چینگ کا دست تیرا موجود ہے۔ کیا واقعی ہی ایسا ہے یا صرف پروپیگنڈا ہے۔“

دادا نے بڑے گھونٹ حلق سے لیچے اٹارنے کے بعد بوسہ کوڑھ سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

”آپ درست کہہ رہے ہیں دادا۔ آپ حکم فرمائیں پھر دیکھیں ہم کس قدر جلد آپ کا کام کر دیں گے“..... دوسری طرف سے بڑے دل کی پناہ اور آواز سنا کی دی۔

[illegible]

197

ہیں تاخیر کو میں جانتا ہوں۔ یہ دارالحکومت کی اشد درد لہو میں
ہے۔ بے حد تیز، فعال اور خطرناک آدمی سمجھا جاتا ہے اور
ایکٹ سروس کے لئے کام کرنے والے ایک ایکٹ عمران کا
ہی ہے۔ اس کا اور دونوں صوبوں کا کیا کرنا ہے۔ حکم
..... شیر دل نے کہا۔

..... شیر دل نے کہا۔
 میں تم انہیں تلاش کر لوں گا۔۔۔۔۔ نواب دارا نے کہا۔ وہ ساتھ
 شراب بھی پیتا جا رہا تھا اور جیسے جیسے وہ شراب پیتا جا رہا تھا
 اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھرتے جا رہے تھے۔
 وہ اس سے دو تین بار ملا ہوں اور یہ جیسی تو لاکھوں میں بھی
 ملاؤں ہوں گے اس لئے ان کو تلاش کرنا میرے لئے کوئی مشکل
 نہیں ہے۔ بس آپ حکم دیں کہ تلاش کرنے کے بعد ان کا کیا کرنا
 ہے۔۔۔۔۔ شیر دل نے کہا۔

”..... شیر دل نے کہا۔
 ”انہیں دیکھتے ہی گولی مار دیتا۔ ایک گولی نہیں اس قدر گولیاں
 کہ ان کے جسم شہد کی کھوپڑیوں کا مجمعہ نظر آتیں۔ پھر ان کی چھاتی
 جھڑ لاشیں میرے اڑے پر پہنچا دیتا۔ چھپیں تمہارا منہ ماتا معاوضہ
 دیا جائے گا اور مزید انتقام بھی“..... نواب دادا نے کہا۔
 ”جناب گولی مارنے والا کام میرے آدمی نہیں کر سکتے کیونکہ
 انہوں نے آج تک کسی تک نہ ماری ہوگی۔ پہلے بھی ایک ہار ایسا
 مسئلہ بن گیا تھا لیکن سب نے انکار کر دیا تھا البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ
 ان تینوں کو گھیس سے بے ہوش کر کے آپ کے اڑے پر پہنچا دیا

جائے اور آپ انہیں آسانی سے گولیاں مار سکتے ہیں۔“
نے عظمت بھرے لہجے میں کہا تو نواب دادا اس پر
”نام تو تمہارا شیر دل ہے اور تم کسی کو گولی تک نہیں
سکتے۔“۔۔۔۔۔ نواب دادا نے جیسے ہوئے کہا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں دادا۔ یہ بڑے دل گردے کا پر
ہے جو آپ ہی کر سکتے ہیں۔“۔۔۔۔۔ شیر دل نے شرمندہ سے لہجے میں
جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ تم نے اچھا کیا کہ صاف گوئی سے کام لیا ہے۔ تم نے
میرا پوائنٹ ایون تو دیکھا ہوگا۔“۔۔۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔

”وہی پوائنٹ جس کا انچارج ساگو ہے۔“۔۔۔۔۔ شیر دل نے کہا۔
”ہاں وہی۔ تم ان تینوں کو بے ہوش کر کے میرے اڈے کی
بجائے پوائنٹ ایون پر پہنچا دیتا۔ میں ساگو کو احکامات دے دیتا
ہوں۔“۔۔۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔

”لیس دادا۔ حکم کی تعمیل ہوگی۔“۔۔۔۔۔ شیر دل نے جواب دیتے
ہوئے کہا۔

”اندازاً کب تک یہ کام ہو جائے گا۔“۔۔۔۔۔ نواب دادا نے
پوچھا۔

”اگر یہ لوگ روپڑ شہر میں موجود ہیں تو چند گھنٹوں میں انہیں
حلاش کر لیا جائے گا اور اگر روپڑ کی بجائے کسی اور علاقے میں ہیں
تو روپڑ آنے پر ہی انہیں چیک کیا جاسکتا ہے۔ اب یہ لن کے

کے پر منحصر ہے کہ وہ کب روپڑ شہر میں داخل ہوتے ہیں۔ یہاں
میرے تین سو آدمی کام کرتے ہیں اور ان کا آپس میں رابطہ رہتا
ہے۔ آپ بے فکر رہیں اب سے میرے آدمی یہاں کام کریں گے
اور ہماری کوشش ہوگی کہ جلد از جلد آپ کا کام مکمل کر لیں۔“۔۔۔۔۔ شیر
دل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اب مکمل کر معاوضہ بھی بتا دو۔“۔۔۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔

”دادا۔ میں آپ کا پرستار ہوں۔ آپ میرے آئیڈیل ہیں اس
لئے آپ کا کام کر کے مجھے خوش ہوگی۔ آپ کی جو مرضی ہو
معاوضہ بھجوا دیں مجھے قبول ہوگا۔“۔۔۔۔۔ شیر دل نے جواب دیا۔
”ٹھیک ہے۔ میں تمہیں دس لاکھ روپے بھجوا دوں گا۔ اوکے گڈ

ٹائی۔“۔۔۔۔۔ نواب دادا نے کہا اور دستدر رکھ دیا۔ شراب کی بوتل وہ
اس دوران خالی کر چکا تھا۔ اس نے میرے موجود گھنٹی بجائی تو چند
لھوں بعد ساگو اندر داخل ہوا۔

”شراب کا شکریہ ساگو۔ تم نے بروقت شراب دے کر میرا سوا
بحال کر دیا۔ بہر حال رابرٹ کی لاش بچانے کے بعد تم نے مستقل
یہیں رہنا ہے۔ چیکنگ کرنے والے شیر دل کو تم جانتے ہو۔“۔۔۔۔۔
نواب دادا نے کہا۔

”جی ہاں دادا بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہاں آپ کے
پاس آنے سے پہلے میں کئی سالوں تک شیر دل کا ہاڑی گارڈ رہا
ہوں۔ مگر شیر دل بیرون ملک چلا گیا تو میں آپ کے پاس آ

”کیا“..... ساگو نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تو اب غور سے میری بات سنو۔ ہمارے خائف گروپ کے تین افراد جن میں سے ایک رابرٹ سے ملا تھا میرے اہلے کو ہلاک کرنے اور ہم سب کو ہلاک کرنے کے لئے روپوش شہر میں موجود ہیں میں نے شیر دل کو ان تینوں کو چلیے اور قہر و قامت کی تفصیل بتا دی ہے۔ وہ ان تینوں کو بے ہوش کر کے یہاں لا کر تمہارے حوالے کر دے گا۔ تم نے ان تینوں کو اس بے ہوشی کے عالم میں راولد والی کمریوں میں جکڑ دینا اور پھر فوری طور پر مجھے اطلاع دینا اور میرے آنے تک انہیں بے ہوش ہی رہنا چاہئے“..... لو اب دادا نے کہا۔

”حکم کی تعمیل ہو گی دادا“..... ساگو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو لو اب دادا نے اٹھ کر ساگو کے کاندھے پر چھکی دی اور کمرے سے نکل کر اس طرف چل پڑا جہاں اس کی کار موجود تھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار پرائیٹ الیون سے نکل کر واپس الے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی اور اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔ اپنے طور پر اس نے سٹیک بکرز کے خاتے کا فول پروف منصوبہ نہ صرف بنالیا تھا بلکہ اس پر عمل درآمد بھی کر دیا تھا۔

عمران نے کار والا سا ہونٹ کی پارکنگ میں روکی۔ اس ہونٹ کی تیسری منزل پر ٹائیگر کا مستقل کمرہ نمبر تین سو دس تھا اور ٹائیگر کے دوست آرملڈ نے اسے فون پر بتایا تھا کہ کسی بڑی پارٹی نے ٹائیگر کی ہلاکت کے لئے تین مشہور پیشہ ور قاتلوں کو آمیج کیا ہے۔ جن میں سے ایک قاتل جس کا نام جانسن ہے اس نے مستقل طور پر لاہور ہونٹ کی تیسری منزل پر کمرہ نمبر تین سو اٹھارہ تک کرایہ ہے جس میں اس نے مستقل ڈیرہ ڈال لیا ہے۔ دونوں کمروں کے دروازے ایک دوسرے کے آگے سامنے ہیں اور جانسن بھینا رات کو دروازے کے چابی والے سوراخ سے ٹائیگر کی آمد کو چیک کرتا رہتا ہوگا کیونکہ ٹائیگر کی عادت تھی کہ وہ رات کو دیر سے سونے کے لئے جاتا تھا۔ عمران چونکہ کئی بار ٹائیگر کے کمرے میں آچکا تھا اس لئے اسے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ساری رات جانسن نے ٹائیگر کی آمد کو چیک کیا ہوگا اور ساتھ ساتھ

پیشہ ور کالموں کی مشترکہ عادت کے مطابق وہ مسلسل شراب پی رہا ہو گا اس لئے اس وقت وہ اپنے کمرے میں دھت پڑا ہوا تھا۔ عمران لفت کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچ گیا۔ وہاں واقعی نمبر تین سو دس اور افشارہ کے دروازے ایک دوسرے کے آگے سامنے تھے۔ اس وقت چونکہ کام کا وقت تھا اس لئے راہداری میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ تقریباً تمام کمرے لاکھڑے تھے۔ عمران کمرہ نمبر تین سو افشارہ سے آگے بڑھ گیا تاکہ اگر جانسن جاگ رہا ہو تو وہ قدموں کی آواز اپنے کمرے کے دروازے کے سامنے رکھتے سن کر بھیجا چونکہ پڑے گا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پیشہ ور قاتل کام کے دوران کس قدر حساس ہو جاتے ہیں اس لئے وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ اس نے جیب سے گیس پمپ نکالا اور پھر بلبوں کے بل چلتا ہوا واپس تین سو افشارہ نمبر کمرے کے دروازے پر پہنچا اور اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن راہداری میں کوئی موجود نہ تھا۔ عمران نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے گیس پمپ کی نال کا دہانہ چابی والے سوراخ کے اوپر رکھ کر ٹنگر دبا دیا۔ پھوٹا سا کپسول اندر فرش پر گر کر پھٹا اور چٹاخ کی ہلکی سی آواز بھی عمران کو سنائی تو اس نے پمپ واپس جیب میں ڈالا اور آگے بڑھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ جو پیشگی گیس اس نے اندر فائر کی ہے وہ انتہائی زود اثر بھی ہے اور بند کمرہ ہونے کے باوجود بہت کم وقت میں لٹا میں غائب ہو جاتے گی۔ عمران راہداری کے آخری سرے سے واپس مڑا اور اس نے جیب

میں بائیں کی نکال کر ہاتھ میں دہا لی۔ چند لمحوں وہ دوبارہ جانسن کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازے کے باہر نیم پلیٹ پر جانسن کا نام وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ اس لئے وہ مطمئن تھا کہ رابطہ نے اسے لٹا نہیں بتایا تھا اور جانسن واقعی یہاں موجود ہے۔ اس نے کی ہول میں بائیں کی نکال کر واپس آگے تیزی سے اور مخصوص انداز میں دائیں بائیں گھمنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد کٹاک کی جیز آواز سنائی دی تو عمران نے چابی نکال کر واپس جیب میں ڈالی اور پمپ نکال کر اس نے دروازہ کھول دیا۔ چند لمحوں تک دروازہ کھولے رکھنے کے بعد وہ اندر داخل ہوا اور اس نے دروازہ بند کر دیا۔ کمرے میں ہلکی پاؤں کی لائٹ جل رہی تھی اور ایک دیوار پتلا لیکن ورزشی جسم کا آدمی بیڈ پر پڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ بیڈ کے نیچے شراب کی دو بڑی خالی بوتلیں پڑی تھیں۔ ایک طرف کاندھے سے لٹکانے والا بڑا بیگ پڑا تھا۔ عمران نے آگے بڑھ کر بیگ کھولا اور اندر موجود سامان نکال کر باہر میز پر رکھ دیا۔ اس میں پرس کے ساتھ ساتھ چابیوں کا گچھا بھی تھا جس میں بائیں کی بھی موجود تھی۔ بیگ میں ایک گیس پمپ اور ایک ساکٹسنگ گنا جدید ترین مشین پمپ بھی موجود تھا۔ اس بیگ کے ایک خفیہ خانے میں سے اسے موجودہ سال کی ڈائری مل گئی۔ ڈائری میں تاریخ اور آگے نام اور اس سے آگے نقش کا لفظ لکھا ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ جانسن جسے ہلاک کرنا تھا اس کا نام اور تاریخ لکھ لیا کرتا تھا۔ آخری

اندراج دو ماہ پہلے کا تھا اور شکار کا نام پادری تھا۔ چونکہ ابھی تاہنگر اس کا شکار نہیں ہوا تھا اس لئے جانسن نے اس کا نام ڈائری میں درج نہ کیا تھا۔ عمران نے ڈائری کو واپس بیگ میں ڈالا اور اس نے ایک کھڑکی پر پڑا پردہ اتارا اور اسے دی کے انداز میں بٹ کر اس نے بے ہوش پڑے جانسن کو اٹھا کر ایک کرسی پر ڈالا اور پھر پردے کی بنی ہوئی دی سے اسے اس انداز میں ہاتھ دیا کہ وہ کسی صورت اسے کھول نہ سکے۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کی ناک اور منہ بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب جانسن کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے لگے تو عمران نے ہاتھ ہٹائے اور سامنے موجود دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس ہوٹل کے تمام کمرے گھڑی دھڑ ہیں اس لئے انہیں ساؤنڈ پردف بنایا گیا تھا اور کمروں میں ہر قسم کی سہولت بھی مہیا کی گئی تھی۔ ویسے تو اس کے پاس جانسن کا سائیکلٹر کا مشین پمپ بھی موجود تھا لیکن عمران اس وقت خالی ہاتھ بیٹھا ہوا تھا۔ چند لمحوں بعد جانسن نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور اس کے جسم نے جھٹکا سا کھایا اور اس جھٹکے سے اس کی آنکھوں میں چمائی ہوئی دھند غائب ہو گئی اور اس کی جگہ شعور کی چمک ابھر آئی۔ جانسن نے شعور میں آتے ہی پہلے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے عمران پر جم گئیں۔

"یہ سب کیا ہے۔ تم نے میرے کمرے میں گھس کر مجھے کیوں

رکھا ہے۔ کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟"۔ جانسن نے بڑے برکت سے لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔
"تمہاری ڈائری کے مطابق تم اب تک چالیس افراد کی جانیں لے چکے ہو۔ ایسے آدمی کے اعصاب اتنے ہی مضبوط ہوتے چاہیں جتنے تمہارے ہیں۔ میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ تاہنگر دارا حکومت میں موجود نہیں ہے اور کچھ دنوں تک اس کی واپسی کی بھی امید نہیں ہے۔ تم مین بگر ہو۔ وہ سٹیک بگرز کے ساتھ سٹیکس کے سروں کو کھانے کا کام کر رہا ہے۔"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو؟"۔ جانسن نے ایک بار پھر سخت لہجے میں کہا۔ اس کا لہجہ تو ایک طرف اس کے چہرے پر بھی خوف کے تاثرات موجود نہیں تھے۔

"میں اپنا تعارف کرا دیتا ہوں۔ میں علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہوں اور تاہنگر میرا شاگرد ہے۔"۔ عمران نے کہا تو جانسن نے بے اختیار اچھلنے کی کوشش کی لیکن بندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔

"شاگرد۔ کیا مطلب۔ کیا تم نے کوئی سکول یا کالج سکھلا ہوا ہے؟"۔ جانسن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران اس کی بات من کر بے اختیار ہنس پڑا کیونکہ عمران نے اپنے تعارف میں یہی چوڑی ڈگریاں بھی گنوائی تھیں اور ساتھ ہی تاہنگر کو اپنا شاگرد بھی بتایا تھا اس لئے جانسن نے سکول اور کالج کی بات کی تھی۔

"جائسن۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ دو اور پیشہ ورانہ بھی ٹائیگر کے خکار کے لئے ہار کے گئے ہیں۔ وہ دونوں تو اسے شہر میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں جبکہ تم نے ٹائیگر کے رہائش گھر کے سامنے کمرہ لے کر ڈیرہ بنالیا ہوا ہے۔ اب اگر تم خود موت سے بچنا چاہتے ہو تو میرے صرف ایک سوال کا جواب دے دو اور یہ بات سن لو کہ مجھے معلوم ہے کہ کچ کیا ہے اس لئے اگر تم نے کچ بول دیا تو تمہارے ساتھ رعایت کی جاسکتی ہے ورنہ تمہاری لاش ہی اس کمرے سے باہر جائے گی۔ صرف یہ بتا دو کہ ٹائیگر کو قلعش کرانے والی پارٹی کون ہے؟"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"جب تمہیں معلوم ہے تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟"۔۔۔۔۔ جائسن نے کہا۔

"اوکے۔ تمہاری مرضی اگر تم نے مرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو پھر میں تمہاری یہ خواہش پوری کر دیتا ہوں"۔۔۔۔۔ عمران نے جیب سے سائمنسر کا مشین پائل نکال لیا۔

"یہ تو میرا مشین پائل ہے۔ یہ تم نے کہاں سے اٹھایا ہے؟"۔۔۔۔۔ جائسن نے یکتا پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"ویسے تو اس ہونٹ کا ہر کمرہ ساؤنڈ پر دف ہے لیکن چونکہ تم نے اس پائل پر خاصی ہماری رقم خرچ کی ہوگی۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہ تمہارے کام آجائے"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مشین پائل کا رخ سامنے کری پر بندھے

جائسن کی طرف کر دیا۔ عمران کے چہرے پر یکتا پیچھے ہٹنے کے تاثرات ابھرتے تو جائسن کے چہرے پر پہلی بار کے تاثرات ابھرتے۔ اس کی آنکھوں سے بھی خوف نکلنے

"بتا دو۔ بتانا ہوں مت بارو مجھے"۔۔۔۔۔ جائسن نے خوفزدہ

صوت میں چیختے ہوئے کہا۔

"بھولتے رہو لیکن یاد رکھو جو کچھ بتاؤ گے اسے کفرم بھی کرائے گا"۔۔۔۔۔ عمران نے اسی طرح سخت لہجے میں کہا۔

"وہ پارٹی آغا جبار ہے جو دارالحکومت میں رہتا ہے۔ قوی پہلی کا دو بار نمبر بھی رہا ہے۔ بہت بڑا جاگیردار اور پاکیشیا میں سٹڈ کے بزنس کا آئی کون ہے یعنی سب سے بڑا بزنس مین"۔۔۔۔۔ جائسن نے تیز لہجے میں بولتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن اسے کفرم کراؤ"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"کیسے۔ کیا مطلب میں کچ کہہ رہا ہوں؟"۔۔۔۔۔ جائسن نے کہا۔

"جسپیں اس کا فون نمبر تو معلوم ہوگا۔ وہ بتاؤ میں تمہارے فون سے اسے کال کر کے رسیور تمہارے کان سے لگا دوں گا۔ تم اس سے جو مرضی آئے بات کرو لیکن یہ کفرم ہونا چاہئے کہ تمہیں ٹائیگر کو ہلاک کرنے کا ٹاسک اس نے دیا ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ملاؤ نمبر"۔۔۔۔۔ جائسن نے کہا تو عمران نے سائمنس ہٹائی پر موجود فون کا مخصوص بٹن دبا کر اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر

جانسن نمبر بول گیا اور عمران وہ نمبر پر لیس کرتا گیا۔ "خیر میں عمران نے لاؤڈر کا بٹن بھی پر لیس کر دیا تو دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

"لیس۔ پی اے نو آغا جبار۔۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ عمران نے رسیور جانسن کے کان سے لگا دیا تو لاؤڈر کی وجہ سے دوسری طرف کی آواز اسے بھی سنائی دے لگی تھی۔

"میرا نام جانسن ہے اور مجھے آغا جبار نے ایک ٹاسک دیا ہے اور میں اس سلسلے میں آغا جبار صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔۔ جانسن نے کہا۔

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟۔۔۔۔۔۔ پی اے نے کہا۔
"دارالحکومت سے۔ تم بات کراؤ فضول باتیں مت کرو۔
جانسن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہولڈ کریں۔۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔
"لیس۔ آغا جبار بول رہا ہوں۔۔۔۔۔۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"جانسن بول رہا ہوں آغا صاحب۔۔۔۔۔۔ جانسن نے کہا۔
"ہاں بولو کیا رپورٹ ہے۔ کیا تمہارا شمار ختم ہو گیا یا نہیں۔
دوسری طرف سے آغا جبار نے کہا۔

"جب سے آپ نے مجھے اس ٹائیگر کولنٹس کرنے کا ٹاسک دیا۔

جے جب سے میں ہوئی اسکا میں ٹائیگر کے کمرے کے سامنے کھانے کمرے میں موجود ہوں لیکن ٹائیگر سرے سے یہاں آیا ہی نہیں۔ میں ساری رات جاگ کر اس کا انتظار کرتا رہتا ہوں۔ اب میں تھک گیا ہوں اس لئے میں ہوئی چھوڑ کر واپس جا رہا ہوں۔
پھر آدھی ٹائیگر کو تلاش کرتے رہیں گے۔ جیسے ہی کوئی اطلاع ملی میں ٹاسک مکمل کر دوں گا۔۔۔۔۔۔ جانسن نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ باقی دو کی طرف سے بھی یہی رپورٹیں مل رہی ہیں کہ ٹائیگر دارالحکومت میں کہیں نظر نہیں آ رہا۔ بہر حال تم نے ٹاسک مکمل کرنا ہے۔۔۔۔۔۔ آغا جبار نے کہا۔
"وہ تو ظاہر ہے کرتا ہے۔۔۔۔۔۔ جانسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔۔۔۔۔۔ آغا جبار نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور واپس کر ڈیل پر رکھ دیا۔
"اوکے۔ میں اب جا رہا ہوں لیکن کیا تم بتا سکتے ہو کہ باقی دو قاتل کون ہیں جنہیں آغا جبار نے ہار کیا ہے؟۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"نہیں۔ اس نے نام نہیں بتائے اور دارالحکومت میں بے شمار پیشہ ور قاتل ہیں۔۔۔۔۔۔ جانسن نے جواب دیا اور عمران اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔

"میں جانتا ہوں۔ تم صرف کنفرم کر دو کہ یہ واقعی پیشہ ور قاتل ہیں۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں بتاؤ۔ میں تقریباً سب کو جانتا ہوں کیونکہ میں اس وقت سب سے سیخڑ ہوں۔"۔۔۔۔۔ جاسن نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا تو عمران اس کی سینارٹی پر بے اختیار ہنس پڑا۔

"ایک کا نام انتھونی بتایا گیا ہے جسے سیریل بکھر بھی کہتے ہیں اور دوسرے کا نام وولف ہے۔"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہاں یہ دونوں طویل عمر سے یہ پیشہ اپنائے ہوئے ہیں۔"۔۔۔۔۔ جاسن نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ان کے اڈے کہاں ہیں۔"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"انتھونی تو ریڈ لائن ہوٹل میں اگتا بیٹھتا ہے اور وہیں رہتا بھی ہے جبکہ وولف چراغ کے ہوٹل میں اگتا بیٹھتا ہے۔"۔۔۔۔۔ جاسن نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

"چراغ کا ہوٹل کہاں ہے۔"۔۔۔۔۔ عمران نے چونک کر کہا کیونکہ یہ نام اس نے پہلے بار سنا تھا اور نام سے ہی ظاہر ہو رہا تھا کہ یہاں عام سا ہوٹل ہے جہاں لوگ چائے پیتے ہیں یا کھانے کے شوق میں وہاں جاتے ہیں۔

"دارالحکومت کے شمالی نواح میں ایک چھوٹا سا شہر ہے جس کا نام رحمت پورہ ہے۔ وہاں چراغ کا ہوٹل بے حد مشہور ہے۔ وہاں مقامی شراب، ہر قسم کی منشیات اور عورتیں تک آسانی سے مل جاتی ہیں اور کچھ چراغ کا رعب اور کچھ رشوت اس لئے وہاں پولیس کبھی نظر نہیں آتی۔ چراغ اس علاقے کا بہت بڑا بدعاش ہے۔ اس

چراغ کا اصل نام عاصم ہے لیکن اس کی فطرت اور لوگوں سے اس کی وجہ سے لوگوں نے اسے وولف یعنی بھیڑیا کہنا شروع کر دیا اور اب اس کا یہی نام مشہور ہو گیا ہے۔ ویسے یہ وولف، چراغ کے بڑے بھائی کا بیٹا اور چراغ کا بھتیجا ہے اس لئے وہ وہیں اگتا بیٹھتا ہے۔"۔۔۔۔۔ جاسن نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ تم کہہ رہے ہو کہ تم ان دونوں سے سیخڑ ہو تو کیا تم انکاروں کی تعداد کے لحاظ سے بھی سیخڑ ہو یا صرف عمر کے حساب سے اپنے آپ کو سیخڑ کہہ رہے ہو۔"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہمارے پیشے میں انکاروں کی تعداد سے سیخڑ جو نیئر سمجھا اور کہا جاتا ہے۔ میرے انکاروں کی تعداد چار سو سے زیادہ ہو گئی ہے اور وہ دونوں تین ساڑھے تین سو سے آگے نہیں بڑھ سکے۔"۔۔۔۔۔ جاسن نے بڑے قافرانہ لہجے میں کہا۔

"تو تم نے اب تک چار سو سے زیادہ بے گناہ انسانوں کو رقم کی خاطر ہلاک کر دیا ہے۔"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہاں۔ یہی تو ہمارا پیشہ ہے۔ قصائی بھی تو ایک پیشہ ہے وہ روزانہ کھریاں ذبح کرتا ہے۔"۔۔۔۔۔ جاسن نے ساتھ ہی بات تعدد وکیل دیتے ہوئے کہا۔

"تو تم اپنے انکاروں کو انسانوں کی بجائے کھریاں سمجھتے ہو۔"

عمران کا لہجہ یکسویت بدل گیا۔

"میں مثال دے رہا تھا۔"۔۔۔۔۔ عمران کا لہجہ بدلتے ہی جاسن

نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”سوری جاسن۔ میں تم جیسے قاتل کو معاف نہیں کر سکتا۔“
 عمران نے انتہائی مرد لہجے میں کہا اور ساتھ ہی جیب سے ہاتھ نکال کر
 تو اس کے ہاتھ میں جاسن کا سائیکلنگ گامشیں پہنل موجود تھا اور
 پھر اس سے پہلے کہ جاسن کوئی بات کرتا عمران نے ٹریگر دبا دیا تو
 سٹک سٹک کی آواز کے ساتھ ہی گولیاں جاسن کے سینے میں اترتی
 چلی گئیں اور چند لمحوں میں تڑپنے کے بعد اس کی گردن ڈھلک گئی اور
 آنکھیں بے نور ہو گئیں تو عمران نے سائیکلنگ گامشیں پہنل واپس
 جیب میں رکھا اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد
 اس کی کار ہوٹل الاسکا کی پارکنگ سے نکل کر ریڈ لائٹ کلب کی
 طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ویسے وہ اپنے آپ کو اس وقت آگیا
 محسوس کر رہا تھا کیونکہ ایسے موقعوں پر وہ جوزف یا جونا یا پھر ان
 دونوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا اور اس کا آدھا کام وہ اس کے آنے
 سے پہلے سرانجام دے چکے ہوتے تھے۔ اب اگر جوزف اور جونا
 اس کے ساتھ ہوتے تو وہ جاسن کو بے ہوش کر کے اٹھا کر رانا
 ہاؤس لے جاتا اور وہاں اطمینان سے پوچھ گچھ کرتا لیکن وہ دونوں
 سٹیکس کے خاتمے کے لئے دارالحکومت سے باہر گئے ہوئے تھے۔
 اس لئے وہ سارے کام خود اکیلا سرانجام دیتا پھر رہا تھا۔ ایسا وہ
 اس لئے کر رہا تھا کہ اسے ہائیگر کی بے خوفی کا علم تھا۔ اسے یہ بھی
 معلوم تھا کہ ہائیگر صرف اللہ پر بھروسہ رکھ کر بغیر کوئی حفاظتی انتظام

بغیر آجائے گا اور ان پیشہ ور قاتلوں کے ہاتھ آسانی سے
 بھی سکنا ہے اس لئے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ اس کے آنے
 سے پہلے ان تینوں پیشہ ور قاتلوں کا خاتمہ کر دے۔ پھر آگیا جبار پر
 ڈھلائے۔ لیکن وجہ تھی کہ جاسن کے خاتمے کے بعد اب وہ ریڈ
 لائٹ کلب جا رہا تھا جہاں جاسن کے مطابق سیریل ریکر کے طور
 پر مشہور انتہائی رہتا تھا۔ چراغ کا ہوٹل چونکہ دارالحکومت کے شمالی
 علاقے میں ملائے میں ایک اور شہر میں تھا اس لئے عمران نے پہلے
 انتہائی پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ریڈ لائٹ کلب اس کا دیکھا ہوا
 تھا اور وہ کئی بار وہاں آچکا تھا۔ گو اس کلب کی اصل رونق رات
 کے عروج پر ہوتی تھی لیکن دن کے وقت بھی لوگ یہاں آتے
 جاتے رہتے تھے۔ کلب کا مالک اور جنرل میجر سمجھتا تھا جواب اپنے
 آپ کو کارو سمجھتا تھا۔ عمران اس سے چونکہ سوپہ فیاض کے
 درجے سے ملا تھا۔ اس لئے وہ عمران کی عزت کرتا تھا اور جب
 سے اسے معلوم ہوا تھا کہ عمران سر عبدالرحمن کا اکلوتا بیٹا ہے اور وہ
 پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام بھی کرتا ہے تب سے لاوار سمجھتا
 اس کے سامنے اس طرح بچہ جاتا تھا جیسے اس کی عمران کے سامنے
 کوئی حیثیت ہی نہ ہو لیکن عمران کبھی کبھار ہی یہاں آتا تھا۔ وہ
 زیادہ تر لابی میں بیٹھ کر کافی پی کر وہیں سے ہی واپس چلا جاتا
 تھا۔ یہاں کی کافی بے حد مشہور تھی اور عمران کو بھی پسند تھی اس لئے
 وہ اکثر یہاں آتا جاتا رہتا تھا۔ اس نے کلب پہنچ کر کار پارکنگ

میں روکی جہاں چند ہی کاریں موجود تھیں جبکہ رات کو یہ جگہ کاموں کا شوروم دکھائی دیتی تھی۔ پارکنگ بوائے سے کارڈ لے کر عمران کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا لیکن مین گیٹ سے اندر ہال میں جانے کی بجائے وہ آگے بڑھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ دوسری طرف بھی ایک راستہ ہے جو براہ راست سمٹھ کے آفس تک جاتا ہے۔ کلب سے آفس تک پہنچنے میں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس لئے عمران جب بھی لارڈ سمٹھ سے ملے آتا تھا تو اسی راستے سے آتا جاتا تھا جبکہ کافی پینے کے لئے وہ ہال میں چلا جاتا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ لارڈ سمٹھ کے آفس تک پہنچ گیا۔ راستے میں دو جگہ پر مسلح افراد موجود تھے لیکن وہ عمران کو جاننے سے اس لئے انہوں نے اسے روکنے کی بجائے الٹا سلام کئے۔ عمران ان کے سلاموں کا جواب دیتا ہوا آفس تک پہنچ گیا۔ یہ آفس کا عقی دروازہ تھا اور ظاہر ہے اندر سے بند تھا مگر عمران کو معلوم تھا کہ کیا کرنا ہے اس لئے وہ مطمئن تھا۔ پھر بند دروازے پر پہنچ کر اس نے دستک دی تو چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک مسلح آدمی باہر آ گیا لیکن عمران کو دیکھ کر وہ چونک پڑا۔

”آپ“۔۔۔ اس نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ لارڈ صاحب اپنے آفس میں موجود ہیں یا نہیں۔“ عمران نے کہا۔

”جی موجود ہیں۔ میں انہیں اطلاع دیتا ہوں۔“۔۔۔ سیکورٹی گارڈ

نے کہا اور تیزی سے واپس چلا گیا۔ کچھ دیر بعد دروازہ ایک بار پھر کھلا تو لمبے بالوں اور گھنی موچھوں والا دیو قامت جسامت کا مالک آدمی جس نے ہلکے رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا باہر آ گیا۔ یہ کلب کا مالک لارڈ سمٹھ تھا۔

”آپ۔ آئیے آئیے۔ مجھے جب بتایا گیا تو میں خود آپ کے استقبال کے لئے آ گیا۔“۔۔۔ لارڈ سمٹھ نے قدرے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

”ٹھیکس لارڈ۔“۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں آفس میں پہنچ گئے۔ لارڈ سمٹھ اپنا اونٹنی پشت کی ریو الونگ کرسی پر جبکہ عمران میز کی سائیل پر موجود ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کیا منگواؤں۔ کافی یا جوس۔“۔۔۔ لارڈ سمٹھ نے کہا۔

”کافی منگوا لیں۔ آپ کی کافی کی شہرت تو سارے پاکیشیا میں پھیلی ہوئی ہے۔“۔۔۔ عمران نے کہا تو لارڈ سمٹھ کا چہرہ یکلاکت پھول کی طرح کھل اٹھا۔

”آپ نے تعریف کر دی ہوگی اس لئے سب تعریف کرنے پر مجبور ہوں گے۔“۔۔۔ لارڈ سمٹھ نے خوشامدانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے عمران کے لئے ہاٹ کافی لانے کا کسی کو کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”تمہارے کلب میں ایک آدمی اٹھوٹی رہتا ہے۔ وہ پیشہ ور قاتل ہے اور سنا ہے کہ وہ سیریل کٹر بھی کہلاتا ہے۔“۔۔۔ عمران

نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ تم انتہائی کی بات کر رہے ہو۔ کیا ہوا ہے کیا تمہیں اس سے کوئی کام ہے؟"۔۔۔۔۔ لارڈ سمٹھ نے ایک جھٹکے سے پیچھے کی طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں۔ مجھے ایسے پیشہ ور قاتکوں سے کیا لینا دینا۔ میں تو اس سے چند معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں جس کا اسے معقول معاوضہ دیا جائے گا"۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں اس کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا کیونکہ اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اسے کلب سے نکالا تو وہ مجھ سمیت میرے سارے خاندان کو گولیاں مار کر ہلاک کر دے گا حالانکہ اس نے کلب کے ایک کمرے پر زبردستی قبضہ کر رکھا ہے۔ شراب بے تحاشا پیتا ہے۔ کبھی اس نے شراب کا یا کھانے کا بل نہیں دیا لیکن میں کیا کروں۔ نہ پولیس اس کے خلاف کارروائی کرتی ہے نہ اسٹبل منس"۔۔۔۔۔ لارڈ سمٹھ نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"اچھا یہ بات ہے تو تم نگرمت کرو۔ مجھ سے ملاقات کے بعد وہ تمہارا کلب ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائے گا"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو لارڈ سمٹھ بے بسی کے انداز میں ہنس پڑا۔ اس دوران کافی عمران کو سرد کر دی گئی تھی اس لئے عمران باتوں کے دوران کافی سب کرتا رہا تھا۔

"اس کا کمرہ نمبر دس دس ہے لیکن وہ زیادہ وقت لابی میں بیٹھ

میں شراب پیتا رہتا ہے۔ تم اس سے وہیں ملاقات کر لو"۔

نے کہا۔

انہیں کا حلیہ بتاؤ تاکہ میں اسے پہچان سکوں"۔۔۔۔۔ عمران نے

اپنے بڑی بڑی مونچھیں، سر سے گھٹیا، جسنانی لحاظ سے دیو ہیکل، ریشم لیب، فضیلی آواز"۔۔۔۔۔ لارڈ سمٹھ نے جس انداز میں حلیہ بتایا عمران اس کے اس انداز پر بے اختیار ہنس پڑا کیونکہ لارڈ سمٹھ کا یہ اس کی نفرت کو عیاں کرتا تھا۔

"لو کے۔ پھر مجھے اجازت"۔۔۔۔۔ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مختبر"۔ میں سپروائزر کو بلاتا ہوں وہ تمہیں اس کی نشاندہی کر دے گا"۔۔۔۔۔ لارڈ سمٹھ نے کہا اور عمران کے اشارات میں سر ہلانے پر اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر چند نمبرز پر پریس کر دیئے۔

"سپروائزر ایڈورڈ کو میرے آفس میں بھجواؤ۔ فوراً"۔۔۔۔۔ لارڈ

سمٹھ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک

یونیورسٹی عمر آری اندر داخل ہوا۔ اس نے باقاعدہ یونیفارم پہنی ہوئی

تھی۔ سینے پر سپروائزر کا بیج لگا ہوا تھا۔ اس نے سلام کیا اور

سوڈ پائے انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"ایڈورڈ۔ سیریل بگر انتہائی کہاں ہے؟"۔۔۔۔۔ لارڈ سمٹھ نے

ایڈورڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر۔ وہ صبح سے کار لے کر گیا ہوا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے

واپس آیا ہے اس نے لابی کی بجائے کمرے میں ہی شراب لود کھانا طلب کیا ہے جو اسے سرو کیا جا رہا ہے۔۔۔۔۔ ایڈورڈ نے مگر دانا لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب کو انتہونی سے ملنا ہے انہیں اس کے کمرے تک پہنچاؤ“۔۔۔۔۔ لارڈ سمٹھ نے کہا۔

”لیس سر۔ آئیے سر۔۔۔۔۔ ایڈورڈ نے سر جھکاتے ہوئے کہا تو عمران نے لارڈ سمٹھ کا شکریہ ادا کیا اور سپروائزر کے ساتھ وہ آٹری سے نکل کر ٹلف راہداریوں سے گزر کر لاسٹ میں پہنچا اور پھر لاسٹ کے دریلے وہ دوسری منزل پر پہنچ کر کمرہ نمبر دو سو کے سامنے پہنچ گئے۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ سائیڈ دیوار پر نیم پلیٹ موجود تھی جس پر انتہونی کا نام لکھا ہوا تھا۔ سپروائزر نے کال بل کا بھن پر لیس کر دیا۔

”لیس۔ کون ہے۔۔۔۔۔ ڈور فون سے ایک سخت اور چینی ہوئی آواز سنائی دی۔

”سپروائزر ایڈورڈ ہوں جناب۔ آپ کے مہمان آئے ہیں۔۔۔۔۔ ایڈورڈ نے کہا۔

”مہمان کون ہیں۔۔۔۔۔ اندر سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

”آپ خود مل لیں۔۔۔۔۔ ایڈورڈ نے جواب دیا۔

”اچھا۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ڈور

کلیک کی بجلی سی آواز سے بند ہو گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا ہوا رہا لیکن درزشی جسم کا مالک جس کی بڑی بڑی اور بھاری ہاتھیں تھیں، سر جھکا ہوا تھا ہاتھ میں شراب کی بڑی بوتل پکڑی ہوئی تھی۔

”میرا نام پریس ہے اور مجھے جناب آغا جبار صاحب نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ آئیے۔ تم جاؤ ایڈورڈ۔۔۔۔۔ انتہونی نے اس طرح سخت اور کڑھت لہجے میں کہا۔ شاید یہ اس کا قدرتی لہجہ تھا۔

”لیس سر۔۔۔۔۔ ایڈورڈ نے کہا اور واپس مڑ گیا جبکہ انتہونی ایک طرف ہٹ گیا تاکہ عمران اندر آ سکے۔ عمران کو صرف یہ خطرہ تھا کہ کہیں وہ اسے پہچانتا نہ ہو لیکن جو رد عمل انتہونی کا تھا اس سے وہ خطرہ نہ رہا تھا۔ کمرے میں کرسیاں اور میز بھی موجود تھیں۔ یہ ایک بڑا بندہ روم تھا۔ میز کے ساتھ ایک بڑی ہالٹی رکھی ہوئی تھی جس میں شراب کی خالی بوتلیں پڑی تھیں جبکہ میز پر فون سیٹ بھی موجود تھا۔

”بیشیں۔ کیا چاہیں گے۔۔۔۔۔ انتہونی نے کہا۔

”میں شراب نہیں چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اوہ اچھا۔ بتائیں کیا کہنے آئے ہیں آپ۔ آغا صاحب فون پر تو بات کر لیتے ہیں پھر آپ کو کیوں بھیجا ہے اور پہلے آپ اپنا تعارف کرائیں۔۔۔۔۔ انتہونی نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ہاتھ

ہاتھ میں سائیکلسرنگا مشین پسل موجود تھا۔ مشین پسل دیکھ کر انتہائی اس طرح بھڑک کر اچھلا پیسے بند سپرنگ اچانک کھلتے تھے۔ اس نے بکثرت اچھل کر میز پر پھر رکھا اور عمران پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ وہ واقعی بے حد تیز اور پھرتیلا تھا اور جس انداز میں اس نے اچانک حملہ کیا تھا اگر عمران کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً آبروی سمیت فرش پر جا گرتا لیکن عمران نے بیٹھے بیٹھے اپنا ایک بازو تھمبہ تو اڑ کر عمران پر حملہ کرتے ہوئے انتہائی کا جسم گھومتا ہوا سائیڈ پر موجود کرسیوں پر گرا اور کرسیوں سمیت وہ فرش پر گرا ہی تھا کہ عمران نے جو اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سائیکلسرنگے مشین پسل کا رخ انتہائی کی طرف کیا جبکہ انتہائی کرسی کا ایک پایہ پکڑ رہا تھا تاکہ کرسی کو عمران پر اچھال دے لیکن اس سے پہلے ہی سٹک سٹک کی آواز کے ساتھ کمرہ انتہائی کی چیخوں سے گونج اٹھا۔ وہ زنج کی ہوئی بکری کی طرح پھڑک رہا تھا پھر ایک جھٹکے سے وہ ساکت ہو گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ فرش پر پھیل گئے تھے اور آنکھیں بے نور ہو گئیں۔

"سیریل ریکر کو اپنی موت یاد نہ رہی تھی ایک ہزار افراد کا قتل۔ ایسے لوگ بھی قانون کی رو میں نہیں آتے۔ کیا ہمارے ملک کے قانون کا ایسا ہے؟" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور فرش پر پڑی انتہائی کی لاش کی تلاش لینی شروع کر دی لیکن اس کی جیسیں خالی تھیں۔ عمران نے کمرے کی تلاش لی تو اس کے ہاتھ ایک لٹافہ

جس کے اندر چند کاغذات موجود تھے۔ عمران نے کاغذات کو نہیں پڑھنا شروع کر دیا۔ کاغذات پڑھ کر اس کا چہرہ چمک اٹھا کیونکہ ان کاغذات میں آغا جبار نے بین الاقوامی تنظیم برائے انسانیت سے اپنا تعلق بتایا تھا۔ شاید کاغذات انتہائی نے چوری کئے تھے۔ بہر حال یہ کاغذات آغا جبار کے خلاف قیامت کے طور پر استعمال کئے جا سکتے تھے کیونکہ ان پر آغا جبار کے دھتلا موجود تھے۔ عمران نے کاغذات جیب میں ڈالے اور بیرونی دروازے کی طرف بھاگ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ کلب کے تمام کمرے گھڑی انداز میں چمکے گئے ہیں اس لئے یہ کمرہ لازماً ساؤنڈ پروف ہو گا لیکن کوئی دھڑکی بھی وقت آ سکتا تھا۔ اس لئے اس نے باہر سے دروازہ بند کیا اور کچھ دیر بعد وہ پارکنگ میں موجود تھا جہاں اس کی کار موجود تھی۔ پارکنگ ہوائے کے آنے پر عمران نے اسے پارکنگ کارڈ اور درمیانی مالیت کا ایک نوٹ دیا تو پارکنگ ہوائے نے اسے سلام کیا اور پھر دوڑتا ہوا نئی آنے والی کار کی طرف بڑھ گیا تو عمران نے کار موڑی اور کچھ دیر بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے رمت پورہ کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔ کار میں ہی عمران نے ہاسک میک اپ کر لیا تھا۔ وہ آج ہی اس معاملے کو ختم کر دینا چاہتا تھا لیکن اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا کہ وولف رحمت پورہ میں کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اس کا ہاسک دارالحکومت میں ہے لیکن پھر اس نے سوچا کہ وہاں سے اس کا دارالحکومت کا ایئر بیس مل جائے گا

اور وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ سپورٹس کار نے اسے دھمکتے ہوئے ایک گھنٹے میں پہنچا دیا ورنہ وہ ڈھالی گھنٹے لگ سکتے تھے۔ تھوڑی دیر میں اس نے چراغ ہوٹل تلاش کر لیا۔ یہ دیہاتی انداز کا ہوٹل تھا لیکن کافی بڑا تھا اور وہاں جرائم پیشہ افراد کا انجم تھا۔ نشیات کا عام استعمال ہو رہا تھا۔ عمران نے کار روکی اور پھر وہ کار سے اتر کر میزبیاں چڑھتا ہوا اوپر نکلی گیا۔ وہاں موجود سب افراد اسے حیرت سے دیکھنے لگے جبکہ عمران کسی کی پرواہ کئے بغیر گاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں دو بد معاشرے نامیپ افراد موجود تھے۔

”میں دارالحکومت سے آیا ہوں اور میں نے دولف سے ملا ہے۔ اسے آغا جہار کا پیغام دینا ہے۔ کہاں ہوتا ہے وہ؟“..... عمران نے گاؤنٹر پر موجود ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آغا جہار لیکن وہ تو فون کرتے رہتے ہیں“..... اس آدمی نے مشکوک نظروں سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو فون پر نہیں کی جاسکتیں۔ فون نیپ بھی ہو سکتے ہیں ویسے اگر وہ موجود نہیں ہے تو مجھے بتا دو میں واپس جا کر آغا جہار کو بتا دوں گا اور جو کام وہ دولف سے لینا چاہتے ہیں وہ کسی اور کو دے دیں گے۔ لاکھوں روپے کا نقصان دولف کا ہی ہوگا“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”وہ تو دارالحکومت گیا ہوا ہے۔ جو پیغام ہے وہ مجھے دے دیں“..... اس آدمی نے کہا۔

”لوکے۔ جب دولف آئے تو اسے بتا دینا کہ آغا جہار کی طرف سے کام آیا تھا لیکن تمہاری عدم موجودگی کی وجہ سے واپس چلا گیا ہے اور یہ کام لینے والے اور بہت سے لوگ موجود ہیں“..... عمران نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

”بایا۔ بایا دولف ڈیرے پر ہے۔ میں نے ان کی کار ایک گھنٹہ پہلے یہاں سے گزر کر ڈیرے کی طرف جاتے خود دیکھی ہے“..... عمران کو حیرتا دیکھ کر گاؤنٹر پر موجود دوسرے لوجوان نے اس اویز عمر سے کہا جو اب تک عمران سے بات چیت کر رہا تھا۔

”اوہ اچھا۔ میں نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ڈیرے پر موجود ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ بایو صاحب کے ساتھ جاؤ اور انہیں ڈیرے پر پہنچا کر واپس آ جانا۔ یہاں بہت کام ہے“..... اس اویز عمر نے کہا۔

”ٹھیک ہے بایا“..... لوجوان نے کہا اور گاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر عمران کی طرف آیا جو اس لوجوان کی بات سن کر رک گیا تھا۔

”چلیں جناب“..... لوجوان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں چلو“..... عمران نے کہا اور پھر وہ دونوں میزبیاں اتر کر ایک طرف موجود کار کی طرف بڑھ گئے۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“..... عمران نے اسے سائیڈ سیٹ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

”میرا نام قاسم ہے“..... لوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"دولف تمہارا رشتہ دار ہے۔"۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہاں۔ وہ میرا چچا ہے۔ میرے والد جو کاؤنٹر پر کھڑے تھے اور جو آپ سے باتیں کر رہے تھے دولف کے بڑے بھائی ہیں۔"۔۔۔ قاسم نے جواب دیا۔

"تمہارے پاپا کا نام چراغ ہے۔"۔۔۔ عمران نے کار اشارت کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ چراغ تو میرے دادا کا نام تھا جو فوت ہو چکے ہیں۔"۔۔۔ قاسم نے بڑے غریب لہجے میں کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر قاسم کی رہنمائی میں کار دیہاتی انداز کے بنے ایک ڈیرے پر پہنچ گئی۔ اس ڈیرے کی چار دیواری کچی مٹی کی بنی ہوئی تھی۔ گیٹ لکڑی کا تھا جو کھلا تھا اور اندر ایک درمیانے ماڈل کی کار کھڑی تھی جس کا رنگ سرخ تھا۔

"یہ کار چچا دولف کی ہے۔"۔۔۔ قاسم نے کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارا چچا کام کیا کرتا ہے۔"۔۔۔ عمران نے کار روک کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"وہ شہر میں کام کرتے ہیں۔ کوئی بڑا کام مجھے تفصیل کا علم نہیں ہے۔"۔۔۔ قاسم نے بھی کار سے نیچے اترتے ہوئے کہا اور عمران نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ یہ یو ٹائپ عمارت تھی۔ گیٹ کے سامنے برآمدہ تھا اور برآمدے میں چار مسلح افراد موجود

تھے جبکہ برآمدے میں کئی کمرے تھے اور لوگ ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمروں میں آ جا رہے تھے۔

"آئیں۔ چچا کا کمرہ علیحدہ ہے اور وہاں ان کے بلائے بغیر کوئی نہیں جاتا۔"۔۔۔ قاسم نے کہا تو عمران نے سر ہلا دیا۔ پھر قاسم کے پیچھے چلتا ہوا عمران ایک کمرے کے سامنے کھنچ کر رک گیا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ برآمدے میں آنے جانے والے لوگ عام لوگ تھے جبکہ مسلح افراد نے اسے دیکھا ضرور لیکن وہ خاموش رہے کیونکہ قاسم اس کے ساتھ تھا۔ قاسم نے بند دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے۔"۔۔۔ اندر سے ایک چینی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میں ہوں چچا۔ قاسم۔"۔۔۔ قاسم نے کہا۔

"قاسم۔ تم کیوں آئے ہو۔"۔۔۔ وہی چینی ہوئی آواز دو بارہ سنائی دی۔

"شہر سے آپ کا مہمان آیا ہے آپ سے ملنے کے لئے۔ آغا جبار نے بھیجا ہے۔"۔۔۔ قاسم نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا۔"۔۔۔ آغا جبار کا نام سنتے ہی دولف نے کہا اور پھر کچھ دیر بعد دروازہ کھلا تو دروازے پر ایک درمیانے قد لیکن گھٹے ہوئے جسم کا مالک ایک درمیانی عمر کا آدمی کھڑا تھا۔ اس نے جینز کی چٹ اور شرٹ کے اوپر سیاہ رنگ کی لیڈر کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر تختی اور سفاکی نمایاں تھی۔ سر کے بال

سیرنگوں کی طرح تھے۔ اس نے سیاہ رنگ کی بڑی بڑی مونچھیں رکھی ہوئی تھیں۔

”میرا نام مانگیل ہے اور مجھے آغا جبار نے آپ کو ایک پیغام دینے کے لئے بھیجا ہے۔“..... عمران نے خود ہی بولتے ہوئے کہا۔

”آؤ۔ اندر آ جاؤ اور قاسم تم جاؤ۔“..... وولف نے کرخت لہجہ میں کہا تو قاسم سلام کر کے مڑا اور واپس چلا گیا جبکہ عمران کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد وولف نے دروازہ بند کر دیا۔ کمرے کے ایک کونے میں میز اور اس کے گرد کرسیاں موجود تھیں۔ میز پر شراب کی ایک بوتل اور ایک گلاس موجود تھا۔ میز کی سائیڈ پر ایک کارڈ لیس فون بھی موجود تھا۔

”ہینچو۔ میں نے تمہیں پہلے بھی نہیں دیکھا۔ حالانکہ میں اکثر آغا صاحب کے پاس جاتا رہتا ہوں۔ شراب پیو گے۔“..... وولف نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”مجھے آغا جبار کے پاس آئے ابھی ایک ہفتہ ہوا ہے۔ میں کانڈا میں رہتا تھا۔ وہاں میں آغا جبار کی طرف سے عورتوں کی لروخت کے بزنس کا سٹور تھا اور میں شراب صرف رات کو پیتا ہوں۔“..... عمران نے کہا۔

”اوکے۔ اب بتاؤ کیا پیغام ہے۔“..... وولف نے کہا۔

”آغا صاحب سے ایک دفاتی سیکرٹری نے بے حد بدتمیزی کی ہے۔ اس لئے آغا صاحب اسے فلتس کرانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے

تمہارا انتخاب کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تمہارے پاس ٹائیکر کو فلتس کرنے کا ٹاسک ہے وہ بعد میں مکمل کرنا پہلے اس دفاتی سیکرٹری کا ساتھ کر دو اور آغا صاحب یہاں رحمت پورہ میں ایک گھر میں موجود ہیں۔ وہاں وہ تم سے مل کر تمہیں تفصیل بتائیں گے اور تمہیں اس کا پورا معاوضہ بھی ادا کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں میرے ساتھ وہاں جانا ہوگا۔“..... عمران نے کہا۔

”رحمت پورہ کس کے گھر میں ہیں۔“..... وولف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آغا نزاکت کے گھر میں۔“..... عمران نے کہا کیونکہ یہاں آتے ہوئے اس نے ایک حویلی لیا مگر یہ اس نام کی ٹیم پلیٹ دیکھیں تھی۔

”اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے آؤ۔“..... اس بار وولف نے پوری طرح مطمئن ہوتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”تم اپنی کار میں نہیں میری کار میں وہاں چلو کیونکہ تمہاری کار یہاں سب پہچانتے ہیں اس بات کا حکم آغا صاحب نے خصوصی طور پر دیا ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”لیکن میں واپس کیسے آؤں گا جبکہ میرے پاس بڑی رقم بھی ہوگی۔“..... وولف نے چونک کر کہا۔

”میں تمہیں یہاں لایے گا پھر چھوڑ جاؤں گا۔“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوسکے"..... دolf نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران اپنی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر دolf بیٹھا ہوا تھا۔ کار تیزی سے رحمت پورہ کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

"یہ سپورٹس کار تم نے کہاں سے لی ہے۔ بے حد جدید اور خوبصورت کار ہے"..... دolf نے کار کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔
 "یہ میں نے خصوصی آرڈر پر بنوائی ہے"..... عمران نے کہا تو دolf نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کار جب ایک دیران علاقے میں پہنچی تو عمران نے یلخت کار کی رفتار کم کر دی تو دolf چونک پڑا۔

"کیا ہوا"..... دolf نے چونک کر کہا۔

"کار کو تمہاری نظر لگ گئی ہے"..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو دolf بے اختیار ہنس پڑا۔ عمران نے کار روکی اور کار سے نیچے اتر گیا تو دolf بھی دوسری طرف سے کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ عمران کار کے فرٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جیسے بوٹ اٹھا کر انجن چیک کرنا چاہتا ہوں جبکہ دolf بھی کار کے فرٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ جیسے وہ بھی انجن دیکھنا چاہتا تھا لیکن جیسے ہی وہ عمران کے قریب پہنچا۔ عمران کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس کی کھڑی پتیلی کا بھرپور وار دolf کی گردن پر پڑا اور وہ چیخا ہوا اچھل کر پیچے جا گرا۔ نیچے گرتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی

لیکن اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی اس لئے اس کا جسم جھٹکے کھانے لگا۔ اسی لمحے عمران نے جیب سے سائیکلسرنگا مشین پائل نکال کر اس کا رخ جھٹکے کھاتے ہوئے دolf کی طرف کیا اور فریگر رہا دیا۔ سنگ سنگ کی آواز کے ساتھ ہی گولیاں دolf کے جسم میں گھس گھس چلی گئیں اور وہ ساکت ہو گیا تو عمران نے پائل واپس جیب میں رکھا اور دolf کی لاش کا ایک بازو پکڑ کر وہ اسے گھسیٹا ہوا ایک طرف اونچی جھاڑیوں کی طرف لے گیا۔ اس نے جھاڑیوں کے عقب میں اس کی لاش کو پھینکا اور پھر کار میں بیٹھ کر آگے بڑھ گیا۔ عمران نے اس سڑک کا احاطہ اس لئے کیا تھا کیونکہ یہاں آتے ہوئے اس نے چیک کر لیا تھا کہ فریگر نہ ہونے کے برابر ہے اور اس کا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ اس دوران کوئی کار تو ایک طرف کوئی موٹر سائیکل، سائیکل سوار یا پیدل آدمی بھی وہاں سے نہ گزرا تھا۔ عمران نے کار اشارت کی اور پھر اس کی اسپورٹس کار انتہائی تیز رفتاری سے دارالحکومت کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ عمران کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

جوزف اور جانا دونوں روپڑ شہر سے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں نما ٹاؤن کی ایک رہائش گاہ کے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہاں سے روپڑ شہر میں ان کا آخری ٹارگٹ ایسا اڑا تھا جہاں افوا شدہ عورتوں کو رکھا جاتا تھا اور پھر بھیڑ بکریوں کی طرح باقاعدہ بلام کر دیا جاتا تھا۔

”یہ ٹائیگر ایس میج سے یہاں چھوڑ کر روپڑ شہر گیا ہے اور اس کی ابھی تک واپسی نہیں ہوئی۔ اسے ساتھ شامل کر کے ہم نے خود اپنے بندوں پر کبھاری ماری ہے۔ اب وہ کام کرتا پھر رہا ہے اور ہم یہاں اس کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔“ جونا نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”وہ ہاس عمران کا شاگرد ہے اس لئے وہ کوئی نہ کوئی کام کرتا پھر رہا ہوگا۔ بے فکر ہو جاؤ۔“ جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے کار کے پارکنگ کی آواز سنائی دی تو جوزف تیزی سے

اور کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ جونا وہیں بیٹھا رہا۔ وہ واقعی کی پوری ہمت محسوس کر رہا تھا کیونکہ سارا کام تو ٹائیگر کر دیتا تھا اور وہ صرف گولیاں چلانے تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ اس سارے مشن میں اس کے لئے نہ کوئی سسٹمز تھا، نہ ایکشن اور نہ تھریل۔

”ہمارے واقعی تم تو شدید بدمعاش ہو رہے ہو۔“ اسی لمحے ٹائیگر کی سگرائی ہوئی آواز سنائی دی اور جونا نے سر اٹھا کر دیکھا تو ٹائیگر کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کے پیچھے جوزف تھا۔

”تمہاری وجہ سے ہم بدمعاش ہو رہے ہیں۔ تم ہمیں ساتھ رکھا کرو۔“ جونا نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

”مجھے تمہیں اپنے ساتھ رکھنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے اور میں تو آپ لوگوں کے مقابلے میں بے حد جونیئر ہوں۔ اس لئے آپ سے تو سیکھ سکتا ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ آپ دونوں کا ڈیل ڈول، جسامت اور قد و قامت بذات خود اشتہار بن جاتا ہے اس لئے مجھے مجبوراً اکیلے جانا پڑا ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ہاس عمران بھی ایسا ہی کہتے ہیں لیکن کیا ہم واپس چلے جاتیں۔“ جونا نے منہ ہاتے ہوئے کہا۔

”میں نے کب کہا ہے۔ میں تو مشن کے سلسلے میں بے حد اہم معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”کیا معلومات ملی ہیں ہمیں بتاؤ اور ہاں یہ مشن تم ہم پر چھوڑ دو کیونکہ یہ آخری اڑا ہے اس کے بعد ہم نے ایک بار پھر رانا

ہاؤس میں قید ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ جونا نے کہا۔

”پہلے سن لو چنہ کر پھر بات ہو گی۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا اور پھر اس نے سپروائزر رابرٹ سے ملنے والی تمام معلومات دوہرا دیں۔

”تو اس میں کیا مشکل ہے۔ اوپر راجدوت ہوٹل ہے نیچے اڈا ہے اور سوائے ہوٹل کے باقی تمام راستے انہوں نے بند کر دیے ہیں۔۔۔۔۔ جونا نے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس ہوٹل کو میزائلوں سے اڑا دو تو نیچے موجود ہوا سانسے آ جائے گا اور پھر یہی کام وہاں بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ جونا نے کہا۔

”اور وہاں جو اغوا شدہ لڑکیاں اور عورتیں ہوں گی ان کا کیا ہو گا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ میں تو انہیں بھول ہی گیا تھا۔ وہ تو واقعی بد معاشوں کے ساتھ ہی ہلاک ہو جائیں گی پھر کیا سوچا ہے تم نے۔۔۔۔۔ جونا نے فوراً ہی اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

”میرے خیال میں اوپر ہوٹل کو میزائلوں سے اڑا دیا جائے اور نیچے اڈے میں موجود بد معاشوں کو مشین گنوں سے ہلاک کر دیا جائے۔۔۔۔۔ جوزف نے کہا۔

”لیکن ہوٹل تباہ ہوتے ہی ہر طرف دھول اور دھواں پھیل جائے گا۔ الٹا تہ خانوں کا راستہ بند ہو جائے گا۔ پھر پولیس اور فائر بریگیڈ کی گاڑیاں بھی وہاں پہنچ جائیں گی۔ ایسی صورت میں

ہیں اڈے پر آپریشن نہ ہو سکے گا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”اچھا تم بتاؤ۔ تم نے کیا سوچا ہے۔۔۔۔۔ جوزف نے زنج ہو کر کہا۔

”اس اڈے کے تین راستے ہیں۔ ایک ہوٹل سے، دوسرا سائیڈ سے جسے ایمر ہنسی راستہ کہا جاتا ہے اور تیسرا سامنے کی طرف سے جہاں سے بد معاش آتے جاتے رہتے ہیں لیکن اب سٹیک بکرز کے خوف سے سوائے ہوٹل کے باقی راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ اس ہوٹل والے راستے میں ہمیں مارنے کے فول پروف انتظامات کئے گئے ہوں گے اس لئے میرا خیال ہے کہ ہمیں ان سب سے ہٹ کر نیا راستہ اپنانا چاہئے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا تو جوزف اور جونا دونوں بے اختیار چونک پڑے۔

”نیا راستہ بنانا یا اپنانا۔۔۔۔۔ جونا نے کہا تو ٹائیگر ہنس پڑا۔

”راستہ تو موجود ہے لیکن اس راستے کا خیال شاید ہمارے علاوہ شاید اور کسی کے ذہن میں نہ آ سکے اس لئے میں نے اپنا لے کا لفظ استعمال کیا ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”کون سا راستہ ہے۔ تفصیل بتاؤ۔۔۔۔۔ جونا نے کہا۔

”سیورٹی لائن جو اس اڈے کی علیحدہ ہے اور ہوٹل کی علیحدہ۔ ہم اڈے کی سیورٹی لائن کے ذریعے ڈائریکٹ اڈے کے اندر پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد اطمینان سے مشن مکمل کیا جائے گا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا تو جوزف اور جونا دونوں نے نہ صرف اثبات میں سر

ہلا دیا ہلکے ٹائیگر کی لہانت کی بھی کھل کر تعریف کی۔

"لو اب چلیں روڈ پر شہر"..... جوانا نے کہا۔

"ہاں چلو۔ میں نے وہاں ایک رہائش گاہ بھی بک کر لی ہے"..... ٹائیگر نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ تینوں جوانا کی بھری جہاز نما کار میں بیٹھے تیزی سے روڈ پر شہر کی طرف بڑھے۔ پلے جا رہے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ٹائیگر تھا جبکہ سائیل سیٹ پر جوانا اور عقبی سیٹ پر جوزف موجود تھا۔

"اے کا بڑا کون ہے"..... جوزف نے پوچھا۔

"ایک ہدمشاش ہے لو اب دادا۔ وہ اے کا اچھا راج ہے۔"

ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس لو اب دادا کا علیہ کیا ہے"..... جوزف نے کہا۔

"اوہ۔ یہ بات تو میں پوچھتا ہی بھول گیا۔ بہر حال وہاں کتنی گے تو ہر چیز خود ہی سامنے آ جائے گی"..... ٹائیگر نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا اور پھر تقریباً نصف گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ روڈ پر شہر میں داخل ہو گئے۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ٹائیگر نے کار ایک رہائشی علاقے کی طرف موڑ دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک اوسط درجے کی کوٹھی کے گیٹ پر موجود تھے۔ گیٹ بند تھا۔ ٹائیگر نے مخصوص انداز میں تین بار ہارن بجایا تو گیٹ کی چھوٹی کڑکی کھلی اور ایک سبز آدی باہر آ گیا۔

"تمہارا نام اللریٹ ہے"..... ٹائیگر نے کار کی کڑکی سے سر باہر

کر پوچھا۔

"نہیں سر۔ آپ کون ہیں"..... اللریٹ نے چونک کر پوچھا۔

"سٹیک بھرڈ"..... ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ پس سر۔ میں گیٹ کھول ہوں"..... اللریٹ نے کہا اور سڑ

ک پر واپس اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد گیٹ کھل گیا تو ٹائیگر نے کار اندر کی طرف بڑھا دی۔ ایک طرف پورچ بنا ہوا تھا۔ اس نے کار وہاں لے جا کر روک دی اور وہ سب کار سے نیچے اتر آئے۔ اللریٹ بھی گیٹ بند کر کے تیزی سے چلا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔

"آجے سر۔ میں آپ کو کوٹھی دکھا دوں"..... اللریٹ نے قریب آ

کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ چونکہ کوٹھی زیادہ بڑی نہ تھی اس لئے کچھ دیر میں انہوں نے اسے اچھی طرح چیک کر لیا پھر وہ ایک بڑے کمرے میں موجود میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"آپ کیا بیٹا پسند کریں گے"..... اللریٹ نے کہا۔

"ہاٹ کافی بنا لو گے"..... ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں سر میں لے آتا ہوں"..... اللریٹ نے کہا اور واپس سڑ

کیا۔

"اب ہم اس شہر سے اس شہر میں آ کر بیٹھ گئے ہیں۔ اس

طرح کام کیسے ہوگا"..... جوانا نے بیزار سے لہجے میں کہا۔

"اے کے دادا لو اب دادا کو بھینا سو جھل کے اے کی چاہی

کی اطلاع مل چکی ہوگی اس لئے اس نے لادنا یہاں مسلح افراد تمام
تمکث جگہوں پر تعینات کر رکھے ہوں گے تاکہ ہمیں دیکھتے ہی گولی
بار دی جائے اس لئے ہمیں سوچ سمجھ کر آگے بڑھنا ہوگا۔" ٹائیگر
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو اب بد معاشوں کے مقابلے پر بھی ہمیں اپنی جان بچانے
کی فکر کرنی ہوگی۔"..... جونا نے کہا۔

"اب وہ پہلے والا دور نہیں رہا جناب۔ اب تو بد معاش اپنی
حفاظت کے لئے ہاتھ قریب پالتے افراد کو ہار کرتے ہیں۔"
ٹائیگر نے کہا۔

"تو اب کیا کرنا ہے؟"..... خاموش بیٹھا جوزف بھی بول پڑا۔
اسی لمحے دروازہ کھلا اور اللریٹ لڑالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ لڑالی
پر ہات کافی کے برتن موجود تھے۔ اس نے کافی بھائی اور ایک ایک
مگ سب کے سامنے رکھ کر لڑالی کو ایک طرف کر کے روکا اور پھر مڑ
کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ سب ہات کافی سب کرنے میں
مغروں ہو گئے۔

"پھر بتایا نہیں تم نے کہ ہم نے اب کرنا کیا ہے؟"..... جوزف
نے کہا۔

"ہم نے اسے پر ریل کرنا ہے۔ میرا خیال ہے کہ سیدتیج لائن
کی بجائے جو راستہ انہوں نے بند کر رکھا ہے اسے کھول کر اندر
داخل ہو جائیں۔ یہ اسے بند سمجھ کر اس طرف سے مطمئن ہوں گے

ہوئی والے راستے پر بھینا ان کے مسلح افراد موجود ہوں
..... ٹائیگر نے کافی سب کرتے ہوئے کہا۔

"کس طرح بند راستہ کھولیں گے؟"..... جوزف نے کہا۔
"ہم مار کر اور کس طرح؟"..... ٹائیگر نے کہا تو جونا کا سنا ہوا
رویکھت مکمل اٹھا۔

"یہ ہوئی تا بات؟"..... جونا نے مسکراتے ہوئے کہا تو جوزف
اور ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑے لیکن دوسرے لمحے چمک چمک کی
آوازیں ٹائیگر کو شالی دیں تو وہ چونک پڑا۔

"کیا ہوا؟"..... جونا اور جوزف دونوں نے اسے اس طرح
چمکتے دیکھ کر پوچھا لیکن اس سے پہلے کہ ٹائیگر کوئی جواب دیتا
تینوں لہراتے ہوئے کرسیوں پر ہی ڈھلک گئے۔ وہ تینوں بے ہوش
ہو چکے تھے۔

نواب دادا اپنے اڈے کے ایک کمرے میں موجود تھا۔ وہ ابھی پورے اڈے کا چکر لگا کر واپس آیا تھا۔ گو اس نے شیر دل کو سٹیک بکھڑ کو ٹریس کر کے انہیں بے ہوش کر دیئے اور پھر انہیں پوائنٹ الیون پر پہنچا دینے کے احکامات دیئے تھے اور اسے یقین تھا کہ شیر دل کی چیکنگ سے یہ لوگ کسی بھی طرح نہیں بچ سکتے لیکن اب کافی وقت ہو گیا تھا لیکن ابھی تک شیر دل کی طرف سے اسے کوئی رپورٹ نہیں ملی تھی۔ اس لئے اب اس کے ذہن میں خدشات نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ وہ بیٹھا شراب پینے کے ساتھ ساتھ یہی بات سوچ رہا تھا کہ سٹیک بکھڑ کے خلاف مزید کیا لائحہ عمل اختیار کرے کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو نواب دادا نے اس طرح چونک کر فون کی طرف دیکھا جیسے اسے یہاں فون کی موجودگی کا علم ہی نہ ہوا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”نواب دادا ہول رہا ہوں“.... نواب دادا نے اپنے مخصوص

انداز میں کہا۔

”شیر دل ہول رہا ہوں نواب دادا“.... دوسری طرف سے شیر دل کی آواز سنائی دی تو نواب دادا بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا ہوا۔ تم کہاں غائب ہو گئے ہو۔ تم سے کام نہیں ہوتا تو صاف بتا دو“.... نواب دادا نے قدرے غصیلے لہجہ میں کہا۔

”نواب دادا میں نے آپ کو خوشخبری سنانے کے لئے فون کیا ہے“.... شیر دل نے کہا۔

”خوشخبری۔ بوم جلدی مٹاؤ“.... نواب دادا نے کہا۔

”آپ کا کام ہو گیا ہے۔ آپ کے مخالف گروپ کے تینوں افراد کو بے ہوش کر کے پوائنٹ الیون پر پہنچا دیا گیا ہے اور انہیں ساگو کے حوالے کر دیا گیا ہے“.... شیر دل نے کہا۔

”تفصیل مٹاؤ۔ اتنا وقت کیوں لگا اس کام میں“.... نواب دادا نے کہا۔

”نواب دادا۔ میرے آدمی پورے روپڑ شہر میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہم جدید ترین آلات استعمال کرتے ہیں۔ ہم نے پورے روپڑ شہر کو چیک کیا لیکن دونوں جہتی کہیں نظر نہ آئے پھر مجھے اطلاع ملی کہ ایک جدید ماڈل کی بہت بڑی کار روپڑ میں داخل ہوئی ہے جس میں تین افراد موجود ہیں۔ ان میں دو جہتی ہیں، ایک ایکریمین اور دوسرا افریقی جہتی ہے تو میں نے اس کار کی مکمل نگرانی کا حکم دے دیا۔ پھر اطلاع ملی کہ یہ گروپ نئی آبادی کی ایک گھٹی میں گیا ہے۔

ہم نے جدید آلات سے چیکنگ کی تو یہ تینوں ایک کمرے میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ ہم نے اس کوٹھی میں انتہائی زور اثر ہے ہوش کر دینے والی گیس مارٹر کی تو یہ تینوں اور ان کا ملازم چاروں بے ہوش ہو گئے تو میرے آدمی ملکی طرف سے دیوار پھلانگ کر کوٹھی میں داخل ہوئے اور اس ملازم کو ویسے ہی بے ہوش چھوڑ کر ان تینوں افراد کو ایک دھنگ میں ڈال کر میں نے پوائنٹ ملیون پہنچ دیا ہے۔ شیر دل نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس ملازم کو زندہ کیوں چھوڑ دیا تم نے۔ وہ تو پولیس کو سب کچھ بتا دے گا اور یہ کوٹھی کس کی ہے ان لوگوں نے کیسے حاصل کی۔“ نواب دادا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نواب دادا۔ مگر اس ملازم کو ہلاک کر دیا جاتا تو لازماً پولیس کو اطلاع مل جاتی اور پھر تحقیق کا دائرہ بہت آگے تک بڑھ سکتا تھا۔ اس لئے میں نے اسے زندہ چھوڑ دیا کہ جب اسے ہوش آئے گا تو خود ہی جان کے خطرے کے پیش نظر خاموش رہے گا یا زیادہ سے زیادہ کوٹھی کے مالک کو اطلاع دے گا۔ کوٹھی کا مالک روپڑ شہر کا مشیات کا سنگڑ جیمز ہے۔ اس سے میرے خیال میں فون پر کوٹھی تک کرائی گئی ہوگی۔“ شیر دل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ تم نے واقعی کام کیا ہے۔ اب تک تمہارا یہ میٹ ورک روپڑ کے اسمگلروں کے کام آتا رہا ہے لیکن آج یہ میٹ ورک نواب دادا کے بھی کام آ گیا ہے۔ گڈ۔“ نواب دادا نے کہا اور اس کے

ساتھ ہی اس نے کریڈل دہایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔

”ساگو بول رہا ہوں۔“۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ساگو کی آواز سنائی دی۔

”نواب دادا بول رہا ہوں۔“۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔

”لیس دادا حکم فرمائیں۔“۔۔۔ دوسری طرف سے ساگو کا لہجہ ہے حد مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

”شیر دل تین افراد کو بے ہوش کر کے پہنچا گیا ہے یا نہیں۔“ نواب دادا نے کہا۔

”لیس دادا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے انہیں پہنچایا ہے۔ میں نے انہیں راؤڑ میں جکڑ دیا ہے وہ تینوں بے ہوش ہیں ان کی حالت بتا رہی ہے کہ ابھی چار پانچ گھنٹوں سے پہلے انہیں ہوش نہیں آ سکتا۔“۔۔۔ ساگو نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ایک مقامی اور دو جہشی ہیں یا کوئی اور ہیں۔“۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔

”آپ درست کہہ رہے ہیں دادا۔ یہ تین ہیں۔ دو جہشی ہیں ایک انگریز جہشی اور ایک افریقی جہشی۔ تیسرا مقامی آدمی ہے۔“

ساگو نے مؤدبانہ لہجہ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں۔ میرے آنے سے پہلے انہیں ہوش میں نہیں آنا چاہئے۔“۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔

”آپ حکم دیں تو میں انہیں طویل بے ہوشی کے انجکشن لگا دوں تاکہ آپ اطمینان سے جب بھی چاہے آجائیں۔۔۔۔۔“ ساگو نے کہا۔
”میں اس کی ضرورت نہیں۔ میں نصف گھنٹے میں پہنچ رہا ہوں۔“ نواب دادا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ ایک خیال آنے پر وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اسے خیال آیا تھا کہ ان مخالفوں کی کار کے بارے میں شیردل نے کچھ نہیں بتایا کہ اس کا کیا کیا ہے اس نے۔ یہ خیال آنے پر اس نے دوبارہ فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پر پس کرنے شروع کر دیے۔

”شیردل بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے شیردل کی آواز سنائی دی۔

”نواب دادا بول رہا ہوں۔“ نواب دادا نے کہا۔

”لیس دادا۔ حکم فرمائیے۔“ شیردل نے مودبانہ لہجے میں کہا۔
”ان مخالفوں کی کار جس کی تم تعریف کر رہے تھے اس کا کیا کیا تم نے۔“ نواب دادا نے کہا۔

”وہ میں نے اپنے ایک خلیہ اڈے میں پہنچا دی ہے۔ آپ حکم کریں آپ کے اڈے پر پہنچا دی جائے۔“ شیردل نے کہا۔
”ارے نہیں۔ میں نے اس لئے پوچھا ہے کہ کہیں تم اسے کوٹھی میں تو نہیں چھوڑ آئے ورنہ ملازم لازماً پولیس کو اطلاع دے دیں۔ اب وہ یہی سمجھے گا کہ یہ لوگ اسے بے ہوش کر کے کار میں بیٹھ کر

چلے گئے ہیں۔“ نواب دادا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
”آپ درست کہہ رہے ہیں۔“ شیردل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ میں تمہیں پوائنٹ الیون سے واپس آ کر دس لاکھ وعدے کے مطابق اور پانچ لاکھ کا خصوصی انعام چودہ لاکھ روپے بھجوا دوں گا۔“ نواب دادا نے کہا۔

”آپ واقعی قدر دان ہیں دادا۔“ شیردل نے مسرت بھرے لہجے میں کہا تو نواب دادا نے مسکراتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے پوائنٹ الیون کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ نواب دادا خود کار چلا رہا تھا لیکن وہ کار میں اکیلا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ سائیڈ سیٹ پر ایک لمبے قد اور ورزشی جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر کے بال سپرگول کی طرح اس کے سر کے گرد پھیلے ہوئے تھے۔ اس نے جھوکی پینٹ اور جھوکی ہی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کا نام کاسو تھا لیکن سب اسے بکر کہتے تھے کیونکہ نواب دادا کے مخالفوں کو ہلاک کرنا اس کی ذمہ داری تھی۔ اب بھی نواب دادا نے اس لئے اسے ساتھ لے لیا تھا کہ بکر یہ نہ کہے کہ اسے مخالفوں کو ہلاک کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

”دادا۔ کیا انہیں بے ہوشی کے عالم میں ہلاک کرنا ہے۔“ خاموش بیٹھے ہوئے بکر نے اچانک بولتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ سپے انہیں ہوش میں لایا جائے گا پھر تم انہیں ہلاک کرنا تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ وہ کن کے ہاتھوں مارے جا رہے ہیں۔“۔۔۔ جواب دہوا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یس دادا لیکن انہیں راؤنڈ میں جکڑ کر گولیاں مارنے کا کیا حرد آئے گا۔ انہیں اپنے ڈیفنس کا پورا حق دیا جائے پھر انہیں ہلاک کر دیا جائے تب لطف آئے گا“..... بکھر نے کہا۔

”نہیں۔ وہ خطرناک ہیں اور پھر وہ دونوں جیٹی تو سنا ہے
دیوڑوں جیسے جسم کے مالک ہیں اور دیوڑوں جیسی خاقت بھی رکھتے
ہیں تم کیا کر لو گے ان کا“۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔

”دادا۔ دو لاکھ طاقتور ہوں لیکن مجھ سے زیادہ تیز نہیں ہو سکتے۔
میں انہیں پکے بجپنے میں گولی مار دوں گا۔“... بکر نے کہا۔
”اوسے وہاں پہنچ کر تمہیں اس کا پورا موقع دیا جائے گا۔“

نواب دادا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شکریہ داد۔ آپ واقعی قدر دان ہیں۔۔۔۔۔“ مکر نے کہا تو نواب دادا بے اختیار مسکرا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کار پوائنٹ ایون پر پہنچ گئی جہاں ساگو نے ان کا استقبال کیا اور پھر وہ تینوں بلیک روڈ میں پہنچ گئے جہاں ان کے مخالف تینوں افراد بے ہوشی کے عالم میں رالز میں جکڑے ہوئے تھے۔

”تو یہ ہیں سٹیک بکھرے جنتیوں نے سو بھل اور ساکھی دلوں کے
اڈوں کو تپا کر دیا اور ان دلوں کو ہلاک کر دیا۔۔۔“ ثواب داد نے

کری پر بیٹھے ہوئے کہا۔

کری پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
 ”ہو جاو۔ کیا یہی لوگ ہیں جن کے قاتل۔ کہا تو یہ جا رہا ہے
 کہ پولیس نے یہ کام کیا ہے۔“ بکر نے بھی اس کے ساتھ ہی
 ایک کری پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
 ”پولیس کو حرکت میں بھی لوگ لائے ہیں۔ یہ ہمیں سٹیک کہتے
 ہیں اور خود کو سٹیک بکرز۔ اب انہیں کیا معلوم کہ اس وقت وہ
 سٹیکس ہیں اور بکران کے سامنے بیٹھا ہے“..... نواب دادا نے کہا
 تو بکر بے اختیار مسکرا دیا۔ ساگو ان کے پیچھے مودبانہ انداز میں کھڑا
 تھا۔

”سراگڑو“ جواب داتا نے کہا۔

”ساکو“ کو اب واوا نے کہا۔
”حکم واوا“..... ساکو نے متوہانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے

4

کہا۔
”ان تینوں کو ہوش میں لے آؤ“..... لو اب واوا نے کہا۔
دوسم کی قبیل یوگی لو اب واوا“..... ساگو نے کہا اور پھر جیب
سے ایسی گردن والی بوتل نکالی اور ان راڈز میں جکڑے تینوں بے
ہوش افراد کی طرف بڑھنے لگا۔ قریب جا کر اس نے بوتل کا ڈھکن
پٹایا اور بوتل کا دہانہ مقامی آدمی کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد
اس نے آگے بڑھ کر ایکریچمین حبشی کی ناک سے بوتل کا دہانہ لگایا
اور آخر میں یہی کارروائی اس نے افریقی حبشی کے ساتھ دوہرائی اور
پھر ڈھکن بند کر کے اس نے بوتل واپس جیب میں ڈالی اور واپس

جس طرح سیاہ بادلوں میں بجلی کی لہریں نمودار ہوتی ہیں اسی طرح ٹائیگر کے تاریک ذہن میں روشنی کی لہریں نمودار ہونا شروع ہو گئیں اور آہستہ آہستہ اس کا ذہن روشن ہو گیا۔ اس نے لاشعوری طور پر دھنسنے کی کوشش کی لیکن ماڈر میں جکڑے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسسا کر رہ گیا اور اس وجہ سے اس کے ذہن کو جھٹکا لگا تو وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ ہوش میں آتے ہی اس کی نظریں سامنے بیٹھے دو افراد پر پڑیں جن کے پیچھے ایک آدمی موجود تھا۔ یہ تینوں اپنی ہیئت کے اعتبار سے فٹڈے اور بدسماش نظر آ رہے تھے۔ ٹائیگر اور اس کے ساتھی تینوں راڈز میں جکڑے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

”تم کون ہو اور ہم کہاں ہیں؟“..... ٹائیگر نے کہا۔ جوزف اور جونا دونوں بھی ہوش میں آنے کے پراسیس سے گزر رہے تھے۔

”تم مجھے نہیں پہچانتے تو پھر میرے خلاف کام کیوں کر رہے

نواب دادا اور بھکر کی کرسیوں کے پیچھے آ کر پہلے کی طرح کھڑا ہو گیا۔ نواب دادا، بھکر اور ساگو تینوں کی نظریں سامنے بیٹھے ہوئے تینوں افراد پر جمی ہوئی تھیں جن کے جسموں میں ایسے آثار نظر آ رہے تھے کہ وہ جلد ہی ہوش میں آ جائیں گے۔

شہرہ آفاق مصنف جناب مظہر کلیم ایم اے
کی عمران سیریز کے ان قارئین کے لئے جو
نیا ناول فوری حاصل کرنا چاہتے ہیں ایک نئی سکیم
”گولڈن پیکیج“

تفصیلات کے لئے ابھی کال کیجئے

0333-6106573 & 0336-3641440

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلاک ملتان

ہو۔ میرا نام نواب ہے اور میں روپڑ اڈے کا دادا ہوں۔ جسے تم سٹیکس قرار دے کر ہمارے سر کچلنے کا کام کر رہے ہو اور یہ بھر ہے اس کا کام تم جیسے بکھرے کا خاتمہ کرنا ہے اور یہ ساگو ہے اس پوائنٹ ایون کا انچارج۔۔۔۔۔ نواب دادا نے مزے لے لے کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"تو تم ہو نواب دادا روپڑ اڈے کے انچارج۔ ویسے تم میں ایک نئی بات میں نے دیکھنی ہے کہ تم ساگی اور سو جمل دونوں سے زیادہ بڑا شمار دکھائی دے رہے ہو۔ گڈ ش۔۔۔۔۔ ٹائیکر نے کہا۔ اسی لمحے جوزف اور جھانا بھی پوری طرح ہوش میں آچکے تھے۔

"تم اپنا اور اپنے ساتھیوں کا تعارف کراؤ۔۔۔۔۔ نواب دادا نے کہا۔

"ہم واقعی سٹیک بکرز ہیں۔ میرا نام ٹائیکر ہے اور یہ ایکریمین جھانا ہے اور یہ افریقی جوزف ہے لیکن ہم ہیں کہاں۔ کیا تمہارے اڈے میں ہیں۔۔۔۔۔ ٹائیکر نے کہا۔ ساتھ ساتھ وہ اپنی کرسی کے راڈز کو کھولنے کے لئے بھی کوشش جاری رکھے ہوئے تھا لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو پا رہا تھا۔ گو سامنے دیوار پر موجود سوچے بوجھ پر نیچے سرخ رنگ کے پتھروں کی قطار بنا رہی تھی کہ یہ راڈز ان سے آپریٹ کئے جاتے ہیں لیکن ایسے راڈز کو آپریٹ کرنے کے لئے کمرے کے فرش میں باقاعدہ سسٹم بنایا جاتا ہے اور جس جگہ ٹائیکر اور اس کے ساتھی موجود تھے وہ جگہ دوسرے فرش سے اونچی تھی۔

اس کا مطلب تھا کہ سسٹم کو یہاں لا کر لوپ کریسیوں میں نصب کیا گیا ہوگا۔ اس لئے ٹائیکر پیروں کی مدد سے راڈز کو آپریٹ کرنے والی تار کو تلاش کر رہا تھا لیکن وہ تار اسے مل نہ رہی تھی۔ اس لئے وہ کوشش کر رہا تھا کہ نواب دادا کو باتوں میں نگائے رکھے۔

"میرے اڈے میں تو تمہاری روح بھی داخل نہیں ہو سکتی۔ چلو جبر پ کر لو میں ابھی تمہاری روح کو تمہارے جسم سے علیحدہ کر دیتا ہوں۔ اگر تمہاری روح میرے اڈے میں داخل ہو گئی تو میں اڈا چھوڑ دوں گا۔۔۔۔۔ نواب دادا نے بچوں کی طرح ہنسنے ہوئے کہا۔

"ہم سے بات کرو دادا۔ میرا نام جوزف ہے اور میں افریقہ کا پرنس ہوں۔ میرے سر پر افریقہ کے تمام بڑے بڑے وسیع ڈاکٹروں نے ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ تم کیا ہو دو ٹکے کے بد معاش۔" جوزف نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ انتہائی غضبناک لہجے میں بول رہا ہو۔

"تم۔ تمہاری یہ جرات کہ تم دادا کو دو ٹکے کا بد معاش کہو۔ بھر اس کے اصول جیسے سینے پر اتنی گولیاں مارو کہ اس کا پورا جسم ہلک جاتے۔۔۔۔۔ نواب دادا نے ساتھ بیٹھے بھر سے مخاطب ہو کر چیخے ہوئے کہا۔

"تم ہو ہی دو ٹکے کے بد معاش۔ بندھے ہوؤں پر گولیاں چلاؤ یہاں ہی ہے کیا۔۔۔۔۔ جوزف نے پہلے سے بھی زیادہ غصیلے لہجے میں کہا اور پھر ابھی اس کا فہرہ ختم ہی ہوا تھا کہ ایک کڑاک کڑاک

کی تیز آوازیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی جوزف کسی پندے کی طرح ہوا میں اچھلا اور پھر نواب دادا اور بکر جو اس عرصے میں اپنی کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے چیختے ہوئے پیچھے کھڑے ساگو سے لکرائے اور اسے بھی لیتے ہوئے زور دار دھماکوں سے پشت کے بل فرش پر جا گرے۔ دو کرسیاں بھی ان کے ساتھ ہی گری تھیں اور ان دو کرسیوں نے ان کے جسموں کو اس طرح الجھا لیا تھا کہ وہ کوشش کے باوجود فوری نہ اٹھ سکے تھے اور جوزف اس دوران نہ صرف ان کے سروں پر پھینچ گیا تھا بلکہ اس کی بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آ جانے والی ٹانگوں نے ان تینوں کو بگٹی کا ناچ لپٹا شروع کر دیا تھا اور چند لمحوں بعد جوزف نے یکلفت جھک کر ساگو کی گردن پکڑی اور پلک جھپکنے میں ہماری جسم رکھنے والا ساگو چیخا ہوا ایک زور دار دھماکے سے سائیڈ دیوار سے جا ٹکرایا اور پھٹ سے گرنے والی چھیل کی طرح فرش پر گرا اور ساکت ہو گیا جبکہ اگلے لمبے لمبے حشر بکر کا ہوا۔ البتہ نواب دادا فرش پر پڑا اس طرح تڑپ رہا تھا جیسے وہ تیزی سے اٹھنا چاہتا ہو لیکن اٹھتے ہوئے وہ پھر گر جاتا تھا۔ اس کی حالت واقعی اس پائل کے جیسی ہو رہی تھی جو اپنی دم کو پکڑنے کے لئے گھومتا رہتا ہے لیکن جوزف کو معلوم تھا کہ اب وہ خود اٹھ کر کھڑا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے اس کی دونوں ٹانگوں کی پٹلیوں کی پٹیاں توڑ دی تھیں۔ ساگو اور بکر سے غارغ ہو کر جوزف نواب دادا کی طرف حوجہ ہوا۔ اس نے

جب کہ اسے گردن سے پکڑا اور دوسرے لمبے نواب دادا چیخا ہوا سامنے موجود راڈز والی کرسی پر ایک دھماکے سے گرا اور جوزف نے آگے بڑھ کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر وہ بار قفسوں انداز میں دھپایا تو نواب دادا کا جسم ساکت ہو گیا اور آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی جوزف تیزی سے پلٹا اور دیوار کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے دیوار پر موجود سوئچ بورڈ کے نیچے سرخ رنگ کے پہلے چند بٹنوں کو پریس کیا تو کڑاک کڑاک کی آوازوں کے ساتھ ہی نواب دادا کے جسم کے گرد راڈز نمودار ہو گئے اور تین خالی کرسیوں کے گرد بھی راڈز نمودار ہو گئے لیکن جوزف بٹنوں کو مسلسل پریس کرتے جا رہا تھا اور پھر ایک بار پھر کڑاک کڑاک کی آوازوں کے ساتھ ہی ٹائگر اور جواتا کے جسموں کے گرد موجود راڈز غائب ہو گئے تو دونوں تیزی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

”تم نے راڈز کیسے کھولے تھے؟“..... ٹائگر نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اس نے راڈز کھولے نہیں توڑے ہیں۔ میرے جسم میں راڈز اس قدر سخت سے محسوس ہوئے تھے کہ میں تو معمولی سی حرکت بھی نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے کوشش کے باوجود میں راڈز نہ توڑ سکا لیکن جوزف ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔“..... جواتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ماؤز ایسے نہ ٹوٹتے اگر میں اپنے آپ کو غضبناک حالت میں نہ لے آتا اور ڈاکٹر لوسائی کا کہنا ہے کہ دوسروں سے پہلے اپنے آپ کو غضبناک بناؤ پھر سب زنجیریں خود بخود ٹوٹ جاتی ہیں۔" جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ تم نے نواب دادا کو کیسے بے ہوش کیا ہے؟" ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو جوزف بے اختیار ہنس پڑا۔

"الطریقہ کے مشہور شکاری اور ویج ڈاکٹر آسا کی خوفناک شیروں کو ایسے ہی بے بس کر دیا کرتا تھا۔" جوزف نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے نواب دادا کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دو بار مخصوص انداز میں دبا دیا تو نواب دادا ایک جھٹکے سے کرسی پر سیدھا ہو گیا۔

"میں سمجھتا تھا کہ شاید ڈاکٹر ہی اس طرح ہاتھوں سے جھٹکے دیتے ہیں۔ مرنے والے کے دل پر اور دکا ہوا دل حرکت میں آ جاتا ہے لیکن یہ تو علیحدہ ہی انداز ہے۔" ٹائیگر نے کہا تو جوزف نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم اسے سنبھالو ہم باہر جا رہے ہیں۔" جوزف نے نواب دادا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اسلو تو لے لو نجانے باہر کس قسم کے حالات ہیں۔" ٹائیگر نے کہا۔

"ان تینوں کے ہاتھوں سے مرنے والا اسلو ہمارے لئے ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لئے کافی ہے۔" جوزف نے کہا اور ٹائیگر

نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی لمحے نواب دادا کراہتے ہوئے پوری طرح ہوش میں آ گیا تو ٹائیگر نے فرش پر پڑی ایک کرسی اٹھا کر اسے نواب دادا کے سامنے رکھا اور وہ اس پر بیٹھ گیا۔ نواب دادا کی آنکھیں تو کھلی ہوئی تھیں لیکن ابھی ان میں شعور کی چمک نمودار نہ ہوئی تھی۔

"نواب دادا۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے اونچی آواز میں اسے پکارا تو اس کے جسم نے ایک زوردار جھٹکا کھایا اور اس کے ساتھ ہی نواب دادا کی آنکھوں میں شعور کی تیز چمک ابھر آئی۔ اب وہ حیرت سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات موجود تھے۔

"تمہاری دونوں ٹانگوں کی ہڈیاں توڑ دی گئی ہیں اب اگر چاہو تو ہم ان کی ڈریسنگ کر دیتے ہیں اور تم دس پندرہ روز بعد چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤ گے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو تم تمام زندگی سڑکوں پر گھسٹ گھسٹ کر گزارو گے۔" ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ نہیں۔ پلیز مجھے گولی مار دو لیکن مجھے بے عزت نہ کراؤ۔" نواب دادا نے بڑے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔

"اوکے۔ لیکن صرف تم ٹھیک ہو سکتے ہو تمہارا اڈا نہیں بچ سکتا۔ البتہ اگر تم تعاون کرو تو تمہیں کافرستان پہنچایا جاسکتا ہے اور تمہیں کلب بھی خرید کر دیا جاسکتا ہے۔" ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں دادا ہوں میں اپنے اڈے

سے غداری نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ لوہاں دادا نے پیٹتے ہوئے بچہ میں
کہا۔

”تو پھر کھنڈو پاتی عمر سڑکوں پر“..... ہاشمیر نے منہ جھاتے ہوئے

”سکاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم راڈز بھی کھول سکتے ہو تو میں تمہیں بے ہوشی کے عالم میں گولی مروا دیتا۔ یہ شیر دل کا قصور ہے جس نے تمہیں فریس کیا تھا لیکن اس نے تمہیں گولی مارنے سے انکار کر دیا۔ وہ یقیناً تمہارا ساتھی تھا“..... جواب دادا نے چیختے ہوئے کہا۔

”رک جاؤ۔ خدا کے لئے رک جاؤ۔ تم جو کہو گے جیسا کہو گے
میں ویسا ہی کروں گا۔ مجھے اس طرح کی موت مت مارو۔“ اچانک
نواب دادا نے چیخ چیخ کر لیکن رو دینے والے لہجے میں کہنا شروع
کر دیا تو ناٹیکر عزا اور دہارو اس کمری پر آ کر بیٹھ گیا جس پر وہ
پہلے بیٹھا ہوا تھا۔

”دوسری بار واپس نہیں آؤں گا۔ بتاؤ تمہارے اڑے کا سرپرست آغا جبار ہے یا کوئی اور ہے؟“۔ تائیگر نے کہا۔
 ”آغا جبار“۔۔۔ ثواب دادا نے جواب دیا۔

”تم نے اڑے کا ایمر بخشی جو راستہ بند کیا ہوا ہے وہ کیسے کھلتا ہے یہ سوچ کر جواب دینا کہ اس کے درست جواب پر تمہاری

”آغا جیاز“... نواب دادا نے جواب دیا۔

یہ سوچ کر جواب دینا کہ اس کے درست جواب پر تمہاری

257
آئندہ زندگی کا انحصار ہے۔۔۔ ٹیگر نے کہا تو قواب دادا نے
تفصیل بتانی شروع کر دی۔

تفصیل بتاتی شروع کر دی۔
 "لو کہ۔ اب بھی وقت ہے اگر تم نے غلط بیانی کی ہے تو اب
 بھی سچ بول دو ورنہ ہم جا رہے ہیں۔ اگر ہم زندہ رہے تو واپس آ
 کر تمہیں رہا بھی کر دیں گے اور تمہاری ڈریسنگ بھی کر دیں
 گے۔" مائیکر نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ دروازہ
 کھول کر باہر آ گیا۔ باہر جوزف اور جونا موجود تھے۔ مائیکر کو باہر
 آتے دیکھ کر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

آجے دیکھ کر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔
 ”کیا ہوا؟“..... جوہانہ نے ٹائگر کے قریب آ کر کہا تو ٹائگر نے
 پوری تفصیل بتا دی۔
 ”جی ہاں، جی ہاں، سب سے پہلے اور

ہاری تفصیل قاری۔
 "اس نواب دارا کو تم زندہ چھوڑ آئے ہو۔ یہ سب سے بدلا اور
 سب سے زبردست سزا ہے۔" جو انہوں نے کہا اور اس کے ساتھ ہی
 وہ تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کچھ دیر بعد اندر
 سے قاتل اور انسانی چیخوں کی آوازیں سنائی دیں پھر خاموشی
 طاری ہو گئی۔
 "....." جوف نے کہا۔

لااری ہو گئی۔
 ”تم کیوں اسے زندہ چھوڑ کر آئے تھے؟“۔۔۔ جوزف نے کہا۔
 ”میں نے اس سے وعدہ کیا تھا اور پاس عمران بھی مگر وعدہ کر
 لیں تو اسے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ
 ان کی لمیم میں موجود تنویہ اس وعدے کو پورا نہیں ہونے دیتا۔“
 ہائیکر نے کہا تو جوزف بے اختیار ہنس پڑا۔ اس دوران جوانا بھی

”تم کیوں اسے زندہ چھوڑ کر آئے ہو؟“ پوچھنے لگی۔
 ”میں نے اس سے وعدہ کیا تھا اور پاس عمران بھی اگر وعدہ کر
 لیں تو اسے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ
 ان کی لمیم میں موجود تنویہ اس وعدے کو پورا نہیں ہونے دیتا۔“
 ہائیکر نے کہا تو جوزف بے اختیار ہنس پڑا۔ اس دوران جوانا بھی

واپس آ گیا تھا۔

"ہماری کار کہاں ہے؟"..... جوان نے ٹائیکر سے مخاطب ہو کر

کہا۔

"میں نے نواب دادا سے ساری تفصیل معلوم کر لی ہے۔ یہاں روپڑ شہر میں ایک آدمی شیر دل ہے۔ وہ پہلے ملٹری انجینی جنس میں کام کرتا تھا۔ پھر ریٹائر ہو کر اس نے اس شہر روپڑ میں معلومات فروخت کرنے کی انجینی بنائی جس کا نیٹ ورک پورے روپڑ شہر میں پھیلا ہوا ہے۔ وہ غشیات اور اسلحہ سمکروں کے لئے کام کرتا رہتا ہے۔ نواب دادا نے ہمیں ٹریس کرنے کے لئے اس شیر دل کی خدمات حاصل کیں اور اسے حکم دیا کہ ہمیں دیکھتے ہی گولیاں مار دی جائیں لیکن شیر دل نے کہا کہ اس کے پاس ایسا کوئی آدمی نہیں ہے جو کسی کو ہلاک کر سکے چنانچہ اس پر نواب دادا نے کہا کہ وہ ہمیں بے ہوش کر کے اس ساگو والے پوائنٹ پر پہنچا دے۔ اسے پوائنٹ ایون کہا جاتا ہے اور پھر نواب دادا نے کار کے بارے میں شیر دل سے پوچھا تو اس نے کہا کہ کار اس کے ایک خفیہ اڈے میں موجود ہے"..... ٹائیکر نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کہاں ہے یہ شیر دل۔ پہلے میں نے اپنی کار واپس لینی ہے"..... جوان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"چلو پھر کمرے میں بیٹھتے ہیں۔ وہاں بیٹھ کر معلوم کر لیں گے کہ شیر دل کہاں ہے"..... ٹائیکر نے کہا تو جوزف اور جوان دونوں

چونک پڑے۔

"کیسے معلوم کرو گے؟"..... جوان نے حیرت بھرے لہجے میں

کہا۔

"میں نے نواب دادا سے اس کا فون نمبر معلوم کر لیا تھا لیکن اسے اس کے ہیڈ کوارٹر کا علم نہ تھا۔ میں نے روپڑ شہر کا تفصیلی نقشہ خریدیا ہوا ہے۔ اس فون نمبر کی مدد سے وہ جگہ ٹریس ہو گی جہاں یہ فون موجود ہے اور نقشے سے اس جگہ کا تعین کر کے ہم اس کے ہیڈ کوارٹر پہنچیں گے"..... ٹائیکر نے کہا تو جوان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم دونوں کمرے میں جاؤ میں یہیں رک جاتا ہوں۔ یہ دادا کا اڈا ہے کسی وقت کوئی بھی آ سکتا ہے"..... جوزف نے کہا اور ٹائیکر اور جوان دونوں اس کمرے کی طرف بڑھ گئے جہاں فون موجود تھا۔ یہ شاید میٹنگ روم تھا کیونکہ یہاں ایک کافی بڑی مستطیل شکل کی میز کے آگے چھ کرسیاں موجود تھیں۔ فون بھی میز پر رکھا ہوا تھا۔ ٹائیکر اور جوان دونوں فون کے قریب کرسیوں پر بیٹھ گئے اور ٹائیکر نے فون کا ریسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"انکوائری پلیز"..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی

دی۔

"پولیس کمشنر جیک بول رہا ہوں"..... ٹائیکر نے لہجے کو بھاری

بتاتے ہوئے کہا۔

"لیس سر۔ حکم سر۔۔۔ دوسری طرف سے سوڈیانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ایک فون نمبر نوٹ کریں اور چیک کر کے بتائیں کہ یہ نمبر کس کے نام اور کہاں نصب ہے لیکن خیال رکھیں کہ غلطی نہیں ہوتی چاہئے اور نہ ہی ورنہ آپ کی باقی عمر جیل میں گزرے گی۔" ٹائیگر نے ہاتھ دھکی دیتے ہوئے کہا۔

"لیس سر۔ میں سمجھتی ہوں سر۔ آپ بے فکر رہیں اور نمبر بتائیں۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو ٹائیگر نے شیردل کا نمبر بتا دیا اور ایک بار اسے دوہرایا تاکہ کسی غلطی کا کوئی امکان نہ رہے۔

"ہولڈ کریں سر۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لان پر خاموشی طاری ہو گئی۔

"ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں۔۔۔ کچھ دیر بعد وہی نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد سوڈیانہ تھا۔

"لیس۔ بتائیں۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"جناب۔ یہ نمبر ایک آدمی راجہ کے نام پر ہے اور کالی کوشی ازبک روڈ میں نصب ہے۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا آپ نے ابھی طرح چیک کیا ہے۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"لیس سر۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو ٹائیگر نے شکر یہ ادا کر کے رسیور رکھ دیا اور پھر جیب سے نقشہ نکال کر اس نے اسے

میز پر پھیلا دیا اور پھر اس پر جھک گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے جیب سے ہال پوائنٹ نکالا اور نقشے پر ایک جگہ دائرہ لگا دیا۔

"یہ ہے کالی کوشی۔ میں تو سمجھا تھا کسی علاقے کا نام ہو گا لیکن یہ تو علیحدہ ایک کوشی ہے۔ شاید کسی خاص وجہ سے اس کا نام کالی کوشی پڑا ہے۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"چلو اٹھو۔ اب مزید وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔۔۔ جوانا نے کہا اور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد تینوں ایک ٹیکسی میں سوار کالی کوشی کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ٹائیگر نے کالی کوشی میں بے ہوش کی ٹیکسی فائر کر کے اندر جانے کی تجویز دی تھی جسے جوانا نے یکسر مسترد کر دیا اور اسے خاموش رہنے کا کہا تو ٹائیگر خاموش ہو گیا۔

پھر ایک سڑک پر کافی بڑے گیٹ کے سامنے جا کر ٹیکسی روک گئی۔

"یہ کالی کوشی ہے جناب۔۔۔ ڈرائیور نے گیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ تینوں سر ہلاتے ہوئے نیچے اتر آئے۔ ٹائیگر نے میٹر دیکھ کر کرایہ دیا اور ساتھ ٹپ بھی۔

"سر۔ میں آپ کی واپسی کا انتظار کروں۔۔۔ ڈرائیور نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"ابھی۔۔۔ نبھانے ہمیں کتنی دیر یہاں ٹھہرنا پڑے۔۔۔ ٹائیگر نے کہا تو ڈرائیور سلام کر کے ٹیکسی آگے بڑھالے گیا تو جوانا نے کال بتل کا بٹن پر پریس کر دیا۔ کچھ دیر بعد گیٹ کی مہوئی کھڑکی کھلی اور

ایک مسلح آدمی باہر آیا ہی تھا کہ جونا نے اس کے سر پر ہاتھ مار کر سے واپس اندر دھکیل دیا تو وہ الٹ کر پیچھے گر گیا۔ اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ تیزی سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ جونا اندر داخل ہوا اور اس نے اٹھتے ہوئے مسلح آدمی کے سینے پر پھر دھک دیا تو اس آدمی کی حالت خراب ہونا شروع ہو گئی۔

"ہولو شیر دل کہاں ہے؟" جونا نے فراتے ہوئے کہا۔
 "اندر۔ اندر ہیں۔" اس آدمی کے منہ سے رک رک کر نکلا تو جونا نے پھر بٹایا اور جھک کر آگے بڑھ کر اسے گردن سے پکڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" جونا نے پوچھا۔
 "مم۔ مم۔ میرا نام اعظم ہے۔" اعظم نے اس آدمی نے خوفزدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہمیں شیر دل کے پاس لے جاؤ۔" جونا نے کہا تو اعظم کے چہرے پر قدم سے رونق آ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ شیر دل کے سامنے جھپٹنے کے بعد یہ لوگ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ عمارت میں داخل ہو کر وہ ایک راہداری سے گزر کر ایک کمرے کے بند دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئے کیونکہ اعظم رک گیا تھا۔ اعظم نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے؟" دروازے کے اوپر سے ایک بھاری مردانہ آواز سنائی دی۔

"آپ کے مہمان آئے ہیں ہاں۔" اعظم نے اونچی آواز میں کہا۔

"مہمان۔ انہیں اکبر کے پاس لے جاؤ۔ وہ چیکنگ کر کے مجھے فون کرے گا۔ پھر انہیں لے آؤ۔" اندر سے کہا گیا لیکن ابھی فقرہ مکمل نہ ہوا تھا کہ جونا نے آگے بڑھ کر پوری قوت سے دروازے پر لات ماری تو دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور جونا اچھل کر اندر داخل ہوا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ کون ہو تم؟" میز کی دوسری سائیڈ پر کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک اوجیڑ عمر آدمی نے اٹھتے ہوئے کہا لیکن جونا نیکی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور دوسرے لمبے اٹھتا ہوا آدمی چپخا ہوا فضا میں قلابازی کھا کر دھماکے سے سائیڈ دیوار سے ٹکرایا اور پھر ایک دھماکے سے فرش پر گر گیا اور چند لمبے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

"تم جا کر باقی عمارت چیک کرو میں اس سے پوچھتا ہوں۔" جونا نے فرش پر بے ہوش پڑے شیر دل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جھک کر اسے بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے سائیڈ کرسی پر بیٹھ دیا۔ دوسرے لمبے اس کا بازو کھوما اور شیر دل کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ پڑا اور اس کے ساتھ ہی شیر دل کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔ ایک ہی تھپڑ نے اسے بے ہوشی کی دلدلی سے نکال کر واپس ہوش دلا دیا تھا۔

جائے۔

”عمارت میں اور کتنے افراد تھے“..... جوانا نے اب نام مل سچے میں جوزف اور ٹائیگر سے پوچھا۔

”بچے قہر خانے میں مشینیں نصب تھیں۔ جدید ترین چیکنگ آلات سے چیکنگ کی جا رہی تھی۔ چھ آدمی بھی موجود تھے۔ ہم نے یہ آدمی بھی ختم کر دیے ہیں اور تمام مشینیں بھی“..... ٹائیگر نے کہا تو شیردل یکتا اچھل پڑا۔

”تم نے میرے آدمی مار دیے اور کروڑوں کی مشینری بھی تباہ کر دی۔ میں تمہارا خون پی جاؤں گا“..... شیردل نے یکتا غصے سے آگ بگولہ ہو کر اچھل کر ٹائیگر کی طرف بڑھنے کی کوشش لیکن اس سے پہلے کہ وہ قدم اٹھاتا ایک بار پھر ریٹ ریٹ کی تیز آوازیں ابھریں اور جوانا کے مشین ہاسل سے نکلنے والی گولیوں اور شیردل کے منہ سے نکلنے والی چیخ فضا میں گونج اٹھی۔ شیردل گولیاں کھا کر نیچے گرا اور چند لمحوں توڑنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ جوانا نے مشین ہاسل واپس جیب میں ڈالا اور اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ کار کو چیک کرنے کے بعد اس کے چہرے پر مزید اطمینان کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ کار ہر طرح سے محفوظ تھی۔ چابیاں بھی اکیٹھن میں موجود تھیں۔

”اب کہاں چلنا ہے۔ اڈے پر“..... جوانا نے کہا۔

”اڈے میں داخل ہونے کے لئے ہمیں خصوصی اسلحہ حاصل کرنا

پڑے گا تاکہ بند راستے کھولے جاسکیں اور اصل مسئلہ وہاں موجود افراد شدہ عورتوں کا تحفظ ہے۔ اس لئے ہم پوری تیاری کے ساتھ جائیں گے“..... ٹائیگر نے کہا۔

”تو پھر واپس اپنی رہائش گاہ پر چلیں“..... جوانا نے کہا تو ٹائیگر نے اٹھتے اٹھتے سر ہلا دیا۔

ولیم جونز یورپی ملک کا سار کے دارالحکومت جس کا نام بھی کا سار تھا میں اپنے آفس میں بیٹھا ایک فائل کے مطالعے میں مصروف تھا کہ دروازہ کھلا اور ریجنل ہیڈ چارلس اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔ اس نے ولیم جونز کو سلام کیا۔

”آؤ بیٹھو چارلس“... ولیم جونز نے اپنے سامنے موجود فائل کو بند کرتے ہوئے کہا اور فائل اٹھا کر ایک طرف رکھ دی۔

”ٹھیک یو ہاس“... چارلس نے کہا اور سائیڈ پر موجود ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”تم ریجنل ہیڈ ہو چارلس اور پاکیشیا اور کافرستان تمہارے ریجن میں ہیں لیکن پاکیشیا میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ سٹیک بکڑ مسلسل آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ سپر چیف کے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہوتا چلا جا رہا ہے“... ولیم جونز نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

”چیف۔ آپ بتائیں اس کا کیا حل ہے ہمارے پاس۔ ہم تو آغا جبار کو ہی کہہ سکتے ہیں اور آغا جبار اپنی پوری کوشش کر رہا ہے۔ بڑے نامی گرامی پیشہ ور قاتل ہائر کر رہا ہے۔ باورچی سلیمان کے خاتے کے لئے پیشہ ور قاتل کی خدمات حاصل کی گئیں لیکن وہ پیشہ ور قاتل ہلاک کر دیا گیا۔ اس کی لاش ویران علاقے سے مقامی پولیس کو ملی۔ پھر ڈائیگر کے خاتے کے لئے تین ٹاپ ٹین پیشہ ور قاتلوں کو ہائر کیا گیا لیکن ان تینوں کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ سانگی کا اڈا تباہ ہوا سانگی خود مارا گیا۔ اڈے پر موجود افوا شدہ عورتیں واپس اپنے گھروں تک پہنچا دی گئیں۔ پھر سو جھل کا اڈا تباہ ہوا۔ سو جھل کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ آخر میں نواب دادا کے اڈے پر بھی یہی کارروائی دوہرائی گئی اور یہ سارے کام صرف تین افراد نے سرانجام دیے۔ میرا مطلب ہے سٹیک بکڑ نے“... چارلس نے رو دیتے والے لہجے میں کہا۔

”نواب دادا کا اڈا بھی تباہ کر دیا گیا ہے۔ کیا واقعی“... ولیم جونز نے چونک کر کہا۔

”ییس چیف۔ ابھی ابھی رپورٹ ملی ہے۔ یہ فائل میں اس لئے ساتھ لایا ہوں۔ اس میں تمام تفصیل موجود ہے“... چارلس نے سامنے رکھی ہوئی فائل ولیم جونز کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”فائل کی تفصیل میں بعد میں پڑھ لوں گا۔ تم مجھے اہم باتیں بتا دو“... ولیم جونز نے کہا۔

”نواب دادا اڈے کی بجائے ایک پوائنٹ پر مارا گیا۔ وہاں اس کے دو ساتھیوں کی لاشیں بھی موجود تھیں۔ نواب دادا نے سٹیک بکروز کو ٹریس کرانے کے لئے اس شہر کے ایک ٹریڈنگ میٹ ورک سے رابطہ کیا جس کا انچارج ایک آدمی شیردل تھا۔ اس نے سٹیک بکروز کو ٹریس کیا اور انہیں بے ہوش کر کے نواب دادا کے پوائنٹ پر پہنچا دیا۔ نواب دادا اپنے ایک ساتھی کے ساتھ وہاں پہنچا۔ بعد میں نواب دادا اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں سامنے آئیں۔ پھر اس شیردل اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں اس کے ہیڈ کوارٹر سے ملیں۔ وہاں بھی سٹیک بکروز ہی دیکھے گئے۔ پھر سٹیک بکروز نے نواب دادا کے اڈے پر ریڈ کیا۔ نواب دادا کے اڈے کے اوپر ایک ہوٹل ہے جس کا نام راجپوت ہوٹل ہے۔ اس کا مالک ایک دیوت نام کا شخص ہے۔ اڈے کے باقی تمام راستے بند کر دیئے گئے صرف راجپوت ہوٹل سے جانے والا راستہ کھلا رکھا گیا اور وہاں نواب دادا نے اپنے خاص آدمی تعینات کر دیئے تھے کہ وہ سٹیک بکروز کو دیکھتے ہی گولیوں سے اڑا دیں لیکن وہ ایک بند راستہ کھول کر اندر داخل ہوئے اور انہوں نے وہاں قتل عام کر دیا۔ پھر پولیس وہاں پہنچ گئی اور انہوں نے اس دیوت اور ہوٹل میں موجود نواب کے آدمیوں کو بھی گرفتار کر لیا۔ وہاں موجود سو کے قریب انہوا شدہ عورتوں کو پولیس رہا کر کے ساتھ لے گئی۔ پھر سٹیک بکروز نے اس اڈے کو ہوٹل سمیت بہوں سے مکمل طور پر تباہ کر دیا۔“۔۔۔ چارلس نے کہا۔

”ہوٹل کو وہاں رہنے والے لوگوں سمیت“۔۔۔ ولیم جونز نے چونک کر کہا۔
 ”یہ رہائشی ہوٹل نہیں تھا چیف۔ خلیات کے استعمال کے لئے یہاں خصوصی انتظامات تھے کیونکہ کھلے عام خلیات کا استعمال پاکیشیا میں نہ صرف ممنوع ہے بلکہ جرم ہے۔“۔۔۔ چارلس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”مطلب یہ ہوا کہ پاکیشیا میں اس سال پریس کی مکمل چھٹی کر دی گئی ہے۔“۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔
 ”جی ہاں۔“۔۔۔ چارلس نے جواب دیا۔
 ”اور یہ آغا جہار کیا کر رہا ہے۔ اس نے کیا کارروائی کی ہے۔“۔۔۔ ولیم جونز نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے چیف کہ اس کے ہائر کردہ تمام پیشہ ور قاتلوں کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ وہ اور کیا کرے کیونکہ مکمل کر تو وہ سامنے نہیں آ سکتا۔“۔۔۔ چارلس نے کہا۔
 ”تو پھر اس کا ہمیں کیا فائدہ ہوا۔“۔۔۔ ولیم جونز نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”وہ وہاں لن انڈس کو کنٹرول کرتا تھا۔ عورتوں کو اغوا کر کے لانے والوں کے ساتھ تمام ڈیلنگ وہ خود کرتا تھا۔ اس نے بہت کام کیا ہے لیکن یہ سٹیک بکروز نبھانے کون ہیں اور کس طرح یہ سب کچھ کرتے چلے جا رہے ہیں۔“۔۔۔ چارلس نے جواب دیتے

ہوئے کہا۔

"اب میں ہیڈ کوارٹر کو کیا رپورٹ دوں؟"..... ولیم جونز نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"چیف۔ میرے ذہن میں ایک اور خدشہ موجود ہے۔" چارلس نے قدرے ہلکا ہاتھ بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا خدشہ ہے۔ کل کر بات کرو"..... ولیم جونز نے کہا۔

"باس۔ یہ سٹیک بکروز صرف پاکیشیا تک محدود نہیں رہیں گے۔ انہوں نے لامحالہ آغا جبار پر ہاتھ ڈالنا ہے اور اس سے انہیں ہمارے بارے میں معلومات مل جائیں گی پھر وہ یہاں حملہ نہ کر دیں گے"..... چارلس نے کہا تو ولیم جونز چونک پڑا۔

"اوہ۔ کچھ عرصہ پہلے چیف نے یہی خدشہ ظاہر کیا تھا اور کہا تھا کہ ان کے مقابلے پر انہیں سپر کورمان گروپ کو حرکت میں لانا پڑے گا"..... ولیم جونز نے کہا۔

"چیف۔ آپ سپر چیف کو خود فون کر کے اس خدشے کا اظہار کر دیں تاکہ بعد میں ہمیں مورد الزام نہ ٹھہرایا جاسکے"..... چارلس نے کہا تو ولیم جونز نے میز کی چلی دواز کھولی اور اس میں سے سرخ رنگ کا ایک کارڈ لیس فون نکال کر میز پر رکھا اور پھر اس کا ریسیور اٹھا کر ایک مین پر لیس کیا اور ریسیور واپس میز پر رکھ دیا۔

"اب تم نے منہ سے کوئی آواز نہیں نکالی"..... ولیم جونز نے کہا تو چارلس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج

اُچی تو ولیم جونز نے ریسیور اٹھا کر لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

"سپر ہیڈ کوارٹر"..... ایک مشینی سی آواز سنائی دی۔

"ولیم جونز بول رہا ہوں ہیڈ کوارٹر سے"..... ولیم جونز نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیوں سٹیل کال کی ہے؟"..... دوسری طرف سے سخت لہجے میں کہا گیا تو ولیم جونز نے پاکیشیا کے تیسرے اوڑے کی تباہی کی تفصیل بتا دی اور ساتھ ہی چارلس کے ذہن میں ابھرنے والے خدشے کا ذکر بھی کر دیا۔

"خدشہ درست ہو سکتا ہے اس لئے آغا جبار کو کہو کہ وہ ان کی نگرانی کرائے اور جیسے ہی یہ لوگ پاکیشیا سے باہر جائیں وہ تمہیں اطلاع کرے اور تم سپر چیف کو فوراً اطلاع کر دو گے پھر ہم خود ان سے نمٹ لیں گے"..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"سپر چیف۔ آغا جبار تو خود ان کا ٹارگٹ ہو گا۔ تینوں اوڑے جاہ کرنے کے بعد لازماً انہوں نے آغا جبار کو گھیر لینا ہے اور جس قسم کا یہ سٹیک بکروز گروپ ہے آغا جبار ان سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ ان کے ہاتھ آنے سے پہلے ہم آغا جبار کو انڈر گراؤنڈ ہونے کے احکامات دے دیں یا اسے فوری طور پر ہلاک کر دیں تاکہ وہ لوگ اس کے ذریعے ہم تک نہ پہنچ سکیں"..... ولیم جونز نے کہا۔

"انہیں آغا جبار کے ذریعے آگے بڑھنے دو۔ یہ اس سے بہتر

بات کرتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ تم نے بہترین مشورہ دیا ہے۔ یہاں ہارڈی کا گروپ ہے۔ وہ ایسے کاموں میں بے پناہ مہارت رکھتا ہے اور وہ ان معاملات میں باقاعدہ تربیت یافتہ ہے۔ وہ انہیں ٹریس بھی کر لیں گے اور ختم بھی کر دیں گے لیکن اس کے لئے پہلے ہمیں سپر ہیڈ کوارٹر کی منظوری حاصل کرنی پڑے گی۔“ ولیم جونز نے کہا۔

”آپ تفصیل سے بات کریں گے تو وہ دے دیں گے اجازت۔“ چارلس نے کہا تو ولیم جونز نے میز پر موجود سٹیشن کارڈ لیس فون اٹھایا اور اس کا ایک نمبر پرپس کر کے اسے واپس رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد گفتی بیچنے کی تیز آواز سنائی دی تو ولیم جونز نے فون کا لاؤڈر آن کر دیا۔

”سپر ہیڈ کوارٹر۔“ ایک مشینی آواز سنائی دی۔

”ولیم جونز بول رہا ہوں سپر ہیڈ کوارٹر سے۔“ ولیم جونز نے

مؤدبانہ لہجہ میں کہا۔

”کیوں اتنی جلدی سٹیشن کال کی ہے۔“ دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ تو ویسے ہی مشینی تھا لیکن اس میں غراہٹ کا تاثر بھی شامل ہو گیا تھا۔

”سپر چیف۔ ریجنل چیف چارلس نے جس کے پاس پاکیشیا اور کافرستان کا ڈیک ہے اس معاملے کے حل کے لئے ایک بہترین تجویز پیش کی ہے۔ بشرطیکہ آپ اس کی منظوری دے دیں۔ اس

ہے کہ سپر کومیران گروپ پاکیشیا میں جا کر ان کے خلاف کارروائی کرے۔ وہ لوگ یہاں آ جائیں۔ یہ ہمارا اپنا علاقہ ہے یہاں ہم انہیں آسانی سے گھیر سکتے ہیں البتہ تم وہاں کوئی ایسا گروپ ہائر کرو جو ان کے یہاں آنے کی اطلاع ہمیں دے اور ہم سپر کومیران گروپ کو حرکت میں لا سکیں۔ گڈ ہائی۔“ سپر چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”تم نے سن لیا سپر چیف کا حکم۔ اب جا کر آغا جبار کو فون کرو تاکہ وہ ہمیں بروقت اطلاعات مہیا کر سکے اور اس سے ہٹ کر وہاں کوئی گروپ ہائر کرو جو ان کی نگرانی کرے اور ہمیں بروقت اطلاعات مل سکیں۔“ ولیم جونز نے سامنے بیٹھے ہوئے چارلس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”چیف۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال آ رہا ہے۔ وہ یہ کہ یہاں ہمارے ایسے گروپ موجود ہیں جو ایسے لوگوں کو آسانی سے ٹریس کر سکتے ہیں۔ آغا جبار سے پوچھ لگھ کے بعد وہ لازماً یہاں ہمارے خلاف کام کرنے آئیں گے کیونکہ سپر ہیڈ کوارٹر کا تو علم ہمیں بھی نہیں ہے اور آغا جبار صرف اتنا جانتا ہے کہ ہیڈ کوارٹر کاسار میں ہے بس اس سے زیادہ اسے بھی علم نہیں ہے۔ یہاں ہم آسانی سے اور بھرپور انداز میں ان کے خلاف کارروائی کر سکیں گے پھر ان کے ٹریس ہوتے ہی آپ سپر ہیڈ کوارٹر کو اطلاع کر دیں یا کوئی گروپ ہائر کر کے خود ان کا خاتمہ کر دیں۔“ چارلس نے تفصیل سے

لئے میں نے کال کی ہے۔۔۔۔۔ ولیم جونز نے کہا۔

”کیا تجویز ہے۔ تفصیل سے بتاؤ۔۔۔۔۔“ سپر چیف نے کہا تو ولیم جونز نے ساری بات تفصیل سے بتا دی اور ساتھ ہی ہارڈی گروپ کے بارے میں بھی بتا دیا۔

”گڈ۔ اچھی تجویز ہے اس طرح ہم سامنے نہیں آئیں گے۔ چارلس کو سوشل انعام کا حق دار قرار دیا جاتا ہے۔ ہارڈی کا انتخاب بھی بہترین ہے۔ سپر ہیڈ کوارٹر کو اس کی صلاحیتوں کا بخوبی علم ہے اور اس تجویز پر عمل کرنے کی منظوری دی جاتی ہے۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ولیم جونز نے اطمینان بھرا طویل سانس لیتے ہوئے ریور رکھ دیا۔ اس کے اور چارلس دونوں کے چہروں پر مسرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

حصہ اول ختم شد

عمران سیریز میں سنیک کلرز کا ایک دلچسپ، منفرد اور دھماکے دار ایڈیو نثر

(حصہ دوم)

کوہبران

منظہر کلیم ایم اے

ٹائیگر ہائیڈرو جس نے جوزف اور جوانا سے بڑھ کر کام کیا لیکن پھر بھی وہ سنیک کلرز کا صرف معاون ہی رہا۔

جوانا ہائیڈرو سنیک کلرز کا چیف جس نے پاکیشیا میں موجود ہر بے سانیوں کو کچلنے کا جب اقدام کیا تو پھر اس کے قدم آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔

جوزف ہائیڈرو جس نے افریقہ کے وسیع ڈاکٹروں کی رہنمائی سے کوہبران کے خلاف بھرپور جنگ لڑی۔

وہ لمحہ ہائیڈرو جب کوہبران کے ناقابل تسخیر ہیڈ کوارٹر کو سنیک کلرز نے دھواں بنا کر فضا میں اڑا دیا۔

وہ لمحہ ہائیڈرو جب سنیک کلرز کی مسلسل پیش قدمی نے کوہبران کے بیڑوں کو خوفزدہ کر دیا۔ پھر۔۔۔۔۔؟

عمران کی رہنمائی میں سنیک کلرز اور ٹائیگر کی مسلسل جدوجہد کا آخری نتیجہ کیا نکلا۔ انتہائی دلچسپ، سسپنس اور ایکشن سے بھرپور ایک یادگار کہانی۔

Mob: 0333-6106573

0336-3644440

0336-3644441

PH 061-4018666

Email Address: arsalan.publications@gmail.com

ارسلان پبلی کیشنز پک میٹ

ملتان

ایک دلچسپ اور مشہور انداز کا ایڈیٹر

مکمل ناول

کسن

ہیئت کارروائیوں سے شروع ہونے والا ایڈیٹر۔
بڑا سائنسدان جسے سامانی قزاقوں نے ہلاک کر
نے ہلاک کیا تھا۔ یا۔۔۔؟

مکمل ایک ایسی تنظیم جو پوری دنیا میں اپنی حکومت
ورود اس کے لئے اپنی کارروائیوں میں مصروف
مران اور اس کے ساتھی اترے تو۔۔۔؟

ایک ایسی لہر مری تھی جس کے حقائق انتظامات کو
دیا گیا تھا۔ قطعی ناقابل تسخیر لیکن کیا واقعی۔۔۔؟
نا قابل تسخیر حقائق انتظامات کو عمران نے بچوں
کیسے کیا ہوا۔۔۔؟

شش کے بلیک بن کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں
کیا عمران نے شکست تسلیم کر لی۔ یا۔۔۔؟

ملاقاتیں جس میں کئی کئی
رہنماؤں کی ایک بڑی کمانڈ

0333-6106573
0333-3644440
0333-3644441

اوقات پبلشنگ
ملتان
بک گت

عمران سیریز میں چوتھا دینے والا انتخابی دلچسپ ناول

خاص نصیب

وکٹری گیم

مصنف

ظہیر احمد

وکٹری گیم * ایک ایسی گیم جو اسرائیل، دیکر سیا کے ساتھ مل کر پکیشیا اور
پوری دنیا کے مسلم ممالک کے خلاف کھیل رہا تھا۔ وہ گیم کیا تھی۔۔۔؟
ہنگامی * جس کا ایک طیارہ جو ایٹم بموں سے لیس تھا۔ انہوں نے کیا کیا؟
کھانسی * جس کا میراج طیارہ ایٹمی اسلحے سمیت غائب ہو گیا۔۔۔؟
گرجے آگ * جو اسلامی ممالک کے ساتھ پوری دنیا پر حکومت کرنے کا
خواب دیکھ رہی تھی۔

گرجے آگ * جس نے پکیشیا سمیت پوری دنیا کے ممالک کو الٹی میٹم
دینا شروع کر دیا۔ وہ الٹی میٹم کیا تھا۔۔۔؟
عمران * جس پر مسلسل حملے کئے جا رہے تھے۔ کیا اس پر کریٹ آر می کی
طرف سے حملے کئے جا رہے تھے۔ یا۔۔۔؟

ملاقاتیں * جب عمران اور اس کے ساتھیوں کو گولیاں مار دی گئیں۔ اور پھر؟
واپس گرجے آگ * جو پکیشیا میں کریٹ آر می کے ارکان کو ڈھونڈتے پھر
رہے تھے۔

کریٹ آر می * جو کریٹ آر می کا سرکردہ رکن تھا۔ جب عمران اس تک
پہنچا تو۔۔۔؟